بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مؤلفہ

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۷

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com

الجزء السابع

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب سنیں جو اُتارا گیا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اس پر جو پہچان کی بات

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

حق ۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھدے ہمکو ماننے والے کیساتھ ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نکریں اللہ تعالیٰ پر اور جو پہونچا ہمپاس حق ۔ اور ہمکو توقع ہے کہ

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بختوں کے ساتھ ہیں ۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ ۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں اُن میں ۔

وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○

ع ۹ / ۱

اور یہی نیکی کرنیوالوں کا بدلا ہے ۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں ۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ ۔

اور یہ کو ہوا کہ نصاریٰ لوگ بہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں وایل مکہ کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاریٰ کا نجاشی بادشاہ حبش کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو سورۂ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اُس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اُترا تھا اور یہی اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اور جب اُنھوں نے سُنا جو اُس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اُترا اُس کو سُنا تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ تو تو اُن کی آنکھیں دیکھتا ہے کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اُس حق کے جو اُنھوں نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان و جوش قلب سے ہر بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالیٰ شانہ کو سُنے اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ کلام مجید سنکر ظاہر سے بیہوش ہوجاتے تھے حتیٰ کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی تھا کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا ۔ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ لکھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ ہیں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ ہیں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول و کتاب کے سچ ہونے کے ۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی اُمت کے ساتھ ہیں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنھوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہے رواہ الحاکم وصححہ اور واضح ہو کہ اُمت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ قولہ اذا سمعوا الآیات اُن کا نزول اس گروہ کے حق میں ہے جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زاہد ہو جاکر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہوگئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جاکر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرینگے پس اللہ عز و جل نے انکا یہ پوشیدہ قول و جناب باری تعالیٰ میں دعا کرنا نازل فرمایا رواہ الطبرانی پھر مروی ہوا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوگئے تو یہود مردود نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہے کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لاتے ہیں حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہوگیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہے کوئی مانع نہیں ہے کیونکر نہ ایمان لاوینا

Marfat.com

وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم آرزو کرتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کردے
یعنی صالحین مین ملادے یا اُن کے ساتھ جنت مین داخل کر دے اور مفسر سیوطی نے کہا کہ نطمع کا عطف نؤمن پر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیون نہ طمع کرین کہ ہمارا
پروردگار ہم کو قوم صالحین کیساتھ مین جنت کے اندر داخل کرے۔ یا سواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ وفعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہین ہے جیسا کہ
بعض محققین کا قول ہے۔ اور حسب مسب معنی حال ہے یعنی کیون ہم ایمان نہ لاوین ہمکو تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالیٰ ہم کو قوم صالحین کے ساتھ ملادے پس جو لوگ کہ
صالحین کے ساتھی ہونا نہین چاہتے ہین وہ البتہ ایمان نہ لائین گے۔ بالجملہ جب یہ اُن کی باتین اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم وصحابہ
رضی اللہ عنہم کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ سچے ہین اور ان لوگون کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی۔ بقولہ۔ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ
بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنات عطا فرمائین جنکے نیچے نہرین
جاری ہین درحالیکہ اُنمین ہمیشہ رہین گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے۔ ف یعنی جو لوگ ایمان لاکر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافرون کے وعید بھی فرمادے بقولہ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ اور جنھون نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائین ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہین ف حاصل آنکہ کلام الٰہی
واسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بد انجام آگ کا مقام وعذاب کا ٹھکانا جہنم ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ واذا سمعوا
ما انزل الی الرسول الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندون کا حال بیان فرمادیا کہ خالص بندون کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن وخطاب سننے
کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہین پس اُن کی عقلین اچھی انبساط وکشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد وآیات کو مشاہدہ کرتی ہین اور اُن کے دل اس خطاب
کی حلاوت کو لیتے ہین اور اُن کی روحین جمال انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہین اور انکے اسرار باطنہ اور انوار صفات کو مشاہدہ کرکے اس کے نادر وعجیب علوم غیبیہ
لطائف ادراک کرتے ہین پھر اس سے خطاب فرمانیوالے کے جمال کی طرف شوق اُنکا دوڑتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کر لیتا
ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اُس کی وحدانیت پر مطمئن ہوجاتا ہے لیکن ابن بیدار سے اُسکا عاشق صادق ہوجاتا ہے۔ پس اس سے اُس کے جسم کو اثر
ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہوکر آنکھون سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جلکر فنا ہوجانا چاہتا ہے تاکہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر دیار کی مجلس مین یہ
دل بھی عشق کی آگ مین جل جاتا ہے پھر ان لوگون کی یہی کیفیت ہوئی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق ومحبت کے آنسو ان کی آنکھون
سے جاری ہوئے پس آگاہ فرمایا کہ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول الآیۃ یعنی جب اُنھون نے سماع خطاب مین پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار وشواہد
علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اُترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اس کو پاکر بہت خوش ہوئے اور یعنی عمر برباد ہوگئی اس سے رنج کیا پس
اس خوشی ورنج نے اُن کو جوش دلایا کہ گریہ شوق مین آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھین معرفت غیب تک پہونچین اور انکی روحین
مشاہد قرب تک داخل ہوئین پھر ایسے بہت گذرے ہین جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتون کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے
اُن کو قتل کرڈالا اور ہمیشہ کیواسطے زندہ کردیا۔ اور جنید رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ مین ایک رات مین نماز مین کھڑا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس مین نے یہ آیت پڑھی۔ کل نفس
ذائقۃ الموت پس مین نے اس کو کئی بار دوہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دوہرائے جاویگا۔ کہ چار جن کو تو نے قتل
کرڈالا جنھون نے اپنے سر آسمان کی طرف نہین اُٹھائے یہانتک کہ مر گئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور صحیح مین ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہین رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے انجیل والون مین سے ایمان لانے والون کی
پاکیزہ تصدیق کو مزید وصف سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

دینے سے تیرے سچے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یارون کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہین ۔ اور ابن عطاءؒ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پاؤن قریب تھا کہ بول اُٹھین کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اُٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ۔ مما عرفوا من الحق ۔ اور شیخ اُستادؒ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھین کھلین اور مقام تحقیق کو پہنچکر جوش گریہ سے تسکین پائی ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

اے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستھری چیزین جو اللہ تعالی نے تم کو حلال کردین اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالی نہین چاہتا حد سے بڑھنے والے کو ۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کھاؤ اللہ تعالی کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالی سے جس پر تم یقین رکھتے ہو ۔

نزول اس کلام کا اسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنون کے روزے جائز ہین سب دن برابر روزہ رکھین اور ہر شب تمام رات نماز مین قائم رہین اور عورتون سے نزدیک نہون اور خوشبو کو نہ چھوئین اور گوشت نہ کھاوین اور بچھونے پر نہ سوئین اور عبدالرزاق نے مرسل روایت کی جسمین حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمرو کا نام ہے اور معالم مین دس صحابہ کا ایک مکان مین جمع ہو کر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جن کے نام یہ بیان کئے کہ وہ ابوبکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن اسود و عبداللہ بن عمرو ہین ۔ وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد والسدی وغیرواحد من التابعین مرسلا ولہ شاہد فی الصحیحین ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق مین ہے پھر ان کے ارادے راہبون کے مانند بیان کرکے کہا کہ نبی صلعم نے اُن سے کہا کہ مین روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جس نے میری سنت کو لیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہین ہے ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ اور صحیحین مین ہے کہ چند صحابہؓ نے حضرات ام المومنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہان ہم اور کہان آنحضرت صلعم ۔ اُن کو تو اللہ تعالی نے بخشدیا ہے پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپنے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباسؓ سے ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب مین گوشت کھاتا ہون تو مجھے عورتون کی خواہش ہوتی ہے اور مین نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر ۔ (وقد روی موقوفا ومرسلا) بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزین حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا اے ایمان والو مت حرام کرو ۔ ف اپنے اوپر ۔ طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ۔ پاکیزہ لذیذ چیزین مطعومات ان چیزون سے جو اللہ نے تم پر حلال کردی ہین ف اور ابن جریرؒ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کرلینا روا نہین ہے اور چونکہ خیر الہدی ہدی محمد صلعم ہین تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہے جائز نہین اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہے پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے و کھانا چھوڑکر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہین ہے کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے ۔ قال المترجم آئینہ بعض تامل ہے ۔ بالجملہ اللہ تعالی نے اس سلے منع کیا کہ حلال مین سے لذیذ چیزون و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو ۔ وَلَا تَعْتَدُوْا اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم الٰہی سے تجاوز مت کرو ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اللہ تعالی تجاوز کرنے والون کو دوست نہین رکھتا ہے ف یعنی تجاوز کرنیوالے محبوب بندے نہین ہین پھر حکم دیا کہ ۔ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالی نے حلال طیب کو ف یعنی مرزوق مین سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہین اور بحث اوپر بیان ہوچکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نصیب کرے تو اسکو کھاؤ اگرچہ جی چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو۔ پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالاً طیباً حال کونہ مما رزقکم اللہ تعالیٰ اور اعراب ظاہر ہے اور اسمیں دلیل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے۔ پھر یہ وصیت کر دی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ اور اسی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ممنوعات سے تقویٰ رکھو۔ پس بندۂ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارضۂ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہو۔ پس اگر کسی نے آلۂ تناسل قطع کر دیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہے محض مہمل ہے کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا پھر بخوف الٰہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنھوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہد اختیار کرے اور نہ کھاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف فتح البیان نے دعویٰ کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اسپر حرام نہیں ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہیں آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اسپر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہے اور مدلول احادیث صحیحہ سے بھی خلاف ہے۔ قال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے ممانعت ہے کہ جو حلال ہیں ان میں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرو۔ پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے تو ممانعت کس چیز سے۔ بس آیت کی نہی ویسے ہی ہے جیسے اور امور میں نہی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسنے اپنے اوپر ممنوع کر لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا یہ عجیب ہے اور کچھ عجب نہیں بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہے۔ شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ الآیۃ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ورنہ وہ اوروں پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث الفقہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے پس اُن کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص فرا ہٹ گیا پس عبداللہؓ نے فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبداللہؓ نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح ورواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بہ وصححہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والوں نے عبداللہ رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہے پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ مجھپر حرام ہے جب اُنھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا الآیۃ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اسمیں امام شافعی وغیرہ ان علماء کی دلیل نکلتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے اُس شخص کو جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنمیں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کرنیکا التزام کیا تو کفارہ ہے اور اگر اُس نے خالی اپنے اوپر حرام کر لیا تو بھی جو اُس نے التزام کیا اُسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباسؓ نے فتویٰ دیا ہے اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الآیۃ میں ظاہر ہے یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہاں ہے کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جسمیں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المترجم سدیؒ سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل

Marfat.com

روایت ہے اسمین آخر مین ہے کہ قولہ لا تعتدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا اُن کو ممانعت ہے کہ خصی مت ہو اور یہی اعتداء ہے پھر اُن کو حکم کیا کہ اپنی قسمون کے کفارہ ادا کرین۔ رواہ ابن جریر بطولہ۔ واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا۔ مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ تنگی مت کرلو۔ اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا چاہیئے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بخاریؒ نے تعلیقاً ابن عمرؓ کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقوی قرار دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الایۃ مین ہے۔ ف قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین مشغول کر کے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلئے ہے اور قلب کے لئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہے اور اللہ تعالی نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام اُنس و بسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ مین سے طیبات و لذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائین کیونکہ یہان تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہین ہے اسواسطے کہ آپ تو وہ اُنس و نور لقا مین پگھلے جاتے ہین۔ حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت ہی حلال و لذیذ چیزین ہر ین غرض ترک کرنی پڑتی ہین کہ اس ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہو گئی تو اب وہ مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرو کیونکہ یہان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہو گئی جیسے کنواری لڑکی کہ اُسکو زینت و دیگر زیبائش بیجا ہے پھر بیاہی گئی تو اُسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ غذائین و عمدہ پوشاک بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہو جاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو۔ و ابوذر غفاری و سالم مولی حذیفہ و مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و معقل بن مقرن۔ کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتین و خوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور رہبان بنجائین یعنی آلہ نسل قطع کر دینا اور بالون کا بالکلیہ ترک دینا اختیار کرین پس اللہ تعالی و رسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے اُن کو فرمایا کہ البتہ تمہارے نفوس کا تمپر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کر دو اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت و روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون کے پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہین ہے اسمین ظاہر کر دیا کہ جو لوگ بلند مقامات و حال ہین اُن کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا۔ واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جائے اور طیب ہو وہ چیز ہے جو اللہ تعالی کے شوق مین اسکے دل کو قوت دے اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلا دے۔ سہلؒ نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہے کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہے بدون آنکہ جد و جہد کرے اور نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اُٹھا اُٹھا کر تاک لگائے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہین یعنی اُن کی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ باوجود استعمال اسباب کے نظر کو مسبب پر رکھے بعض نے کہا کہ رزق الہی جو تجھکو روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اُٹھانے کے تجھکو ملا جسمین حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا۔ شیخ اُستاذؒ نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذیذات مین سے مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یون ہے کہ لوگون سے مخالطت کر کے یہ حالت جل جائے بدون آنکہ عزلت اختیار کرے اور یہی خواری عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ۔ کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت مین کھا دے

Marfat.com

اور اگر اس سے بیجا درجہ ہو تو اسکی باذ پر کھا وے کیونکہ غفلت کی حالت پر کھانا ارادت کی راہ مین حرام ہو۔ اور مجھے حلال و حرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہو کہ حلال وہ ہو کہ جو خزانۂ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بوصفت رضا و تسلیم حاصل کر لیوے اور حرام وہ ہو جو غیر کیواسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے او بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل سے یہ علم نہین حاصل ہوتا ہو۔ اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہو وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہو قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیے اور زمانہ مین جو شیطانی فقیر درویش ایسے ہین کہ خلاف شرع حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیاء کی طرف نسبت کرکے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز ولی نہین اور حدیث مین ہو کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا۔ فافہم۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

نہین پکڑتا تم کو اللہ تعالی تمھارے بے فائدہ تمھارے قسموں پر و لیکن تم کو پکڑتا ہے اس قسم پر جو تم نے گرہ باندھی۔ سو اُس کا اُتار ہے کھلانا دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

محتاجوں کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو نہ ملے تو روزے تین دن کے۔

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اُتار ہے تمھاری قسموں کا جب تم قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسموں کو یوں بتاتا ہے تم کو اللہ تعالی اپنے حکموں کو شاید تم احسان مانو۔

مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے بایں معنی مربوط ہو کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کر لیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ ہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہے مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کر لیا۔ پس اسکو یہ نہین چاہیے اور تحریم سے نادم ہوا اور قسم توڑے اور اگر مہمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہو اور بعض نے کہا کہ واجب ہو لیکن یہ ربط بنابر قول ان فقہاء کے ہو جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال تعالی لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ۔ اللہ تعالی تمکو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمھاری قسموں مین ہو۔ ف یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمھاری قسموں مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو۔ واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین۔ یمین لغو۔ یمین معقود اور یمین غموس۔ پھر آیت مین فرمایا کہ یمین لغو پر مواخذہ نہین ہو اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہو اور رہا یہ کہ اللہ تعالی کی قسم کھا لینے مین مساوات کر لینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل عموم قولہ لا تجعلوا اللہ عُرضۃ لایمانکم۔ کے جو سورۂ بقر مین گذر چکی ہے ممنوع و مُنکر ہے۔ پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہو۔ عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھائے وہ قسم لغو ہے عن مجاہد۔ دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھا دین۔ ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا دوسرا کہے واللہ مین نہین خریدونگا۔ عن ابراھیم النخعی۔ لغو یہ ہو کہ اپنے کلام مین حلف کو ملاوے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا۔ اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہے اور عمداً قسم نہین کھاتا ہو پس وہ لغو قسم ہو اور اس پر کفارہ بھی نہین ہو۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ۔ اور بلے واللہ۔ بدون قصد قسم کے اور بعض اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علماء سلف سے مروی ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہو اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہو یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہو اور یہی قول امام حنیفہؒ و امام احمد کا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہو۔ بدلیل قولہ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان یعنی تصمیم و قصد سے جو قسم کھائے اسپر مواخذہ ہو اور مترجم کہتا ہو کہ احوط و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہو۔ اور جو تفسیر سلف سے مروی ہو اسکا محمل یہی ہو اور یہ بعد تامل صادق کے اسلم ہو اور اللہ تعالی اعلم۔ و لیکن مفسر سیوطیؒ

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لا واللہ وبلی واللہ کہنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہین کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو بوجہ شبہ ہر بس مواخذہ نہونے کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا ولیکن ممنوع ہی۔ اور قول ابو حنیفہ واحمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہو کہ کسی کو غالب گمان یہ ہو کہ بات یون ہی ہی پس اُسنے کہا کہ بلی واللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہو کہ یون نہین ہو تو اُسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر عزیمہ نہین لازم آتا ہو بالجملہ لغو پر کفارہ نہین ہو۔ وَلٰکِن یُّؤَاخِذُکُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الاَیمَانَ مد ولیکن اللہ تعالی تم سے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تم نے معقود کی ف واضح ہو کہ عَقَدتُّم بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ وکسائی وابوبکر کی قراءۃ ہو اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید قاف ہو اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقدتم روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہین ولیکن جس پر تم عقد یمین کرو اسکے مقابلہ مین مواخذہ ہو پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی اسمین داخل ہوگی اور معنی یمین غموس کے یہ ہین کہ کوئی بات گذری ہوئی ہے اسپر جان بوجھکر اُس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپے دیئے ہین اور یہ جانتا ہے پھر اُس نے قسم کھائی کہ نہین دیئے ہین تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد ونیت ہو لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہو اور امام ابو حنیفہ وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے یہ معنی ہین کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس مین ہو نہین سکتی ہو پس یمین غموس اسمین داخل نہین ہو۔ مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم زور ہو مکر وفریب جھوٹ کیساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لاد لیتا ہو اور وہ معقود نہین اور نہ اسپر کفارہ ہو اور یہی جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہو اور شافعی رح نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہی کیونکہ مکتسب بقلب ومعقود بخبر ومقرون باسم اللہ تعالی ہو لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہو اور جتنی حدیثین کہ قسم کا کفارہ دینے مین وارد ہین سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہین اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہین بلکہ یمین غموس مین سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہین اور احادیث سے ثابت ہو کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہو فَکَفَّارَتُہٗ پس کفارہ قسم ف جب جھوٹ ہو جائے یعنی وہ تم توڑدے تب کفارہ ہو ولیکن لفظ یمین مؤنث ہو پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا چاہیے کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہو بایں معنی ہو کہ یمین بمعنی حلف ہو اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنین چنان ہے اور یہی زمخشری رح نے مقدر کیا اور یہی اولی ہو پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزون مین سے ایک چیز ہے اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسَاکِینَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ اَہْلِیْکُمْ کھانا دینا دس مسکینون کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل وعیال کو ف یعنی نہ اعلی درجہ کا ہو اور نہ ادنی درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال مین ہو پھر اطعام مین آیا کھلانا ضرور ہی یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے مین ایک وقت ہو یا دونون وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین کوئی ہون یا اسی شہر والے ہون جہان کا قسم کھانے والا ہو۔ جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے وشافعی رح کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے مین دونون وقت کھلاوے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتوی کا یہی قول ہو اور حسن بصری ومحمد بن الحنفیہ سے روایت ہو کہ ایک ہی وقت کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہون یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر وعلی وعائشہ ومجاہد وسعید وشعبی وابراہیم وابو مالک وغیرہ کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ گیہون سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہون کا ایک مد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھا نہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر وزید بن ثابت وسعید بن المسیب ومجاہد وعطاء وعکرمہ وجابر بن زید وقاسم وسالم وزہری وابو سلمہ وسلیمان بن یسار وحسن ومحمد بن سیرین سے مروی ہی اور شافعی رح نے کہا کہ نبی صلعم کی مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے ولیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہین کہا اور امام احمد نے کہا کہ گیہون سے ایک مد دیوے اور دیگر طعام سے دو مد دیوے۔ پھر یہ شرط نہین کہ مسکین اسی شہر کے ہون بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہین ہے جیسے کپڑے مین ہی۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اَوْ کِسْوَتُہُمْ یعنی یا دس مسکینون کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوۃ کسقدر ہی تو مفسر رح نے بنا بر

Marfat.com

مذہب شافعیؒ کہا کہ اسقدر ہے جو کسوۃ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہبند کے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اسقدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔
اور مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا فرض ہے کہ جسمیں نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو دے اور ابراہیم نخعی
نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے، اور فقط کرتا و کرتی اوڑھنی کے مانند اُن کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہے۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک
اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہے اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اسواسطے تفریق منصوص ہے پھر تیسری بات بیان کی بقولہ أَوْ
تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ یا آزاد کرنا ایک بردہ کا خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہے کیونکہ یہاں
اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہے کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل میں مسلمان ہونیکی قید منصوص ہے پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا
اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہے۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا
قول ہے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اسکا کفارہ ہے جبکہ طعام و لباس و بردہ میں سے کوئی نہ پاوے پس
اسمیں اتفاق ہے کہ اگر اشیاء مذکورۂ بالا میں سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب آیا کہ تین دن پے درپے ہوں یا چاہے متفرق تین روز
روزہ رکھے پس مفسر سیوطیؒ نے بنابر قول امام شافعیؒ کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ پے درپے ہونا شرط نہیں ہے اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ
واحمدؒ و ثوریؒ نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأۃ میں فصیام ثلثۃ ایام متتابعات۔ آیا ہے اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأۃ منقول ہے
اور یہ قرأۃ ایسی مشہور ہے کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بسبب معنی زیادت کرنا روا ہے یعنی اس قرأۃ کی دلیل سے فصیام ثلثۃ ایام کے جو مطلق ہیں پے درپے مُراد
ہونیکے معنی لئے جائینگے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے درپے معتبر نہیں رکھتے حالانکہ اسمیں بھی ابی بن کعبؓ کی قرأۃ فعدۃ من ایام اُخر
متتابعات۔ مروی ہے تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہے اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی منسوخ ہے یعنی پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی
اور ظاہرا ناسخ اس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثۃ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس
ظاہر اس سے یہ ہے کہ حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنابر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قرأۃ پر عمل روا ہے اور بعض کے
نزدیک نہیں ہے ظاہر تو اُن کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن اُسپر وارد ہوتا ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے میں قرأۃ ابن مسعودؓ یعنی فاقطعوا ایمانہما سے حجت کرتے ہیں حالانکہ
شاذ ہے پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اسکے اثبات میں اشکال ہے واللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہے کہ روایت
دارقطنی از عائشہؓ جسکو ناسخ قرار دیا ہے نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجودیکہ نسخ آخری مرتبہ رکھتا ہے جب تک وفاق ممکن ہے نسخ مرجوح ہوگا پس قرأۃ ابن مسعودؓ کی طرف
اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہوا اور بتعیین قرأۃ تتابع کے وہ حجت ہے واللہ اعلم۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی
منصوص کردیا کہ ان روزوں میں پے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہے اور ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثۃ ایام متتابعات۔ پڑھتے تھے یہ روایت
ابو العالیہ عن ابی بن کعب و حکایا مجاہد والشعبی و ابو اسحٰق عن عبد اللہ بن مسعودؓ اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے شاگرد یہی قرأۃ
پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ یہ قرأۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر واحد یا تفسیر صحابہ سے ہو اور وہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے پھر ابن مردویہ
کی روایت ابن عباسؓ ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مختار ہیں فرمایا کہ ہاں تو مختار ہے چاہے بردہ آزاد کرا اور چاہے کپڑا دیوے اور چاہے
کھانا کھلاوے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِكَ ذلک کا اشارہ مذکور کی طرف ہے اسیواسطے تلک نہیں فرمایا اگرچہ
ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قرأۃ بصیغۂ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں
بن سکتے ہوں لیکن مذکر راجح ہے چنانچہ یہاں باوجودیکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا بتاویل آنکہ۔ ذلک المذکور۔ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ

Marfat.com

یہ جو ذکر ہوا تھا تمہاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اس میں حانث ہو جاؤ۔ بایں طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے ہو کہ عمداً توڑ دو خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمداً نہیں پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے مثلاً کسی امر نیک کے نہ کرنے پر قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتیں کبھی نہیں پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت میں قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمداً بلا اجازت شرعی توڑنے کے کہ اس میں گناہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہیں بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ میں ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگوں کے درمیان اصلاح و درستی نہ کرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورۂ بقرہ کی آیت میں ایسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے نفع کیلئے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکر گزاری کرو ف اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل کیا تو اُس نے شکر ادا کیا اور اس میں تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے جس سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جس میں یہ اوصاف ہوں فتدبر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے سو اُن سے بچتے رہو شاید

تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے

عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اور نماز سے پھر اب تم باز آؤ گے ۔ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا کھول کر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی ہوتی ہے وہ کسی حفاظت کو باقی نہیں رکھتی حتیٰ کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہوں ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر دل وجان سے عزیز کر لو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو ف کہا گیا خطاب مومنوں کو بسبب اُن کے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہیں اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ کافروں کو ایمان و فروع مسائل دونوں سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب ہے پھر بعد ایمان کے اُن پر فروع احکام لازم ہوں گے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان میں کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہیں رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اسپر اس دن روزہ رکھنا فرض ہوتا پس بنا بر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنا بر قول دوم کے نہیں مکروہ ہے اور یہی قول علمائے حنفیہ کا ہے چنانچہ یہاں بھی مومنوں کو خطاب کیا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ خمر اور قمار اور بت اور قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہیں سو تم اس عمل سے پرہیز کرو ف پھر ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے۔ واضح ہو کہ تفسیر سیوطی نے کہا کہ خمر وہ نشہ کی چیز ہے جو عقل کو مخمور کرے اور صحیح یہ کہ بیہوش ہو جانا شرط نہیں ہے اور صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہیں ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر بکثرت اقسام کی شراب ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوہارہ ہے اور باقی بدلیل نصوص حدیث کے

حرام ہیں جبکہ نشہ ہو المیسر قمار جو امعروف ہو اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہو خواہ داؤ پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسند ضعیف از حضرت علیؓ آنکہ شطرنج بھی میسر میں سے ہے عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچوں کا کھیلنا بھی میسر ہو۔ ظاہر امراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہو اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہوں پس اُن کے بڑے منع کرنے والے پکڑے جاوینگے۔ عن ابن عمرؓ میسر قمار ہے اور شطرنج بدتر از نردشیر ہے اور نردشیر کے بارہ میں صحیح مسلم وغیرہ میں مرفوع حدیث ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون و گوشت میں ہاتھ ڈبوئے۔ اور ایک روایت احمد میں ہو کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی قیح لہو اور خون سور سے وضو کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہو۔ عن سعید بن المسیب زمانہ جاہلیت والوں کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ قال المترجم اسمیں دلالت ہو کہ گوشت میں بڑھتی نہیں جائز ہے اور تحقیق فقہ کیواسطے ترجمہ عالمگیری و عین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الاعرجؒ پھلوں و مال پر قلاح پھینکنا۔ قال المترجم جیسے اس زمانہ میں گھڑ مٹی وغیرہ مال پر چھٹی ڈالنا حرام ہو۔ عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد الٰہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت علیؓ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو خود شیر سے بھی بدتر ہے اور مالکؒ و ابو حنیفہؒ و احمدؒ نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیص کردی ہو اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہو۔ قال المترجم شرح مسلم میں مولوی عبد العلی بحر العلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابوں میں لکھدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہیں اور امام نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ صحیح قول شافعیؒ یہ ہو کہ وہ مکروہ تحریمی ہو اور یہی ہدایہ میں حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہو اور اگر بازی لگاکر شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔ الانصاب عن ابن عباس و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم۔ یہ پتھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے اور معنی مالکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتوں میں تفصیل تھی بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور میں مذبوحہ پیش کرتے پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہیں جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ میں مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہو پھر جس مخلوق کی تعظیم میں ذبح ہو وہ جانور مردار ہوگا چنانچہ فقہ میں مصرح ہو لہذا شیخ صدو کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہیں۔ الازلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیاں تھیں جنسے فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر ہر عمل قبیح اور رکس یعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب و بت وغیرہ ایسا ہی ابن زیدؒ سے منقول ہو اور عمل شیطان سے یہ مُراد کہ اسی کی زینت دینے و بہلاو دکھانے سے یہ کام ہوتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھوں کرتا ہو اور بعض نے کہا کہ پہلے اس نے خود کئے پھر آدمیوں نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو رجس کی طرف راجع ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لعلکم تفلحون۔ اے فلاح پاؤ ان محرمات کے چھوڑنے سے۔ اور کشاف میں کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جسمیں بچند وجوہ بلاغت تاکید ہے مؤکد فرمایا از انجملہ یہ کہ انما سے مصدر کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہو اور از انجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہو کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونوں برابر ہیں از انجملہ یہ کہ اسکو رجس فرمایا جیسے بتوں کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ از انجملہ یہ کہ دونوں کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہو نہیں سکتا ہو [illegible] از انجملہ کہ اُن کے ارتکاب سے اجتناب کرنیکا حکم دیا۔ از انجملہ یہ کہ اُن کے اجتناب سے فلاح پانے کو ذکر فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی۔ از انجملہ یہ کہ جو وبال ان دونوں سے پیدا ہوتا ہے وہ آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خواروں و جواریوں کے درمیان آپس میں ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہو اور نیز جو نتیجہ ان دونوں چیزوں کا اعمال آخرت میں ہو وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر الٰہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی ما فی الکشاف۔ اور اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگوں کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ حرام فرمایا۔ پس پہلی آیت جو اس بارہ میں اتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس ہو پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور

بعض نے نہیں چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ۔ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون الآیۃ۔ پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنہوں نے نماز کے اوقات
کے سوائے وقتوں میں پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ۔ پس بالکل حرام ہوگئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید و تاکید ہے
وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں اور چند وجوہ اوپر مذکور ہوئیں اور احادیث صحیحہ میں اُس کے پینے والے بلکہ لانے والے بیچنے والے و اعانت کرنیوالے پر
حتی کہ دس پر جو دو وعید شدید آئی ہے جنکا ذکر عین الہدایہ میں ہے۔ بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانوں کے سب فرقے اسپر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ
حرام ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ بقر کی آیت یسئلونک عن
الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمرؓ کو بلا کر انکو سنائی گئی عمرؓ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے
پھر سورۂ نساء کی آیت لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی ہر وقت حی علی الصلوٰۃ کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں
ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر عمرؓ کو بلا کر اُن کو سنائی گئی تو عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ مائدہ کی آیت
انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمرؓ کو بلا کر اُن کو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے
ہم باز رہے۔ رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ ہو و علی بن المدینی۔ اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے
مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین میں عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ اُنھوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا
نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم گیہوں سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہے جو مخامر عقل ہو قال
المترجم آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء
کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابو حنیفہؒ بمعنی قطعی و ظنی ہے پس روا نہیں ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پیوے اور گمان کرے کہ اسقدر سے مخامرت
نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار بھر پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور کلیہ اسمیں وہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر
کے مانند مخدر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس میں اختلال ہو جاتا ہے جیسا افیون و بنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابو داؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ
المترجم وغیرہ میں لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتوی منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑ دے تو توبہ کرے تو کمی کرنے
تک کہ چھوٹ جاوے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ یہی ابن حجرؒ نے فتوی دیا۔ کما فی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت میں
بہت کثرت سے احادیث ہیں جنمیں سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ نص صریح اسی آیہ
کریمہ کی ہیں پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدۂ ثواب فرمایا بقولہ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پاؤ ف حرف لعل جہاں اللہ
تعالیٰ عز و جل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہیں تو وہ ضرور فلاح پاوینگے پھر ان کے مفاسد دنیاوی
و اُخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم بیچ میں تمہارے
درمیان عداوت و کینہ ڈالے ف یعنی جب تم شراب پیوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالیگا کیونکہ ان دونوں سے طرح طرح کے
فتنہ و شر پیدا ہوتے ہیں پس ان دونوں کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادیں حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈلوا دے اور
دوم کو لیوقع پر عطف کر کے بیان فرمایا۔ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شرابخواری

Marfat.com

وجوہ سے مین مشغول ہو۔ اور خاص کرکے یاد آلہی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوۃ و عدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب
اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پس بھلا تم باز رہنے والے ہوف اور یہ
استفہام لفظا مین ہی اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار
ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہی کہ ابو طلحہؓ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی
سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہوگئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کی کہ
پھر کسی نے شراب کو منہ نہ لگایا اور ابو طلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہا دے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کوچہ مین شراب
بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے شراب کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اُسکی قیمت معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے
بھی یہی فتوی دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہی کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہی اور اگر خود
سرکہ ہو جائے تو روا ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو ف
نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے منہ موڑا ف طاعت سے تو فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ جان رکھو کہ ہمارے رسول
پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان ہو پہنچا دے ف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہی یعنی نہ مانوگے تو سزا پاؤگے جیسے مانوگے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند
روزہ ہی اور آخرت باقی و دائم ہی۔ ف فی العرائس حبیب اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً۔
سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تاکہ اُن کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت
کے تعلیم سے آراستہ فرماوے اور ایکدم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے
ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہے اور حذر اس طرح کہ قدم کے جواو صاف ہین اُن کے ساتھ کسی حدوث
معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و
ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب نہ ہو۔ قال المترجم بہت سے اکابر نے تصریح کردی ہی کہ عمل نیک کے
ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت مین خلوص ہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال
ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہی کہ رضائے حق عزوجل مراد ہو اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ
طاعت الٰہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ نہ ہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہی اور ایک قسم کی پیچیدہ و
خفیہ ریاکاری ہوتی ہی وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسولؐ مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمھارے نفوس کو
کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت
سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ المخلصون
علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرہ مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہی کہ وہان قدم مین حدوث کا فنا پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو
درحقیقت حادث ہی کبر و ادراس گمان غلط مین پڑجاتا ہے کہ مکر الٰہی کا تیر سو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ اور
واسطیؒ نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مندرج ہو جائے آداب اسی مین ہے

Marfat.com

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف الٰہی بڑھتا جاوے قال المترجم عظمت و جلال الٰہی غیر متناہی ہے ولیکن پردۂ پندار سے خواب غفلت ہے جیسے علم کی انتہا نہیں ہے پس جسقدر علم مین کمال ہوتا جاوے اُسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جایگا اور یہی علامت علم ہے ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اُسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندگان کرام کی شان مین فرمایا وہم من خشیۃ ربہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہین اور حدیث مین ہے کہ انا اخشاکم اللہ یعنی تم مین سب سے زیادہ خوف الٰہی عزوجل مجھپر طاری ہے کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے یہ معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے تو درجۂ کمال سے گر جاؤ گے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اُن پر نہین گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

ع ۲ الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگون نے کہا کہ یا رسول اللہ اُن لوگون کا کیا حال ہوگا جنھون نے اُن کو حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابو داؤد والطیالسی والترمذی قال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت ابن عباس مین ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابرؓ مین ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا و اسناد اسکی صحیح ہے لیکن غریب ہے اور روایت احمد از ابن عباسؓ مین ہے کہ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اُن ساتھیون کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے اور بخاریؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ احد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کچھ لوگون نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اسی روز سب کے سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات مین یہ ہے کہ یہود نے اور یہودی منافقون نے مومنون پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ کچھ بھی گناہ نہین ان بندون پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیزین جو اُنھون نے کھائی ہون **ف** پس اسمین لیس حرف سلب و بالکلیہ نفی کو مقدم کرکے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت مین جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کے نفی ہوگئی یعنی اس کے متعلق بالکل کوئی گناہ نہین ہے اور طعم کا استعمال کھانے مین ہے اور پینے کی چیز مین بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیے گا وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ سبب خاص سوال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہے چنانچہ مفسر سیوطیؒ نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم یعنی حرام ہونے سے پہلے جو کچھ اُنھون نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اُن پر کچھ گناہ نہین۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو نکرے تو ثواب ہے خواہ بروقت داعی موجود ہونیکے باز رہنے سے ثواب ہے یا عزم مصمم پر ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ مین اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے غلبہ کے وہ فاسق ہے پس جبتک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہین کیا تب تک جس نے اس کو کھایا اسپر گناہ نہین۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا جبکہ اُنھون نے تقویٰ کیا۔ **ف** ان چیزون سے جو حرام کی گئین اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا بایں طور کہ حکم الٰہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ یہ ظرف کچھ تخصیص حکم کے لئے نہین ہے تاکہ اس سے استدلال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بوقت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہوتے ہین کہ

جب طاعت مین ہو ورنہ نہین بلکہ یہ طرف نقط بیان ایمان وتقوی ہی۔ وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ایمان لائے و نیک کام کئے **ف** یعنی جو اعمال اللہ تعالی نے نیک فرمائے ہین اُن کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بجا لائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجا لائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجا لائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقوی کیا اور ایمان لائے۔ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر تقوی کیا اور ایمان لائے **ف** یعنی پھر ثابت رہے تقوی و ایمان پر ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا یعنی پھر تقوی رکھا اور نیک عمل کئے **ف** اور بعض نے کہا کہ پہلا تقوی تو بندہ اور اُسکے نفس کے درمیان ہی اور دوسرا تقوی اُسکے لوگون کے درمیان ہی اور تیسرا تقوی اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان ہی۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقوی از حرام ہی اور دوم از شبہات ہی اور سوم از بعض مباحات ہی تا کہ طبیعت و قلب پر میل کچیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقوی تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہانتک ممکن ہو اور دوم تقوی مع ایمان تصدیق کامل ہی جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقوی مرتبہ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہی لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالی محسنین کو محبوب رکھتا ہے **ف** مفسرین نے کہا کہ مراد آنکہ نیک کام کرنیوالون کو یعنی شرع مین جو نیک کام جس طور پر مشروع ہین اُنکے بجا لانیوالون کو اللہ تعالی ثواب جمیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہین اور حق یہ ہی کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالی دانا تر ہے لیکن یہ یقین ہی کہ جنکو اللہ تعالی محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انہین محسنین مین سے ہی۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی **ف** فی العرائس قولہ تعالی لیس علی الذین آمنوا الآیۃ جب تک اللہ تعالی کسی چیز پر جو بندون کیلئے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندون کیواسطے مباح ہوتی ہے اور وہ اُسکے تناول سے اور استعمال مین لانے سے ماخوذ نہین ہوتے ہین جب تک اسمین یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ اُن پر حرام ہوگئی اور سمجھدار کیلئے یہ لطیف اشارہ ہی اب مین اشارات کی طرف رجوع کرتا ہون جس سے سردست مجکو شغل ہے سو واضح ہو کہ عارف عاشق جبتک کہ اللہ عزوجل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالی کے سب سے تجرید و ترک و تفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبۂ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالی کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات و زندگانی مین چاہے مباحات و رخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الہی و شرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات و رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہین پہونچاتے ہین کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزون پر کچھ بھی نہین ہی۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے حلال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع مین حکم ہے اور اسمین سے بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اُس نے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہی قال المترجم۔ آیت مین استیناس ہی کہ اعمال فروعیہ کی بنیاد تقوی پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد مین کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد مین وہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرلے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

اے ایمان والون البتہ تمکو آزمادے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہونچین تمہارے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہے

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ

بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والو ن نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام مین اور جو

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ

کوئی تم مین سے اُسکو مارے جان کر تو بدلا ہے اُس مارے کے برابر مواشی مین سے وہ ٹھہرا دین دو معتبر تمہارے کہ نیاز ہو پہونچا دے کعبہ تک یا

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ

گناہ کا اُتار ہے کئی محتاج کا کھانا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا اور جو کوئی

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

پھر کریگا اُس سے بدلہ لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسمین اختلاف ہے کہ خطاب کن لوگون کو ہے تو امام مالکؒ سے مروی ہے کہ ایسے لوگون کو خطاب ہے جو احرام نہین باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہے ولیکن اس تخصیص کیواسطے کوئی وجہ ظاہر نہین بلکہ اظہر یہ ہے کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ اسمین لام قسم ہے اے واللہ لیختبرنکم اللہ ۔ واللہ تمکو امتحان فرمادیگا اللہ تعالیٰ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ کچھ شکار سے ف اسمین بعض نے کہا کہ مِن بیانیہ ہے اے بشیء حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہے اور تنوین شیء کے تحقیر کیواسطے ہے اور صید مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی ایسی چیز ہے جو شکار کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ مِن تبعیضیہ ہے یعنی بعض صید ہے اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہے اور ظاہر کلام مفسرؒ اول وجہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کہا اے بشیء یرسلہ لکم من الصید یعنی صید تم پر بھیجکر تم کو امتحان فرمادیگا ۔ اگر کہا جائے کہ لیبلونکم اللہ بالصید کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشیء خود نہایت توجہ کے لائق ہے پھر من الصید سے بیان نہایت موثر ہوگا جیساکہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ لشیء سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہے پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض گروہون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین ان پر شکار کرنا حرام کرکے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا اُن کے مکانون وخیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن الحمد للہ کہ مومنین صحابہؓ ثابت ومستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانہ داود علیہ السلام مین مچھلیون کے شکار کے حق مین ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پھر اسی شیء کی جو صید ہے یہ صفت بیان کی کہ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ جو اُن کو پاوین گے تمھارے ہاتھ ف یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ وضعیف کو تمھارے ہاتھ پاجاوین گے جو ہاتھ سے پکڑلو ۔ وَرِمَاحُكُمْ اور تمھارے نیزے ف یعنی بڑے صید توانا کو تمھارے نیزے پاوینگے جسکو چاہو نیزہ سے مارلو ۔ اور واضح رہے کہ نیزے کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑلیتے یا عرب والے اکثر وحشی بندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر کے خود نیزے کو ذکر فرمایا اور مقاتلؒ سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند وپرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق مانہ مین کبھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالیٰ نے حالت احرام مین اُن کے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کو امتحان کریگا صید بھیجکر جو اُن کے ڈیرون مین چھا دین گے اس طرح کہ وہ لوگ اُن کو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مار لینے پر یعنی آسانی سے شکار کر لینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار سے ممانعت کی جاوے گی لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ تاکہ اللہ تعالیٰ جانے کہ کون اسکی غیبت مین بھی اس سے ڈرتا ہے ف یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہے درحالیکہ وہ غائب ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہین دیکھا ہے پس خوف کرکے شکار مارنے سے اجتناب کرے اور مراد علم ظہور سے یہ کہ مخلوق پر ظاہر ہوجاوے اور بیضاوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جاننا ذکر کیا حالانکہ مراد یہ کہ جو معلوم ہے وہ واقع وظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہونا مراد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دوسری بارہ مین بحث مفصل گذر چکی ہے اب دہرانا تطویل ہے کیونکہ ایمان کا مدار اسی غیب پر ہے اسواسطے عرب کو دم جبکہ ہرکارو ایمان کو سامنے عذاب ہو وہ چیز جسمین شک تھا آشکار دکھا دیتا ہے تو اسوقت کا ایمان قبول نہین ہے فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ پھر جس نے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف یعنی شکار سے ممانعت کردینے کے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اسکو دکھ دینے والی مار ہوگی ف خواہ دنیا مین یا آخرت

مین یا دونون جگہ جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام مین شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو۔ حرم جمع حرام بمعنی محرم ہے اے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہونیکی حالت مین مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو وحشی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے خاص اسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اول مختار حنفیہ ہے دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہے فرمایا کہ ہان۔ تو کہا مین اسکو کھاؤن۔ فرمایا کہ ہان۔ تو کہا آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہان (ابو داؤد و الترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جائے۔ پھر صید عام ہے خشکی کے جانور ہون یا تری کے لیکن آگے کی آیت مین تصریح موجود ہے لہٰذا الصید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہین اور خشکی والے صید عام رہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بر امعنی کے یہ لفظ عام شامل ہے ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہین اور جو نہین کھائے جاتے ہین اور جو ماکول و غیر ماکول سے پیدا ہوتے ہین ولیکن شافعیؒ کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہین کھائے جاتے ہین انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہین ہین اور جمہور علماء نے کہا کہ نہین بلکہ ان کو قتل کرنا بھی حرام ہے اور اسمین سے کچھ بھی مستثنیٰ نہین سوائے پانچ جانورون کے جو صحیحین کی حدیث ام المومنین عائشہؓ مین مذکور ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور فاسق ہین ان کو حل و حرم مین قتل کرنا روا ہے وہ غراب اور چیل اور بچھوا اور چوہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مین مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور ہین جن کے قتل کرنے مین احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہین اور وہ غراب و چیل و بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری و مسلم ایضاً ایوب رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کئے جانے مین کچھ شک نہین ہے اور اسمین اختلاف نہین اور مترجم کہتا ہے کہ نسائیؒ کی روایت حضرت عائشہؓ مین یون ہے کہ پانچ جانور ہین جنکو محرم قتل کرے سانپ و چوہا و چیل و غراب ابقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اُس کے پیٹھ و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہین ہے ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہین کیونکہ روایت صحیحین مین لفظ عام ہے اسمین غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہین ہو سکتی ہے پھر کلب عقور کے معنی کٹہا کتا۔ اور ماننداِ امام مالکؒ و احمدؒ کے بعض علماء نے کلب عقور مین بھیڑیا و سیاہ گوش و چیتا و شیر درندے شامل کئے ہین کیونکہ کلب عقور سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندون کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہین اور ان لوگون نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق مین بددعا کی تھی کہ اے پروردگار اسپر اپنے کلاب مین سے ایک کلب کو مسلط کر دے پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا مین اسکو بھیڑئیے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگون نے کہا کہ اگر سوائے انکے لومڑی و سیاہی وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچون کے ساتھ ان کے پیچھے بھی لاحق کئے گئے ہین اور شافعی رحمۃ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہین تو اُنکے نزدیک چھوٹے و بڑے مین کچھ فرق نہین ہے اور فقط نہ کھایا جانا اُنکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحؒ نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور بھیڑئیے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونون کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اُس نے قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہین ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمۃ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندون کے قتل کی اجازت درصورت حملہ آور ہونے کے ہے ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا۔ پھر واضح ہو کہ اس ممانعت مین مرد و عورتین سب شامل ہین کیونکہ محرم دونون پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امرأۃ حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرام الرجل بمعنی زمین حرم مین داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل مین موجود ہو پھر جو لوگ کہ حرم مین ہین خواہ وہ وہین رہتے ہین یا وہان چلے جاوین وہ بھی اسی حکم مین داخل ہین اگرچہ احرام باندھے نہ ہون اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ ہی سے دونون مراد ہین حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہو اور زمین حل کا جانور حالت احرام مین شکار کرنا منع ہے اور جب احرام مین نہ ہو تو شکار کر سکتا ہے پھر جسنے حالت احرام مین شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یون بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا

ما قتل من النعم اور جس نے تم میں سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزاء ہے مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے ف نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی
نعم سے مثل مقتول کا تاوان دے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اسمیں دونوں احتمال ہیں اسی وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہے واضح ہو کہ جزاء کو رفع
ہے اور مبتدا مقدر ہے اسے فجزاء ہو مثل ما قتل اور ایک قراءۃ میں باضافت ہے اسے فجزاء مثل ما قتل۔ پھر جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا جو تعمد کرکے قتل کرے
یعنی احرام کو جان بوجھکر یاد رکھتا ہو اور قصد کرکے قتل کرے جیسے خطاء کرنیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کرکے
شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ ایک روایت میں ابن عباسؓ و احمد بن حنبل نے اور داؤد ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے
متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس و ابو ثور کا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کرکے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہدؒ
نے کہا کہ متعمد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جس نے احرام کو بھول کر عمداً اسکا قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کرکے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پاک نہ ہوگا اور اسکا احرام باطل
ہو گیا رواہ ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جمہور فقہاء جمیعین سے ائمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ وربائبکم اللاتی
فی حجورکم میں ہے پس وہ عمداً قتل کرے یا خطاء سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزاء واجب ہوگی اور یہی حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حسن بصری و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ زہریؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنیوالے پر جزاء ہے اور سنت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آنکہ
قرآن مجید میں تعمد کرنیوالے پر ضمانات کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت و احکام صحابہؓ سے خطاء سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمان مذکور ہے قال
ابن کثیر اور نیز شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کر دینا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمداً میں ملامت بھی
ہے اور خطاء میں ملامت نہیں ہے پھر یا جزاء کا بیان تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ ہو مثل ما قتل من النعم ای شبہہ فی الخلقۃ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے یعنی خلقت میں
اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہو وے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی اور ابن جریرؒ نے حضرت ابن مسعود سے حکایت کیا کہ
انھوں نے فجزاؤہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے اور یہی امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و
جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثل بسبب تفاوت فاحش کے
پیدا نہیں ہے حتیٰ کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہوگا اور خصوصاً اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہو وے تو ہرن کے مثل اونٹ
یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد
ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر
ہو ورنہ مثل معنوی ادا کرے لہٰذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچاوے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت
اسقدر تک پہونچتی ہو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل
پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جائے گا اور صحابہؓ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے شترمرغ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ مارنے
میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس بصورت مثلی موجود ہونے کے قضاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولیٰ
ہے مترجم کہتا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہاں حدیث نہ ہو وہاں صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہ جو
مذکور ہوا پھر شیخ رح نے لکھا اور در صورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہونچائے جاویں۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔
پھر اس مثل ہونے کو دو عادلوں کی رائے پر چھوڑ فرمایا بقولہ یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل
وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے۔ مفسر سیوطی رح نے کہا جن کو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کرلیں نزدیک اس صید مقتول کے مشابہ

چوپاؤن مین سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے وعمرؓ نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کرڈالا تھا تو
ابن عباس وعمر بن خطابؓ نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ (اونٹ ۱۲) ہے (رواہ ابن ابی شیبہ) اور نیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس وابوعبیدہؓ
بن الجراح نے پالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمرؓ وعبدالرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالکؒ۔ اور ابن عباس وعمر بن الخطاب وغیرہ نے
کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المترجم یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی
مشابہت ہے اور بنا بر قول امام ابوحنیفہؒ کے معنی یہ ہون گے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہوے
تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے اسکو لینا اولیٰ ہوگا اگرچہ قول ابوحنیفہؒ آسان اور اس زمانہ کے موافق ہے بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے
لیکن عمل ممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے درصورت
مثل ہونیکے صورت کا مشابہ لینا اولیٰ ہے اور روا ہے کہ قیمت لے لی جاوے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریدا جاوے یا نہ خریدا جاوے
پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہا۔ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے ف پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہے
جزا سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہے۔ قال المفسرؒ بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ یہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے
مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جاوے اور یہ جائز نہین ہے کہ جس مقام پر اُس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اسوجہ سے کہ ہدیا کی
صفت ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفہ نہین
ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے مثلاً
گرگرتیا کو مارا یا تیتری مار ڈالی تو ایسی صورت مین اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم
نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہو سکتا ہے یا نہین پس توضیح
مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتی کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہے
کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اُنھون نے ویسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہین ہے اگرچہ بعض جہت سے اولیٰ ہوگا
کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نور بصیرت ضرور ہے جیسے کہ مومن کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور یہ بھی شک نہین کہ
وہ لوگ اس نور بصیرت وتمیز مین اعلیٰ واقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے وسعت رحمت ہے اور امام مالکؒ وابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہے خواہ ویسے واقعہ مین صحابہؓ سے
کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیرؒ۔ توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالکؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا
وہ مثل کیواسطے خود ایک حکم نہین ہو سکتا اور نہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنیوالا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم ومحکوم نہین ہو سکتا ہے اور امام شافعیؒ
واحمدؒ وغیرہ نے کہا کہ ہان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ یا کفارہ طعام
مساکین ہے ف یعنی مثل دے یا اُسپر کفارہ واجب ہے یعنی جو جزا اوپر مذکور ہوئی اُسکا تخیر یہ کفارہ ہے چاہے اسکو دیدے اگرچہ اُسکو جزائے مذکور پر بھی
دسترس ہو یعنی حرف او یہان ترتیب کیواسطے نہین ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعیؒ کا ایک قول ہے ولیکن مفسر سیوطیؒ کے نزدیک مختار
قول دوم شافعیؒ ہے کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزائے مذکور یعنی مثل از چہار پایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ
کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہے اور یہی قول امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ وان کے دونون شاگردونکا اور مشہور قول امام احمدؒ کا ہے۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف ہے

پس ابراہیم نخعیؒ و حماد بن ابی سلیمانؒ و ابو حنیفہؒ و صاحبینؒ و مالکؒ رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور شافعیؒ کے نزدیک اس کے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اُس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء تو ذبح ہی ہو موجود نہیں ہے تو اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیئے کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سیوطیؒ نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعیؒ امام مالکؒ و فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابو حنیفہؒ و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہدؒ کا قول ہے اور امام احمدؒ نے کہا کہ گیہوں ہوں تو ایک مُد دیوے اور دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیرؒ اور مدارک میں امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ نقل کیا کہ گیہوں سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے پھر مفسرؒ نے کہا کہ ایک قراۃ میں کفارہ مضاف ہو طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہے پس معنی وہی ہیں جو قراۃ اولیٰ کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا اختیار دیا بقولہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہے کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف اَوْ واسطے تخییر کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیئے اسکی عوض ایک روزہ ہے۔ بالجملہ بنابر قول امام ابو حنیفہؒ کے گیہوں سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جاوے اسمیں جسقدر مسکینوں کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزا مشروع ہونے کا سبب فرمایا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهٖ تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے ف یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے ولیکن یہاں مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہے اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس نے جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو حزن و اندوہ دیا گیا۔ پھر اسمیں اختلاف کہ مساکین کو کھانا کہاں دیوے تو امام شافعیؒ نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاءؒ کا قول ہے اور حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو گاؤں و آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے کہیں اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالیٰ نے عفو کیا ف عطاءؒ سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسرؒ نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے عفو فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اور جو لوٹا اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیگا ف یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا۔ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ یعنی وہ تعالیٰ اپنے امور میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے ف بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس سے انتقام لیگا یعنی اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن جریجؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے۔ فرمایا کہ نہیں یہ تو اُسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہے ولیکن اسکو فدیہ دینا پڑیگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لیگا۔ اور یہ قول سعید بن جبیرؒ کا ہے۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جس نے خطاء سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزا

Marfat.com

دیوے اور اگر اُس نے عمداً ایسا کیا تو ایکبار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہی جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابوالمعلی نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام مین عمداً شکار کیا تو اُس سے درگذر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہین اور یہ زیادہ سخت ہی کہ چھوڑے جاوین آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جائے کہ انتقام آلٰہی کے بعد دنیا مین اسپر جزار کیون ہی تو جواب یہ کہ عمداً اُس کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا مین یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض مین جزار مذکور ہے پس وعید مذکورہ اُسپر جزار مذکور واجب ہونے سے مانع نہین ہی

پھر یہ سب خشکی کے شکار کیواسطے مذکور ہوا رہا بیان شکار دریائی تو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اُسکا کھانا فائدے کو تمھارے اور مسافرون کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام مین اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ

جمع ہوگے اللہ نے کیا ہے کعبہ جو گھر ہے بزرگی کا ٹھہراؤ لوگون کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی نیازی اور گلے مین پٹکن

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

ایسا کیا اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین اور اللہ ہر چیز سے واقف ہی جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہین مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر مین کروگے اور جو چھپا کر۔

اُحِلَّ لَکُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگون کو ہی خواہ احرام مین ہون یا حلال ہون۔ صَیْدُ الْبَحْرِ تمھارے لیے صید البحر حلال کیا گیا ف یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہین کہ شکار کھیلنا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہان ہر وہ چیز ہے جسمین دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو۔ اور ظاہر یہ ہی کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کیے گئے ہین۔ صید البحر کی تعریف مفسر سیوطیؒ نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس گیکڑا وغیرہ ایسے نہین ہین کیونکہ بحر و بر دونون جگہ جیتے رہتے ہین اور اولیٰ یہ ہی کہ دریائی وہ جانور قرار دیئے جاوین جو پانی ہی مین زندہ رہتے ہین اور وہین انڈے بچے دیتے ہین اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہین رہتے ہین اور دوم وہ کہ پانی مین بھی جیتے ہین اور خشکی مین بھی زندہ رہتے ہین پس مفسرؒ نے صید البحر انھین جانورون کو قرار دیا جو از قسم اول ہین۔ وطعامہ اور طعام البحر حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنارے پھینک دے۔ اور یہ تفسیر حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباسؓ و ابوہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہی۔ اور ابن عباس سے ایک روایت مین و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو۔ و صید البحر جو تر و تازہ ہو۔ اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات مین اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ صید البحر تو وہ جانور ہین جو دریا سے شکار کیے جائین خواہ وہ کھائے جائین یا نہ کھائے جاوین۔ پس اُحل لکم صید البحر کے یہ معنی ہین کہ دریائی جانورونکو شکار کرنا تم کو حلال ہوا پھر فرمایا و طعامہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہی جو اُس کے شکار مین سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تمکو حلال کیا گیا اور تمھارے واسطے اسمین سے کھانے کے جانورون کو کھانا حلال ہوا۔ اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنابر قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانورون مین سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہوکر اترا وے وہ بھی حلال نہین ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہے اور یہی ابوبکر الصدیق و زید بن ثابت و عبداللہ بن عمرو و ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابوسلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہے۔ وعن الصدیق ؓ طعام البحر سب جو اسمین ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال المترجم یہ منقطع ہے اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اسمین مر جاوے۔ وعن ابی ہریرہ مرفوعا موقوفا طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے۔ قولہ متاعا لکم وللسیارۃ یعنی یہ حلال کر دیا تمھارے واسطے و مسافرون کیواسطے تمتع ہے ف کہ تم حاضر ہونے کی حالت مین اس سے کھاؤ اور سفر مین مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیوین۔ سیارۃ جمع سیار بمعنی سیر کرنیوالے یعنی چلنے والے مسافر لوگ۔ ابن کثیر ؒ نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور انپر ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور مین بھی انھین مین سے تھا پس ہم لوگ روانہ ہوئے پھر راہ مین ہمارے زاد راہ فنا ہو گئے یعنی زادراہ نہ رہا پس ابوعبیدہ نے تمام لشکر کو زادراہ جمع کرنے کا حکم دیا تو دو مزود چھوہارے نکلا جسمین سے روز روز وہ ہمکو تھوڑا تھوڑا دیتے یہانتک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہمکو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہوجانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہم نے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہین کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابوعبیدہ ؓ نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیان کھڑی کی گئین پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم مین کئی طرق سے جابر ؓ سے مروی ہے اور بعض روایت مین ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہین اور بعض روایت مین ہے کہ ابوعبیدہ ؓ نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا۔ اور بعض روایات مین ہے کہ اس سے زادراہ لائے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کا رزق تھا اور اسمین سے کچھ تمھارے پاس موجود ہو تو ہم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے اسمین سے کھایا۔ اور بعض روایات مین ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے۔ پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپنے ابوعبیدہ ؓ کو سردار کرکے ایک ٹکڑا علیحدہ کرکے روانہ کر دیا۔ اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر مین سفر کرتے ہین اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہین سو اگر اس سے وضو کرین تو پیاسے رہجاتے ہین بھلا سمندر کے پانی سے وضو کرین تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہور ہے اور اس کا مردار حلال ہے رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانورون کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثناء نہین کیا اور بعض نے کچھوے و مینڈک کو مستثنی کیا اور امام ابوحنیفہ ؒ نے کہا کہ جو دریا مین مر جاوے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائے گی بسبب عموم قولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابوہریرہ مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی ؒ نے حدیث ابوہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات مین سے شمار کیا ہے۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام مین شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام مین ہو ف اور بری صیود وہ ہین جو خشکی مین جیتے ہین اور مفسر سیوطی ؒ رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہون جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی ؒ کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہون یا نہ کھائے جاتے ہون سب کا شکار حالت احرام مین ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد مین مصرح ہو اور یہی امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ کا مذہب ہو اور توضیح کلام یہ ہو کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہو پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق مین یہ شکار مثل مردار کے ہو اب رہا یہ کہ دوسرے لوگون کے حق مین کیا حکم ہے تو امام مالکؒ ابوحنیفہؒ اور بنا بر یکی از دو قول شافعی وہ ہر دوسرون کے حق مین بھی مردار ہے خواہ وہ محرم ہون یا حلال ہون اور یہی قول عطاءؒ و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن و غیرہم کا ہو اور اگر محرم یا محل نے اسمین سے کچھ کھایا تو اسمین علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسپر جزاء لازم آئے گی اور عطاءؒ سے مروی ہو کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اسپر دو جزاء لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے پر جزاء نہ ہوگی اور یہ امام مالکؒ نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہو بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کے پھر حد مارے جانے سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جو کچھ اس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول احسن و اصوب ہے۔ اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ابن عبد البرؒ نے یہی قول حضرت عمر بن الخطابؓ ابوہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطاء فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ مین امام ابوحنیفہؒ سے اسکے خلاف پایا ہے۔ **قال** اور ابوہریرہؓ سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے
(جیسے امام ابوحنیفہؒ کہتے ہین)
شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتویٰ دیا کہ ہان کھاوے پھر عمر بن الخطابؓ سے اپنا یہی فتویٰ دینا بیان کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتویٰ دیتا تو مین تیرے سر کو دکھ پہونچاتا۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ۔ **قال المترجم** لم یصح لسعید روایۃ عن عمرؓ عند المحدثین **قال**۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیہ کریمہ کے اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ یہی قول طاؤسؒ و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالکؒ و شافعیؒ و احمد و اسحٰق نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کیواسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہین ہے بسبب حدیث صعب بن جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابواء مین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے اسی وجہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہو پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اس نے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابوقتادہؓ کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام مین تھے انھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہو۔ **قال المترجم** یہی مذہب ابوحنیفہؒ ہے۔ **قال** اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن حنطب از جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنکہ خشکی کا شکار درحالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود نہ شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داود و النسائی و الشافعی و الترمذی۔ یہ حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے ولیکن ترمذیؒ نے کہا کہ مطلبؒ کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویت کی جاتی ہے۔ از عثمانؓ ست کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ انھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا یکسان حال نہین ہو یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہو جاتی ہو مترجم کہتا ہے لیکن یہ معلوم ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیون پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اسی کی طرف

حشر کئے جاؤ گے ف یعنی مآل کار بندوں کا قطعاً موت ہے پس زندگی میں موافقت رکھیں تاکہ ثواب و راحت پاویں اور مخالفت نہ کریں ورنہ عذاب و دکھ پاویں گے جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ کعبہ اس کا نام یوجہ اسکے کہ مربع ہے ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کردینا اور عرب کے اکثر گھر مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ انکے بلند و ابھرے ہونے کے خراہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال میں سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہیں اور ارجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہے قولہ اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسا بیت کہ حرام کردیا گیا اسمیں قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندوں کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری نے بتقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح - اور بیت درحقیقت وہ کہ چہار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمیں بیتوتت نہ ہو لیکن اسمیں کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ کیواسطے بمنزلہ علم کے ہوگیا اور جعل یہاں متعدی بدو مفعول ہے اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنے ایسا کردیا بقرینہ دعائے حضرت ابراہیم ؑ جو سورۂ حج وغیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی لیکن صواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق قضائے ازلی کے واقع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا - بالجملہ یہاں دو مفعول ہیں - اول کعبہ ہے اور دوسرا مفعول فرمایا قِیٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی بیت الحرام کو بندوں کیواسطے قیام کردیا ف اے لیقوم امر دینہم بالحج الیہ و دنیاہم بامن داخلہ و عدم التعرض لہ و جبی ثمرات کل شیء الیہ یعنی اس خانۂ مکرم کے سبب مردوں کے دین و دنیا کے کام ٹھیک ہوتے ہیں پس دین کے کام اس طرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقویٰ کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہیں کہ زبان سے انکا بیان نہیں ہوسکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور دنیا کے کام اس طرح کہ بحکم قولہ تعالیٰ و من دخلہ کان امنا - جو اسمیں گھس گیا وہ جب تک اسمیں ہے کوئی اس سے تعرض نہیں کرسکتا وہ امن میں ہوگیا - اور لقولہ یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیء ہر قسم کے پھل پیدا و اس کی طرف لگے لیجاتے ہیں اور یہ عظیم قدرت الٰہی کا ظہور ہے کہ اس ریگستان میں بندے جو قدرت کے قبضہ میں مسخر ہیں ضرور یہ تینوں لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور کھجور و پانی برسوں انکی غذا ہے اور کچھ مضرت نہیں پہونچاتی - حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہیں کہ اس سے جذام ہوجاتا ہے - ولیکن ظہور قدرت الٰہی ہے کہ وہاں کچھ ضرر نہیں ہوتا - ف فی قراۃ قیما بلا الف - اور ابن عامر کی قراءۃ میں قیامًا کی جگہ قیمًا بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہے قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یائے تحتانیہ میں تبدیل نہیں ہوئی ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ اسکا حول و عور کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیم دراصل قوم نہ تھا بلکہ یہ یائی ہے اور اخفش نے کہا کہ اسمیں تین لغات ہیں - قیام و قوام و قیم اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ صیّر اللہ الکعبۃ البیت الحرام حال کو یہاں قیاما للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام کردیا درحالیکہ وہ لوگوں کیلئے قیام ہے - لیکن اول ارجح و اظہر ہے اور وہی مفسرؔ نے اختیار کیا - وَالشَّہْرَ الْحَرَامَ اے جعل الشہر الحرام قیاما لہم بامنہم القتال فیہا یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو بھی ان کے واسطے قیام کردیا کہ ان مہینوں میں لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہیں اور الف لام جنس کا ہے اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہیں - وَالْہَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ اے جعل اللہ الہدی و القلائد قیاما لہم بامن صاحبہم من التعرض - یعنی ہدی و قلائد کو بھی بندوں کیلئے قیام کردیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی و قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ ولا الہدی ولا القلائد ولا آمین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربہم الآیہ کے تحت میں بیان ہوچکی ہے وہاں رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اس سے تعرض نہیں کرتے تھے - ذٰلِکَ اے الجعل المذکور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا - لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اسواسطے یہ سب کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو آسمانوں میں ہے اور سب جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف کیونکہ تمہارے نفع حاصل ہونے و مضرتیں دور ہونے کیواسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کردینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو موجود ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسمیں قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کی مصدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہیں اور زمانہ کی گردش سے ان میں کوئی تغیر نہیں ہے اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

Marfat.com

تو اُن کے دین و دنیا دونون کیواسطے نہایت خوبی وبھلائی ہے لیکن لوگون نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ شیطان نے صراط مستقیم سے بیراہ کیا اور طریقۂ جور مین لاکر خوار کیا نعوذ باللہ من ذلک فتدبر۔ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے ف یعنی کفر و شرک انکار و خلاف کرنیوالون کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے ف یعنی فرمانبرداری وطاعت وایمان لانیوالون کے حق مین مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کھلا حکم پہونچا دینا ف یعنی تم کو حکم آلہی پہونچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے۔ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَکۡتُمُوۡنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمہارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر بُرے ہین تو عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسرؒ نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہوسکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اسطرح کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہی اور ایک حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگار مومن کو مخفی فرمادیگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرماوے گا مین نے دنیا مین تجھ پر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہو کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) ف۔ عرائس مین ہو کہ قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کعبۂ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور نو صفات کے پرتو سے منور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے ادراک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر کمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت وکبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف مین ان کو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیرون کی نظرین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ عالم کیواسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰؑ کو کوہ طور سے اور عیسیٰؑ کو صیعر سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو کعبۂ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہے کہ جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سینار سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل وغیرہ کتب انبیاء مین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلۂ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور وخیال واعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہو جاتا ہے پس اُس کے آثار جلال عارفون کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہین شبلیؒ نے کہا کہ چشمہائے مردم کا امام کعبہ ہو اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام باین معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المترجم کعبہ مین جس طرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک زائد ہی یعنی اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے مین بھی وہان اسے کثرت سے عذاب ائد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہان بھی حرام ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عزوجل پر نظر رکھے اور بعض نے قولہ قیاما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج اور ٹیڑھا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبۂ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اُس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہو جائے گا۔ اگر کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جاکر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی وشرائع کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہو کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین۔ جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کا خود ہی رد کر دیا جو شیطانی بندے ہو کر اندھے ہو رہے ہین

قُلۡ لَّا یَسۡتَوِی الۡخَبِیۡثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَکَ کَثۡرَۃُ الۡخَبِیۡثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ع ۲

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگر تجکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو شاید تمہارا بھلا ہو۔

قُلْ لَّا یَسْتَوِی کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہیں۔ الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ خبیث اور طیب خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیون مین مومن و کافر یکسان نہیں ہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مال حلال و حرام یکسان نہیں اور اچھی بات و بری بات برابر نہیں بالجملہ جس چیز مین خبث ہو اور جو چیز طیب ہے وہ دونون مساوی نہیں ہین بلکہ طیب ہی خوب اور خبیث خراب۔ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو ف یعنی اگرچہ نظر مین جو خبیث ہو وہ بسبب کثرت کے تجکو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کر خبیث مین اسقدر کثرت ہو کہ اسکے مقابلہ مین خوب پاکیزہ بہت کم ہین کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ لعل و موتی اگر کم ہین تو کنکر اپنی کثرت کیوجہ سے اُن سے اچھے نہین ہوسکتے ہین اور اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خلقت مین یہ بات جاری ہوچکی ہے کہ بھلے کم ہون گے اور بُرے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہے ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور وہی یہان از راہ حکم کے معتبر ہے۔ پھر اعجبک مین خطاب ہر ایسے شخص کو ہے جو عبرت و نصیحت کی لیاقت رکھتا ہے اور ادنی یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ پس اے اہل عقول تم تو تقوی الٰہی بکھوف یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقل والو خبیث کو چھوڑ دو اور طیب پر اکتفا کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤ گے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندون کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اسکے نزدیک برابر نہین یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر مین آیا کہ ما قل وکفی خیر مما کثر والہی یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور لہو مین ڈالدے۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم مین اپنی اسناد کے ساتھ ابو امامہ رضی سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت نہ ہو۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث پر تحذیر ہے اور اس آیت مین اہل عقل و ایمان کیلئے وسوسۂ شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا مین اُن کے سامنے یہ منظر عجیب آویگا کہ اہل کفر و ضلالت مین جو دنیائے ملعونہ کو آراستہ کرین بہت دنیاوی عروج مین کثرت سے ہون گے پس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل نہ ہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے بھلا کیون نہ مانتے پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیائے ملعونہ کو انھین لوگون کو دیگا جو ملعون ہین لہذا جب صحابہ رضی اللہ عنہ نے سب سلطنتین فتح کین تو صرف عدل و حق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ اُن کا زہد و تقوی تمام متواترات روایات مین ماثور ہے فاستقم واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقوی یہ نہین ہے کہ ذرا ذرا سی بات مین کرید کرکے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالیٰ نے اپنے عادل بندون صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ پوچھ کر مسائل سے منع فرمادیا۔ حدیث مین ہے کہ وہ شخص بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کردی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْــَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ
اے ایمان والون مت پوچھو بہت چیزین کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو بُرے لگین اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اُترتا ہے تو
تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ
کھول دی جاوینگی اللہ نے اُن سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا۔ ویسی باتین پوچھ چکے ہین ایک لوگ تم مین سے پہلے پھر ہوئے اُن سے منکر ہوئے۔

لوگون نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کیے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اے ایمان والون چیزون کو مت پوچھو ف واضح ہو کہ سیبویہ و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے پس لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اور فراء و اخفش و کسائی و ابو حاتم وغیرہ نے اسکو اصل شئے کی جمع قرار دیا لیکن وزن مفرد مین باہم اختلاف ہے اور معنی یہ کہ جن چیزون کی ضرورت نہین ہے ان کو مت پوچھو اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

یعنی اگر بیان کردی جائین گی تو تم کو ناخوشی دینگی ف بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون مین ہے۔ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ اور اگر تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھو گے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جائین گی ف معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین تم چیزون کو پوچھو گے تو اُن کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا۔ لہذا تم ان مت پوچھو۔ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے اس سے عفو کیا ف عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسألوا سے مفہوم ہے اور معنی یہ کہ عفو کردیا اللہ تعالیٰ نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نوع اشیاء کی طرف راجع ہے جس سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کی جاوینگی تو تم کو گوارا نہ ہونگی خواہ بوجہ دنیادی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص اولاد زنا ہے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے حج کو پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور آیندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہون کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ متقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہے کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً تاڑی کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی۔ پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الٰہی کے عفو تھین پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو ادا کرلیجاتے تو مابعد والے حتی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم مین پڑ جاتے پس سوال سے ممانعت بھی اس اُمت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہے اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کرکے اُنکو اپنے اوپر لازم مت کرو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤ گے اور خراب ہو گے پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ غفور حلیم ہے ف بندون کے گناہ بخشنے والا ہے اور اُن کی بے ادبی پر اُنکو حلم سے جلد ماخوذ فرمانے والا نہین ہے۔ قَدْ سَأَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون سے سوال کیا تھا۔ قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہین ف یعنی اگلی اُمتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس اُن کے احکام بیان کرکے جواب دیدیا گیا اور اُن کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ پھر وے لوگ ان چیزون سے کافر ہو گئے ف باین طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باین معنی کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور ان کو مباح کرلیا کہ بے تردد اُن کے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہو گئے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اس بارہ مین باب باندھا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہین بیان کین اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہے کہ عن انس بن مالکؓ کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منہ چھپائے روتے ہین حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تب یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و النسائی۔ و عن انس بن مالکؓ ایضاً کہا کہ لوگون نے حضرت صلعم سے سوال کرنے شروع کیے یہانتک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھو گے مین ضرور تم سے بیان کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنیوالا ہے پس مین داہنے بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے

پھر عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہوکر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر میں آج کے دن سا میں نے نہیں دیکھا کہ جنت دوزخ کی تصویر میرے روبرو کردی گئی کہ میں نے اس دیوار کے ادھر دیکھی۔ رواہ ابن جریر والبخاری ومسلم اور ایک روایت میں ابوہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ تھا جب منبر پر آئے۔ اور یہ بھی زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں عفو کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا۔ رواہ ابن جریر باسناد جید اور مرسل روایات میں اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہوا اور سدیؒ کی روایت قصہ میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کھڑے ہوکر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا۔ عن ابن عباسؓ ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے سو بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی وہ کہاں ہے تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری۔ عن علیؓ جب یہ آیت اتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ۔ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہے آپ خاموش رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا اگر میں ہاں کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور اگر یوں واجب ہوجاتا تو تم سے ہرگز نہ ہوسکتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یا ایہا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال غریب۔ اور یہ معنی بروایت ابوہریرہؓ وابو امامہؓ بھی مروی ہیں اور ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اور اگر میں ہاں کہدیتا تو واجب ہوجاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کرسکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہوجاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا۔ تو یہ کفر مقابل ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہے اور ابو امامہ کی روایت میں صرح ہے کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا۔ اور نیز اسمیں ہے کہ آپنے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے امتوں کو ان میں کے ایسے سرغنہ لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالنے والے ہوئے اور قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ اگر میں تمھارے لئے تمام وہ چیز جو روئے زمین پر ہے حلال کردوں اور فقط ایک موزہ بھر جگہ اسمیں سے حرام کروں تو تم اسی قدر میں فتنہ میں پڑوگے۔ رواہ ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے ممنوع ہے کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ہوں۔ اور نیز کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اسکے پوچھنے سے حرام ہوگئی ولیکن اگر قرآن مجید میں مجمل نازل ہوا تو اسکے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی۔ وقولہ عفا اللہ عنہا ۔ جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کو عفو فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو مجھکو جبتک میں تم کو چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے۔ اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کردیں ان کی ہتک حرمت نہ کرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کیواسطے سکوت ہے کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو۔ اور حدیث ابن عباسؓ میں جو قصہ فرضیت حج میں ہے۔ یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑ دو جبتک کہ میں تم کو چھوڑوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اسکو بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کردیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہوگئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم منتظر رہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

اس کا بیان خود قرآن مین مل جائیگا۔ رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ وقال المترجم کلام مجید مین جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن انکو نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد وکمال ایمان وتوفیق الٰہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم بصریح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس اُمت کو مانند اگلی اُمتون کے کتاب الٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہو کہ علماء کے اجتہاد آسانی وسختی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر پر اُن کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہو اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہو فتامل وافہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ قولہ لا تسئلوا عن اشیاء۔ یہ اشیاء وہی بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ آگے فرمایا۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا کذا ولا کذا۔ اور عکرمہؒ نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے۔ رواہ ابن جریر ومراد عکرمہؒ کی یہ ہو کہ ان آیات سے سوال کرنے مین جبکہ پورے کئے جاوین تو بعد اُسکے اگر کفر وانکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی اُمتون پر ہوا تھا ولیکن مترجم کہتا ہو کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہو ولیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہے چنانچہ ادنی تامل سے واضح ہے پھر جاننا چاہیئے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہو ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ مقید ہو جن کی حاجت نہین اور مزید تکلیف کے موجب ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ اُمور دین ودنیا مین سے جن کی حاجت وضرورت ہو اُن کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور حدیث مین جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصور رکھکر ہلاک کیا تو آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ قاتلہم اللہ الا سألوا فانما شفاء العی السوال یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط راے سے کیون کہا کہ تیمم نہین روا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کرے پس ظاہر ہوا کہ ضروری اُمور مین سوال جائز ہے۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ جب یہ بات ہو تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتین اُن کے احکام جمع کئے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہو کہ فقہ والون نے وہ اصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے مسند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے مجتہدون پر آسانی حاصل ہو گئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ اُنھون نے اس غرض کو برباد کر کے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہو جو دین اسلام مین مفسد اور اسرار شریعت سے جاہل اور نفاق پھیلانے والی ہے۔ نعوذ باللہ من الضلال **ف فی العرائس**۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار ومکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت وکشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اُس کے حقائق کو مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرینگے پس اُن کی محرومی اُن کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہونگے اور اللہ تعالیٰ عز وجل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہے اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہو کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات وان کے قصص وحکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین۔ بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین واولیاء کے مقامات ودرجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہو کہ تباہ ہو جاؤگے شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات ومقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب ادب ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کریگا۔ تو وہ کمبخت قاسی القلب ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک حجاب مین پڑ گیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت وعمل معرفت چاہیئے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شرع مین

Marfat.com

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ میں خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی میں دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا۔ عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہیں اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہیں اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگوں کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتیں بنانیوالا سمجھتے ہیں اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی اُن کو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہیں سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم میں گیا پھر عجب ہے کہ اسکو ولی جانتے ہیں اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہے کہ ظاہر و باطن میں سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافروں و مشرکوں و بدعتیوں روافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہے کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہیں اور حکم الٰہی و سنت رسالتپناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ
نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى
اللہ پر جھوٹ اور اُن میں بہتوں کو عقل نہیں اور جب کہئے ان کو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول
الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
کی طرف کہیں ہم کو کفایت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ نہ علم رکھتے ہوں
شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝
کچھ اور نہ راہ جانتے ہوں۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ یعنی اے ماشرع اللہ نہیں مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری رح نے بمعنی سمّی تجویز کیا یعنی نہیں نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جانور کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہیں بیان کئے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جوکہ خلق ہے یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تبدیل ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تبدیل ہو پس یہاں جعل تکوینی نہیں بلکہ تشریعی ہے۔ شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ ماجعل یہاں بمعنی ماشرع ہے اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف میں بحیرہ پر اور من زائدہ ہے بغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشا۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السموات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اے ما صیّر اللہ من بحیرۃ مشروعۃ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلا ضرورت ہے علاوہ بریں مقادیہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ میں من کی زیادت بغرض نفی مطلق بحیرہ ہے از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللہ من بحیرۃ۔ ہیں پھر بحیرہ بروزن فعیلہ مشتق از بحر ہے بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانوروں کے واسطے ان کے جسم میں علامات ہوتے تھے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ اُن کی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھیں اور یہ سب کافروں نے اپنی طرف سے بنائی تھیں اُن میں سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن آذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے اُن کو یہ باتیں کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو آیندہ جو روایات آئی ہیں اُن میں توفیق دینا آسان ہے۔ وَّلَا سَآئِبَةٍ اے سیبہ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ وَّلَا وَصِيْلَةٍ اے وصل کی ہوئی اور وجوہ اُسکے مابعد میں مذکور ہوں گے۔

Marfat.com

وَلَا حَامٍ کیونکہ اُسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہین رکھتے تھے بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہین کیا۔ اور نہ
کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانۂ جاہلیت والے اُنکو بتایا کرتے تھے قال المفسر بخاری رحمۃ اللہ نے سعید بن المسیبؒ سے روایت
کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جسکا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کیلئے کردیتے اور آدمیون مین سے اسکو کوئی نہین دوہتا تھا قال فی الکمالین بحیرہ خواہ اونٹ
ہو یا اونٹنی اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جاوے
اور وصیلہ وہی اونٹنی جو پہلے بیدہن مادہ جنی پھر دوسرے بیدہن بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کے واسطے انکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اُسنے
ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملادیا اور دونون بیدہن کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہین جنی ہے اور حام وہ نر اونٹ ہے جو چند محدود جفتیان کھا چکا پھر جب
وہ اسقدر جفتیان پوری کرتا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہین جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے
تھے۔ وَلٰكِنَّ یہ واو حالیہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا و لیکن اول اولیٰ ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ
و حام نہین مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ جو کافر مشرک ہوئے ہین وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین
ف چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو یہ حکم دیا ہے وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ اور ان مین سے بہتیرے سمجھتے نہین ف کہ یہ افترا ہے کیونکہ انھون
نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہین ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے
بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیبؒ سے بخاریؒ نے جو روایت کی ویسی ہی مسلمؒ
و نسائیؒ نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلۂ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاریؒ نے ابو الیمانؒ کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر سیوطیؒ نے ذکر کی ہے اسمین سائبہ
کے ذکر کے بعد یہ بھی ہے کہ سعیدؒ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چکی کی طرح
کھینچتا پھرتا ہے اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے اسکے مانند روایت کی۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے
اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چکی کی طرح گھمائے پھرتا ہے سو مین نے کوئی شخص اُسکے ساتھ زیادہ
مشابہ تجھ سے نہین دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجکو ضرر کرے تو آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ تو مومن ہے اور وہ کافر ہے
اسی نے پہلے پہل دین ابراہیمؑ کو بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر تحدیثا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق
عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ و قدرواہ عن ہناد عن عبیدۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعا بنحوہ او مثلہ و لیس
ہذان الطریقان من الکتب قال المترجم اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی حجاز مین پہلے بت لایا ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچے پھرتا ہے
رواہ احمد یعنی گدھے کی طرح چکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول معروبن ابراہیم علیہ السلام
وہ عمرو بن لحی ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہے جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے آگ مین اسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اسکو منھون سے کاٹتی اور کھرون سے روندتی ہین قال ابن کثیرؒ پس
یہ عمرو بن لحی وہی رئیس خزاعہ ہے جو جرہم قبیلہ کے بعد خانۂ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین
بت لایا اور لوگون کو اُنکی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالین قال المترجم اوپر کی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے

قسم میں بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بت پرست گائے بکری وغیرہ جانوروں سے بھی بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل وگروہ میں جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورہ انعام میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آویگا لیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہاں بھی مترجم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ پیٹ جنتی تو پانچویں کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھاتے عورتیں نہیں اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے **قال المترجم** اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی رح نے کہا کہ جب پانچ پیٹ مادہ مادہ جنتی تو اونٹنی کو بحیرہ کر کے حرام کر دیتے تھے اور مجاہد رح نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمیں بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ پیٹ تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتویں پیٹ پر اگر بکرا یا دو بکرے جنتی تو بچہ ذبح کر کے مرد کھاتے اور عورتوں پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس پیٹ مادہ جنتی جنمیں نر کوئی نہ ہوتا تو چھوڑ دی جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابو روق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز کہیں جاتا تو وہ نذر میں اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتویں پیٹ کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول میں ہوتے تو وصیلہ کر دیتے۔ عن سعید بن المسیب وصیلہ اونٹنی ہے کہ پہلے پیٹ پر مادہ جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اسکا نام رکھتے کہ اسنے دو مادہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے **وکذا قال مالک رح** اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ پیٹ میں ہر بار دو دو ایک ساتھ جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردوں کو حلال و عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جنی تو اسمیں مرد و عورتیں شریک ہو جاتے تھے۔ رہا حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ مادہ پر چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو کذا قال ابو روق وقتادہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حام نر اونٹ جبکہ اسکے بچے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی پس اسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے اور نہ اس کے بال کاٹتے اور جہاں چاہے جسکی چراگاہ و حوض میں چلا جاتا کوئی اسکو منع نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام کے بیان میں وارد ہوئے ہیں اور منشاء انکا یہی ہے کہ عرب والے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ وگروہ آپس میں مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہیں اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پرانے پھٹے دو کپڑے میرے بدن پر تھے تو آپنے مجھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کون مال ہے میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والا بچہ جنتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو یوں ہی جنتے ہیں پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انہیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہیں اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہیں۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیہ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین عرب میں بعضے تو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑ دیتے اور باہم احکام میں اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا یعنی اپنے ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہیں لہذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک میں رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک میں دینا تو کچھ نہیں ہے اور اگر چماروں سے لیکر چرنیاں چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہیں ہوتی ہے پس باب الکراہت ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں ہو جاتا لیکن یہ قسم ہو جاتی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اور جب ان مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ آؤ اس چیز کی طرف جو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اُتاری ف یعنی قرآن کی پابندی کرو وَ اِلَی الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف ف یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حلال ہے۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کہتے ہیں کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ف یعنی جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہمکو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اے حسبہم ذلک لوکان آباؤہم لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا کافی ہوگی اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف ف اور یہ استفہام انکاری ہے اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب دلانے کو واؤ حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جہالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے اور حاصل آنکہ دین میں اقتدا تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہے کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی پیروی فرض اور یہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا اور رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہے لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اُسپر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشوں کو رب نہیں بناتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے (رواہ الترمذی وصححہ) پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلاف حکم خدا اور رسول کے باتیں بناوینگے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ چہ مذاہب ائمہ دین وا اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیویں تا کہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہوگئی ہیں لہذا ہر دیندار پر آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے و اللہ الموفق۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمھارا کچھ نہیں بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم سب کو پھر وہ جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو ف مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اے لازم پکڑ زید کو پس انفسکم کو نصب بطریق اغراء ہے اور نحویوں نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہر ادبہ حرف جر ہے مثل علیکم۔ اور الیک عنی مجھ سے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر اور ظاہر امضاف الیہ ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اغراء کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح ودرستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ نہیں ضرر دیگا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر رہو
ف۔ اور بعض نے مضاف مقدر کیا یعنی نہیں ضرر دیگا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہین
کہ اہل ایمان کو کہ وہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان وہدایت پر رکھین ثابت وقائم رہین اور کسی گمراہ سے نہ ڈرین کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ یہ مضبوطی
کے ساتھ ہدایت پر قائم رہین۔ اور تفسیر مین اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسر نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب مین سے
گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہین بدلیل حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ مین نے حضرت صلعم سے اس
آیت کو دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ آپس مین ایک دوسرے کو معروف شرعی باتون کا حکم کرو اور مانو اور آپس مین ایک دوسرے کو ممنوع باتون سے منع کرو
یہان تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے
لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ **قال المترجم** یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے
نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ لے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کیواسطے یا بد بات نہ کرنے کیواسطے نصیحت نہ کرے تو شاید
اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتون کا حکم
کرنا اور بد باتون سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگا دی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کرین اور خواہش نفس کی پیروی کرین اور دنیا
کو دین پر اختیار کرین اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہے کہ لوگون کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر
بمعروف او نہی از منکر نہایت ضروری وواجب فرض ہے اگر اسکو چھوڑیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات واحادیث
دلالت کرتی ہین پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محل یہ ہے کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال مین اسکا اثر نہ خیال کرے یا اُس سے اپنے اوپر
دینی ودنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف ونہی از منکر چھوڑنے کی گنجایش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ
حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ وابن مردویہ وبیہقی وابن جریر وابن ابی حاتم وبغوی وطبرانی وابن ماجہ وحاکم وترمذی نے
روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اُسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث مین اسطرح زیادت ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ دو اور البتہ تمہارے
پیچھے ایسے دن آنیوالے ہین کہ انمین صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنون مین راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیون کا ثواب
ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مین کے پچاس مردون کا سا ثواب یا اُن مین کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم مین کے پچاس آدمیون کا سا ثواب
ملیگا۔ **قال المترجم** لیکن زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف مین مذکور ہین وہ پورے ہونے کے قریب ہین لیکن انداہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے
نہین ہوئے ہین اگرچہ ایسا ہے کہ تھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگون کو سمجھاؤ اور باز رہو واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعری رض سے روایت
ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپنے پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ آیت پڑھی۔ یاایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ تم کہان پہونچے اسکے تو یہ معنی ہین کہ کافرون مین سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہین جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ
اس روایت کو دلیل صحیح ہے کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ آیت مین اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس
بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یاایھا الذین آمنوا
علیکم انفسکم الآیۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف ونہی از منکر ضرور نہین ہے حالانکہ
مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگون نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع مین منع ہین اور اسکو نہ مٹایا یعنی یہ سمجھایا اور نہ منع کیا تو قریب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

ان سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا کہ واللہ یا تو تم امر معروف و نہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچے گا - رواہ الدارقطنی وابن حبان و احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی وابوداؤد وصححہ الترمذی اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہے چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوئے انسے انکو کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھین - پھر ایک زمانہ اخیر آنیوالا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنون نفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد و حسد و کینہ نہ تھا اور یہ بات اُن کی باہمی جھگڑون کے خیال سے نحوست سمجھو بات وہی ہے جو ہمین نے بیان کی اور تاوقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہو اور دل منور نہ ہو اسکی بحث مت کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم انمین دلی حقد و حسد نہین ہے فلیتفکر اولوا الالباب واللہ الملہم للصواب پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہے تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے عدم مضرت اور مسلمانون کی ہدایت واہتون کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہے اور یہ بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہے - ابن مسعودؓ سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہے ولیکن قریب مین ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تم (یعنی جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاو کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے یہ نصیحت قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت مین تم کو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو - ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جو ہمارے بعد آوینگے اگر کہین گے تو اُن کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا کہ مآل کار اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہین آیا اور عیسیٰ بن مریم جب تک نہین اُترینگے تب تک نہ آویگا - اور ابی بن کعبؓ نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا - ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہے سو ایک دوسرے کی طرف اُٹھے پس حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اُٹھکر اُن کو امر معروف و نہی از منکر کی فہمایش نکرون تو دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے علیکم انفسکم الآیۃ - سو ابن مسعودؓ نے سنکر فرمایا کہ ٹھہر اے شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہے اور قرآن اُترا جب اُترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ اُن کی تاویل تو اُترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اُن کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جبتک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایکدوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور بدی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل اور تمھاری خواہشین مختلف ہو جائین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسوقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی - رواہ ابن جریر - ابن جبیرؓ نے کہا کہ یہ آیت میری اور میرے اصحاب کیلئے نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچا دین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق مین ہے جو ہم سب کے بعد آوینگی - رواہ ابن جریر - اور قتادہ رح نے ابو مازن رح سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمانؓ مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا ان مین سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو اُن مین سے بعض نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہین آیا ہے - رواہ ابن جریر اور جبیر بن نفیرؓ سے روایت ہے کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور انھون نے امر معروف و نہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل الآیۃ - تو سب کے سب ایک زبان مجھ پر جھک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی تجکو اس کی مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے سو مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اُٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہین معلوم اور نہین جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال
واسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی
ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہین کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصری ؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمدللہ
کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہین کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ جب
تو نے معروف شرعی کا حکم کردیا اور منکر سے منع کردیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جائے تجھکو کچھ ضرر نہین ہے اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف
کے بہت بزرگون سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ **قال المترجم** قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین
آمنوا علیکم انفسکم یعنی مومنو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض و واجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ ہے کہ دوسرون کو امر معروف اور نہی از منکر کرو۔ پھر لا یضرکم من ضل
اذا اہتدیتم۔ جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کردیا پس نسق وفجور
والون کے عذاب مین تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولی و اصح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات الٰہی کو بجالاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب و لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی
گمراہ ہوا کرے تم کو کچھ ضرر نہین ہے۔ ابن المبارک نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپسمین ایک دوسرے کو
نصیحت کرو پس اس آیت مین امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ **قال المترجم** یعنی اس آیت مین بہت جید وقوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط
ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الٰہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر مین
مروی ہین سب بجائے خود صحیح ہین درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے فلیتامل۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے
ف۔ یعنی آخرت مین ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ ایک چھٹکے مین فیصلہ ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ پس تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کریگا ف۔ حتیٰ کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کرنیوالا خود آگاہ نہین ہوا اور محصول اُسکا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب
اور ہر عاصی گمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہے اور تنبیہ ہے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائے گا۔ اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہے
کہ زبان کی حفاظت چاہیئے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا
ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہین ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہین جانتا ہے پس جو
حالت زبان کی ہے اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہانتک واجب و لازم ہے ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم
الآیۃ۔ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا با ین گمان کہ نہین بنتے ہین یہ فقط نفس و وہم کا قصور و فتنہ ہے پس
اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہین لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ دیگر آیت کریمہ مین ایک دو لطیفہ ہے کہ
قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس امارہ کی چھپی باتون کو دیکھتے و پہچانتے رہو اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا
دعویٰ کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ سے دعویٰ کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانوگے تو قہر ازلی کا بھید تم پر کھل جائے گا اسی واسطے معروف ہوا
کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور جس نے اوتعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آگیا پھر اسکو کسی کا فریب کا مکر
فریب ٹیڑھی راہ نہین لیجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہوگیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق مین نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق
مین اصلاح ہو جاتا ہے سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک ابھرا نہین فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ ۔ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہین اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین مین دفن کرتا جاتا ہے تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ مین دفن کرتا ہے تو اسکا قلب زیر عرش پہونچ جاتا ہے ۔ محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تونے لوگون سے اُسکے شر کو دور کیا تو یہ بڑا حصہ تونے ادا کر دیا ۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات اُنکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُس نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے ۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی مین مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا ۔ شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کرنے ۔ اگر تو اس کی برائیون کی اصلاح کرنے مین اور اُس کے عیبون کے دور کرنے مین مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان مین گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ۔ ورنہ وہ تجکو بلا مین ڈالکر ہلاک کر دیگا ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ مین شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق سر کا بیان کیا ہے سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہے فلیتفکر ۔ اور جب نفس سے ادائے امانت و استقامت ہے اور بخل و خود رائی نہین تو زمین عدل سے معمور ہے لہذا فرمایا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

اے ایمان والون گواہ تمھارے اندر جب پہونچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ

معتبر چاہین تم مین سے یا دو اور ہون تمھارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر پہونچے تم پر مصیبت موت کی ۔

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

دو نون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تم کو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے

ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى

قرابت ہو ۔ اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین ۔ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ

دو نون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے اُن مین جو بہت

الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۡ اِنَّآ اِذًا

نزدیک ہین پھر قسم کھاوین اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے اُن کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہین کیا نہین تو ہم

لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰي وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ

بے انصاف ہین اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری

تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ع ع ۱۴

اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علماء معانی کے نزدیک از راہ اعراب معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہین ۔ کذا ذکرہ القرطبی ۔ اور مکی نے کہا کہ اس مین جو علوم ہین وہ چار جز و سے زیادہ مین بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علماء معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین از راہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور مین ح

نے یہان بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہے باجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت مین بانی علم والے
بندے وقت مین آگئے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہے کہ اُسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم
لیکر پابندی کرتے ہین اور جسقدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہین اُسیقدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل
ہوتے ہین والحمد اللہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ کلام مستانف متعلق بامور دنیا مربوط بامور آخرت ہے اسلیے
کہ کوئی امر دنیاوی نہین جو مومن کے حق مین ثواب کا مورث نہ ہوے لہذا اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا فرمایا۔ شَهَادَةُ
بَيْنِكُمْ چاہیے کہ گواہ ہوجاوین تمھارے درمیان مین پس یہ خبر بمعنی امر ہے اور شہادۃ کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہے کیونکہ ظرف ہے بمانند قولہ ہٰذا
فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین شہادۃ ما بینکم تھا بمانند ہذا فراق ما بینی۔ کے۔ اور شہادت کے معنی مین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہان بمعنی وصیت ہے
اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اے یمین ما بینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفال نے
نے اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے اسکو ضعیف کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے بمعنی خبر و اقرار کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کیلیے یا کسی دوسرے
شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ مین شرح مذکور ہے۔ وجہ اس اختلاف کی اور منشا اس تاویل کا آئندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شہادۃ بینکم اذا حضر
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ یعنی شہادت تمھارے درمیان مین جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہین۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ مبتدا اور
اثنان خبر ہے اور یہ بنتا نہین تو جواب آنکہ شہادۃ بصورت خبر اور بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہووین دو شخص کما قال الشیخ المفسرؒ اور بعض نے کہا کہ ذوالشہادۃ اثنان یعنی
گواہ ہوجانیوالے دو ہین یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین یعنی گواہی تمھارے درمیان دو مردون کی گواہی ہے اور حین بدل از اذا ہے یا حضر کا ظرف ہے۔ اور بدل کی
تقویت کی گئی بنا بر ینکہ اسمین تنبیہ ہے کہ وصیت ایک امر مہم ہے اسمین سستی و غفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ مستدل
ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہون اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان پر وصیت پوری کردے۔
حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہون تو گواہ کردے وصیت کے وقت دو مردون کو پھر دونون کو بیان کیا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ یعنی دونون تم مین
سے دو عادل ہون پس تین احتمال ہین کہ منکم یعنی من المؤمنین اے مومنون مین سے ہون۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ
سے ہون۔ سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنیوالے کے اقارب مین سے ہون کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے
عمدہ خیرخواہ و اصلاح کرنیوالے ہون گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والون مین سے
ورنہ اپنی ملت اسلام والون مین سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح و عدل واجب جانے گا۔ ہان بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے
کہ انمین سے کوئی ممکن نہین ہوتا مثلاً بتجارت کفرستان مین گیا لہذا اہل کفر ہی وہان ملین گے یا ساتھی کافر ہون اسی واسطے آگے فرمایا۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ
غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝
شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباسؓ و ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل
مسلمین سے ہون اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور علی ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوئے کہ یا شاہد ہون دو مرد تمھارے غیر سے یعنی تمھاری ملت اسلام کے سوائے
غیر ملت سے دو مرد گواہ کرلیا اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک مین اور وہان تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین
ظاہر یہ ہے کہ شرط مذکور یعنی قولہ ان انتم ضربتم فی الارض الخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہے اور معنی یہ ہین کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم مین سے دو مرد عادل

گواہ ہوں اگر تم میں سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت میں اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمھارے غیر ملت ہوں اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت میں ہے یعنی آنکہ یوں شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہاں مصیبت موت پیش آئی۔ قال المترجم مفسرؒ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ میں معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخران من الغیر بھی روا ہیں کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاقی موت آنے میں ذوا عدل منکم۔ پائے نہ جاویں۔ تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کر لو اور چونکہ اُن کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہیں ہے لہذا اگر شک ہوئے تو اُن سے قسم لے لی جاوے۔ قال ابن کثیرؒ اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخران من غیرکم۔ کہا کہ غیر مسلمین میں سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاری میں سے۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید بن المسیب و یحیی بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلز و سدی و مقاتل و عبد الرحمن بن زید وغیرہم سے ایسے مانند مروی ہے اور ابن جریرؒ عکرمہ و عبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر میں نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمہارے قبیلہ سے ہوں یعنی وصیت کرنیوالے کے قوم و قبیلہ سے ہوں ابن کثیرؒ نے کہا کہ بنا بر اس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہوں قال المترجم قول اول پر تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافروں کی مطلقاً شہادت یا کافروں میں سے اہل کتاب یہود و نصاری کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ میں ہو۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق میں روا ہونا ثابت نہیں ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر اس عدم جواز کے تخصیص کرتی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہیں کہ کافروں سے ہوں بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہوں گے بدلیل حدیث و آیت دیگر کے فافہم۔ اور بر تقدیر یکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت میں کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ بھی لازم آویگا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کافروں میں سے دو مرد وصی کرو تو پس وہ محذور وارد نہ ہوگا مگر آنکہ معنی وصیت میں تامل ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قولہ و آخران من غیرکم ای من غیر قبیلۃ الوصی اسکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالی ان انتم ضربتم فی الارض۔ اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں فاصابتکم مصیبۃ الموت پھر وہاں تم کو مصیبت موت کی آ پہونچی ہو پس ہو مسلمانوں کے نہ ملنے کے وقت ذمیوں و کافروں کا گواہ کر لینا انھیں دونوں شرطوں سے جائز قرار پایا۔ ایک یہ کہ ایسے سفر میں ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت میں ہو اور شریح قاضی رحمۃ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمشؒ نے ابراہیم نخعی سے انھوں نے شریحؒ سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاری کی گواہی نہیں جائز ہے مگر سفر میں اور اسمیں بھی نہیں جائز ہے مگر فقط وصیت میں رواہ ابن جریرؒ رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ مثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے۔ قال ابن کثیرؒ امام احمدؒ اس مسئلہ میں متفرد ہیں اور باقی تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیوں کی گواہی مسلمانوں پر نہیں جائز ہے ہاں امام ابو حنیفہؒ نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس میں ایک دوسرے پر گواہی دیں تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہو گی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہیں تو جواب میں وجوہ ہیں۔ الاول معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہوں زہریؒ نے کہا کہ سنت میں یہ بات مقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہیں روا ہے نہ حضر میں اور نہ سفر میں اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی میں ہے و لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہیں عائد ہوتی ہے اور یہاں قسم مذکور ہے۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے قال ابن کثیرؒ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اسمیں علماء کے دو قول ہیں محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اسنے مال لیکر سفر کیا اور وہاں

(ترجمہ ہے دو عادل)

ف یہ تینوں تابعی ہیں اور بیشتر ان میں صحابی کہ بعض تابعی نے بعض نے بعض سے روایت کی ہے اور نام اسنادیہ ہے کہ شیخ ابن جریرؒ نے کہا حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو معاویہ و وکیع قالا حدثنا الاعمش عن ابراہیم عن شریح الخ و ہذا الاسناد جید صحیح ۱۲

اسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو اُن کو اپنا ترکہ دیوے اور اُن پر دو عادل مسلمان گواہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع **قال المترجم** اور یہ بیان اُس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے مفاد بعد آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر ہے۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر وصی ہوں تو وہ وصی و شاہد دونوں وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تمیم الداری و عدی بن بدار سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریر نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جسمیں گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے احکام پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہیں ہوسکتا علاوہ بریں یہ حکم خاص گواہی خاص در محل خاص ہے اور اسمیں وہ امور پیدا ہوئے جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اُس کے گواہ میں شک ہوا تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجائیگی۔ وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ ہے جیسا کہ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعویٰ نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریر نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی موید جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ وصیت سفر میں ہے جیسا کہ آتا ہے اور یعنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ یعنی سفر میں۔ اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہیں اور تم نے مسلمانوں کے سوائے کسی دوملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر گیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے پس اگر ترکہ پورا بدون شک شبہہ کے وارثوں نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن عباس رض و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اسواسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو اس میں جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب دین والے اسوقت کو معظم جانتے تھے اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف و اجتناب کرتے تھے اور زہری رح نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور **سدی** رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصود یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا جاوے جسوقت لوگ مجتمع ہوں کہ اُن کے حضور میں قسم کھاویں تاکہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان باللّٰہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربیٰ یعنی ان ارتبتم فیہما فیقولان بعد الصلوٰۃ و لیقسمان۔ حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہوں کو کھڑا کریں اور دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے اور اس کے عوض میں یعنی اُس کے عہد عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلیں گے اگرچہ وہ شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا ہے نہیں چھپاوینگے اور اگر ہم اسکو چھپاویں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللّٰہ کے اشارہ سے ابن عباس رض وغیرہم نے کہا ہے کہ آخران من غیرکم۔ سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے۔ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا یعنی پھر اگر دونوں گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں مستحق ہوئے ہیں کسی گناہ کے ف یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو گناہ کا موجب ہے مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے بایں طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں پر خیانت کا اتہام ہو اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی۔ فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم اُن کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں دوسرے دونوں۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ وہم الورثۃ یعنی دوسرے دونوں ان لوگوں میں

مین سے ہون جن پر استحقاق ہوا ہے یعنی وصیت کا ان پر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہین پھر وارثون مین سے بھی کیسے دونون وارث ہون تو بیان فرمایا۔ اَلْاَوْلَیٰنِ اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ یعنی یہ دونون ایسے وارث ہون کہ ان مین سے ہر ایک میت موصی کیساتھ ناتے مین اولی ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثون کے۔ وفی قراۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین اور ایک قراۃ مین جو غیر مشہور ہے بجائے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہے پس یہ الذین سے بدل ہے یا صفت ہے۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہون پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو میت موصی کے وارثون مین سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہون وہ بجائے گواہون کے اس بات مین قائم مقام ہون کہ اُن سے قسم لی جاوے۔ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ۔ پس وہ دونون قسم کھائین اللہ تعالیٰ کی ف۔ کہ میت کے دونون گواہون نے خیانت کی اور کہین لَشَہَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَہَادَتِہِمَا۔ کہ ہماری گواہی احق ہے بہ نسبت ان دونون کی قسم کے ف۔ یعنی ہماری قسم بہ نسبت اُن دونون کے سچی ہے۔ وَمَا اعْتَدَیْنَآ۔ اور ہم نے اعتدا نہین کیا۔ ف۔ یعنی قسم کھانے مین سچائی اور حق بات سے تجاوز نہین کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ روی البخاری ان رجلا من بنی سہم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء وہما نصرانیان فمات السہمی بارض لیس فیہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجدوا الجام بمکۃ فقال ابتعناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السہمی فحلفا وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ۔ وفی روایۃ فمرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام ودفعا الی اہلہ ما بقی مفسر نے ان آیت کریمہ کے معنی خلاصہ کر کے بیان کر دیئے ہین اگرچہ آیت کریمہ مین دلالات دیگر ہین بالجملہ جو مفسر نے معنی بیان کئے وہ توضیح کے ساتھ یون ہین کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ جس مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہون تو چاہیئے کہ گواہ کر لے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ معنی ہین کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہون یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ و اتفاق سے مسلمان نہ ملین تو غیر ملت سے ہون تاکہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اُس کے وارثون کو پہونچا دین پھر اگر وارثون کو ان دونون کی طرف شک پیدا ہوا اور وارث دعوی کرین کہ ان دونون نے کوئی چیز ترکہ مین سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس علم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ خبر دینے کی وصیت کی تھی تو چاہیئے کہ ان دونون سے قسم لی جاوے اور قسم مین وقت کی تغلیظ کی جاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے اور عبارت قسم مین تغلیظ کی جاوے جیسا کہ فیقسمان باللہ لا نشتری بہ ثمنا ولو کان تا قولہ لمن الآثمین۔ مذکور ہے پھر اگر یہ دونون اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اس کے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون نے جھوٹ قسم کھائی ہے مثلاً جو چیز گم ہوئی ہے وہ ان دونون مین کسی کے پاس نکلی اور ان دونون نے دعوی کیا کہ میت نے ہم کو ہبہ کر دی یا ہم نے اس سے خریدی ہے اور وارثون نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہین پس قسم کھلائی گئی تو میت کے وارثون مین سے جو سب سے قریب ناتے دار ہون وہ اُن دونون کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھاوین قال المترجم۔ وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاوینگے اور اس مین دلیل ہے کہ قسم مین تغلیظ کرنا روا ہے مثلاً جو وقت تعظیم کے ہین مانند عصر وغیرہ کے اسوقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مکہ مین رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم لے یا مدینہ مین مسجد نبوی مین یا بیت المقدس کی مسجد مین یا دوسرے شہرون کی بڑی مسجد یا جامع مسجد مین قسم لے ولیکن فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مانند اللہ وحدہ لا شریک حی قیوم خالق رازق علیم و شاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتین ممنوع ہین اُن سے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسیطرح کی بے بنیاد بات پر جو فسق ہے تغلیظ نہ کرے۔ پھر آگے مفسر نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہین ہوتی ہے یون جواب دیا کہ آیت مین موت کے در پیش ہو جانے پر دو مردون کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی

ف۔ مقامات اور اوقات متبرکہ مین قسم لینا جائز ہے ۱۲

Marfat.com

اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت مقرر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاویٰ حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و پرہیزگاری بتانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم نے گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہے تو احتیاطاً اُس سے قسم لی جائے لیکن زیر مفسر نے کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ واشہدوا ذوا عدل منکم میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمدؒ نے برخلاف تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اسی واسطے کہ وہ وقت بڑی برکت وجماعت کا ہے ہر قوم وملت کے نزدیک لائق تعظیم وقت ہے تو قسم بھاری ہوگی کہ جھوٹی قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے سب سے قریب ایسوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں دو ہی کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہے جسکے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف وخلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ وابن مردویہ وابن جریر وابن المنذر وطبرانی ونحاس و ترمذی وبخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بنی سہم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا تمیم الداری وعدی بن بداء کے ساتھ اور یہ دونوں اسوقت نصرانی تھے۔ پھر سہمی ایسے شہر میں مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اُس پر سونے کی تحریریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا) پس اُس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اُتری (بعض روایت میں ہے کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اُتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پا لیا اور جس کے پاس نکلا اُسنے کہا کہ ہم نے تمیم وعدی سے خریدا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انہما استحقا اثما الآیہ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص بن وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس مرد میت کے اقرب وارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سرزمین میں مریض ہو کر تمیم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا تھا

قال المترجم ابن عباس نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن بداء کے اور ہم دونوں نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ بیمار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا تمیم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اُسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہیں دیا تمیم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو درہم اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلا دیں الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہو لیکن یہ قصہ ابن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا

Marfat.com

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علماء ثقات تابعین نے بیان کیا ہے اور اسمیں بیان ہے کہ قسم لینا
بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ
ان میں مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہدہ روایت ہے جو ابو موسیٰ اشعری کے زمانہ میں کوفہ میں واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور
اسمیں مذکور ہے کہ ابو موسیٰؓ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونے کے بعد پھر نہیں ہوا تھا اور اس واقعہ کے
بھی دونوں وصی نصرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہیں کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا
اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اُسکا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰؓ
سے روایت کیا اور دونوں اسناد صحیح ہیں۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نویں سال مذکور ہے پس جو شخص اس
آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اتنا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ قال المترجم تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ حباشہ کے
کتاب الاشربة صحیح مسلم میں مروی ہے ولیکن اُنکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا استدلال اسوقت تک ضرور نہیں کیونکہ وہ اُن کی جہالت کے حال کا واقعہ ہے
مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰؓ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہیں ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت تھی ابو موسیٰؓ میں ابن عباسؓ سے ہے
کہا ابو موسیٰؓ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونوں نصرانیوں سے قسم لیویں تو میں نے کہا کہ یہ دونوں آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہیں کرتے ہیں آپ ان
دونوں سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لیجئے۔ قال المترجم شاید ابو موسیٰؓ نے اسکو نہیں مانا بلکہ احتیاطاً جو وقت میں حضرت صلعم
کے زمانہ میں قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباسؓ سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہیں بلکہ تغلیظ مقصود ہے۔ عن ابراہیم النخعی وسعید بن جبیر
ان دونوں نے کہا کہ جب سفر میں کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانوں میں سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب میں سے
دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونوں ترکہ لاویں پس اگر وارث لوگ اُن کی تصدیق کریں تو دونوں کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں کو متہم سمجھیں تو
نماز عصر کے بعد دونوں سے قسم لی جائے کہ واللہ باللہ ہم نے نہیں چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریرؒ۔
علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثوں نے دونوں کی گواہی میں شک کیا تو دونوں سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ
واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہیں خریدا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہوں کہ دونوں کافروں نے اپنی گواہی میں جھوٹ
بولا تو اولیاء میں سے دو مرد کھڑے ہوں اور قسم کھاویں کہ واللہ دونوں کافروں کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا پس کافروں
کی شہادت رد کردیجائے گی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائے گی۔ وہکذا روی العوفی ایضاً عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے
آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین وسلف رضی اللہ عنہم نے یوں ہی تقریر کیا ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا۔ یہ حکم ایسا ہے کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کریں شہادت کو اوپر اسکے طریقے کے ف
یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ درصورت خیانت کے وارثوں سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے
یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنا بر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونوں وصی (بنا بر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کریں
جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہیں یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کردیں اسمیں کچھ تحریف وکچھ خیانت نہ کریں۔ أَوْ يَخَافُوْٓا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌۢ بَعْدَ
أَيْمَانِهِمْ۔ یا خوف کریں کہ پھیر دی جائے گی قسم بعد اُن کے قسم کھانے کے ف یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثوں کی طرف۔ حاصل آنکہ
یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک شہادت دیں یا اُن کی قسم کے بعد وارثوں کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے ہندہ کہتا ہے کہ

[illegible]

یا تو سچ بولنا اختیار کریں یا فضیحت ہو۔ اور مفسر رح نے لکھا۔ او اقرب الی ان یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانهم علی الورثة المدعین فیحلفون علی خیانتهم وکذبهم
فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہے اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ ان کے قسم کھانے کے بعد پھیر دیجاوے گی قسم وارثوں کی
طرف جو ان کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالیں گے تو یہ ناحق فضیحت ہوں گے اور مال بھی پھیر دینا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ
بولیں گے۔ قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف او کے کیا معنی ہیں تو میں کہونگا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہے اس بات کی طرف کہ
گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحق الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی
کہ مدعی کی طرف قسم پھیر دی جاتی ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثوں نے اس قصہ میں دونوں نصرانیوں
پر دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھالی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور ان کا جھوٹ
قسم کھانا کھلا تو دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے میت سے خریدا ہے اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدے کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید
واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں بقولہ فان اطلع علی امارة تکذبهما فادعیا دفعاله ، وصی کے مدعی اور
وارثوں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور
ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہے از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو اسکو بھی چھوڑ دو۔ وَاسْمَعُوا۔ اور سنو۔
ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہرے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود
پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھٹکا پھریگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا راہ خیر کی
طرف اس قوم کو جو فاسق ہیں ف یعنی اسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں پس فی الی سبیل الخیر متعلق لا یهدی ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝
جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جانتا

یَوْمَ یَجْمَعُ۔ زجاج نے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو ف وہ دن قیامت ہے اور یہ یا تو متعلق ہے اتقوا کے یعنی ڈرو
اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر میں جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکروا یا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی
بیان کر دے اور نصیحت کر دے کہ یاد کریں وہ دن کہ جس میں اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہے فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ
پھر فرماویگا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرماویگا کہ وہ کیا جواب ہے
جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا ولیکن یہ
دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ واذا الموءودة سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنی زمانہ جاہلیت کے
عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور دب دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موءودہ لڑکی سے پوچھا جاویگا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی اور
مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اس پر حجت قائم ہو جائے اور ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی ہے اور بعض نے
کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب باجبتم ہے۔ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے ف یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم
نہیں اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہے کہ یہ امر یقینی ہے اور پہلے یجمع و یقول فرمایا کہ اہل ایمان دنیا میں اس کی تاویل کے منتظر نہ ہوں۔
إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ بیشک تو ہی ہر چھپی بات جانتا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ انھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دلوں میں

Marfat.com

چھپا یا جس کو ہم نہیں جانتے ہیں۔ غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونوں معنی میں آتا ہے در اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب
ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہیں تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے۔
اس سے پوشیدہ کہاں لیکن مراد یہ کہ جو بندوں کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنت و
دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہیں سو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے
اور کسی بندہ پر یہ صادق نہیں ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہو حتیٰ کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہاں مرے گا
کوئی قطعی یقینی طور پر نہیں جانتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر انھوں نے یہ کیونکر
کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہو کہ قولہ ماذا اجبتم۔ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمہاری دعوت توحید کو قوم نے کس
قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت میں اُن کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع
اُن کو اسکا کلیہ علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہو الا جسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ
ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا۔ میں بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقاً
نہیں ہو بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہو ہمارا علم کچھ علم نہیں۔ امام رازی نے کبیر میں کہا کہ رسولوں کو
یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہو کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب میں پڑینگے اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا عالم و دانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر
جہل نہیں اور حلیم ہو کہ وہاں سفہ کا نام نہیں اور عادل ہو کہ وہاں ظلم کو دخل نہیں تو انھوں نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل
اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہو تو انھوں نے ادب اسی میں دیکھا کہ سکوت کریں اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف سپرد کریں
اور اسی کے عدل پر چھوڑیں پس کہا کہ لا علم لنا۔ اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہیں جو انھوں نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہو اور اسی طرح
جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم اُن کی بابت ایسا نہیں جیسا تیرا علم ہے اور مفسرین نے جواب دیا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ و فزعہم ثم
یشہدون علی اممہم لما یسکنون۔ یعنی محققین علماء نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہوں گے پس یہ حال
اُس وقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہوں گے پس اُن سے یہ علم
جاتا رہیگا کہ اُس کو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھوں نے ایسا اور ایسا
کیا اور یہی جواب صحیح و یہی سلف سے مروی ہے۔ ذکرہ الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی نے کہا کہ رسولوں سے یہ قول بسبب
ہول روز قیامت کے ہوگا عبدالرزاق نے مجاہد سے۔ روایت کی کہ جب وہ تعالیٰ جل جلالہ فرمادیگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے
عرض کرینگے کہ لا علم لنا۔ اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہیں۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ
الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام میں ہوں گے کہ وہاں عقلوں کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاوینگے تو کہیں گے
کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام میں اُتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم۔ اے تمہارے بعد
امتوں نے کیا کام کئے اور تمہارے بعد کیا نئی بدعتیں نکالیں تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من
طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی فی الآیۃ رسل علیہم السلام حضرت حق عز و جل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم
کیا ہو کچھ نہیں تو ہی خوب جانتا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان تین اقوال میں سے شیخ ابن جریر نے اسی تیسرے

Marfat.com

قول کو اختیار کیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ اُو تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو در حقیقت علم ہے ہمارا کچھ
علم نہیں یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی
شناخت نہیں ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا
کچھ نہیں ہے۔ **قال المترجم** کوئی شک نہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہیں کہ لفظ میں بندوں پر بھی اطلاق ہوتے ہیں جیسے
علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف ہیں جسکو اہل الحق یوں تعبیر کرتے ہیں کہ نہ بندہ محض مجبور مانند پتھر وغیرہ کے
ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر بین بین یعنی بیچ بیچ میں ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اور حیوانی عقل سے باہر ہے
لہذا اس عبارت میں تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب میں اس کی
شان پر حقیقت میں صادق ہیں اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل
اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت
باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ پس لاعلم لنا ہر طرح سچ ہے اسمیں دروغ کو دخل ہی نہیں ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لاعلم لنا
دروغ ہوا جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمیں ادراک سے عاجز ہے لہذا جواب اسلم وہی جو مجاہد و سدی و حسن
وغیرہ سے بر بنائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت میں بسبب ہول فزع کے ایسا کہیں گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ
رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔ لایحزنہم الفزع الاکبر الآیۃ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے
مطلق فزع کی نفی نہیں۔ اور نیز حزن یعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیا علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہیں اُن کو رضا حق سے محرومی
نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسل علیہم السلام اُس دن
بہت دہشت میں ہوں گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال الٰہی عزوجل کے سوائے ایک سالت مآب محمد مصطفےٰ
صلعم کے کہ آپ کو اُمت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپ کے خصوصیات میں سے ہے فلیتفکر ثم اشکروا الحمد للہ رب العالمین ف۔ **قال فی العرائس**
قولہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول الآیۃ۔ صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کیلئے بندوں کی ارواح کو مواقع و اوقات ہیں سو حالت حیات
میں جبتک دائرہ دہر و حدوث میں گرفتاری ہے ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہے پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب
ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت میں کہ دن و زمانہ وہاں آخر ہے تو سب خالص بندے و مرسلین و نبیین و ملائکہ جمع کئے جائیں گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے
تو عارفین وہاں جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہوں گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہاں کے مردے وہاں زندہ ہیں تو دم ہمیشہ دن
میدان سرور میں نور کے گھوڑوں پر سوار درگاہ اُنس میں خوشحال جاوینگے اور وہاں مقامات بہت ہیں پس ایک مقام پر تو اُن کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ
انعام بود بندوں کیلئے بسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرماویگا۔ اور ایک مقام میں اُن کو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم و تراکم سے جبکہ کبریا
و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدوث تو جو کچھ اسمیں ہے سب کچھ عزت و قدم میں مضمحل ہو جاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہو گئے اور
کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہوں گے اور ایسے ہی خطاب ہے۔ قولہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول
ماذا اجبتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو عارف کر دیا کہ ربوبیت میں عبودیت عاجز ہے اور قدم میں حدوث فنا ہے اور یہ اُن کو خطاب و منادی سے معلوم ہو چکا
تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرا دیا اور یہ علم صادق ہے کہ خبر میں مطابق معائنہ ہے اور یہ نہیں کہ عرفان کے لئے اور کافروں کے خذلان کیلئے

Marfat.com

ہے ورنہ اوتعالیٰ شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہے ہرگز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہو سکے اور یہان علم و جہل اسکی مخلوق ہین معنی آنکہ ظہور انکشافی ہین اسکی تکوین ہے علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا اعدام داخل قدرت ہین یا نہین مترجم کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کرنیوالے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہون اور کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلا دے والسلام ۔ واضح ہو کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم کو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہے اور ہم کو اسکا علم نہین تو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہے پھر جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے اور ہم کو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا ۔ اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہین کہ انک انت علام الغیوب ۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود غیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے مؤکد کیا حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہے فافہم ۔ قال الشیخ ۔ اور ہر گاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و از خود رفتہ ہوگئے تو ارواح دپاکیزہ و خرم ہوئین لیکن اشباح و صور مین مضمحل و از خود رفتہ ہوگئین اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلون مین ہے وہ ادا کر سکین یہ بسبب رعب دبدبہ خطاب حضرت رب العزت جل جلالہ کے ۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو ان کو جواب دیئے تھے وہ حضرت اوتعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور مین اظہار کرین یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ ان کی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنےوالون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلین گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیحیائی کرچکے ہین پھر بندگان خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہ ہو سکے تو انھون نے علم الٰہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کرچکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہے مگر تو تو ایسے شخص کے سامنے جو اس کو نہ جانے ادا نہ ہوگا فافہم ۔ قال الشیخ اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار مین مخفی کیا وہ ہم کو نہین معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب ۔ واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو ہم کی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے ہوئے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہوگئین ۔ اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ اوتعالیٰ داناتر ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اٹھانے والی ہین اور انبیا کی شناخت مین بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے ہین اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا ہم کو علم ایسی حالت مین کہان کہ تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے ۔ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہین اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وارد ہونے کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مرجاتے ۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہم کو تیرے سوال کی سمجھ نہین لہذا ہم سے کوئی جواب نہین ہے بعض نے کہا کہ جب انپر ظہور حق تجلی علم سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول گئے ۔ اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہین تھا کہ جو کچھ انکو جواب دیا اس سے نادان تھے محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہوا اسکا ہم کو کچھ علم نہین ہے ۔ فافہم

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ وقف لازم

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی مین نے تجکو روح پاک سے

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین اور توریت

وَالْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ

اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم پھونکتا اُس میں تو ہو جاتا

طَيْرًا بِإِذْنِي ۖ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۖ

جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے

وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے

مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا

اُن میں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ یقین لاؤ مجھ پر

بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ

اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کرنے سے ان لوگوں کو توبیخ کیا بعد ازاں اس آیات معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے بیان کر کے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگوں میں سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ ان کو معبود اور الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظرف متعلق بفعل مانند اذکر ہے اور یہ یاد دہانی و نصیحت ہے کہ ایسا ہونیوالا ہے پس اسوقت سے سمجھ لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہوگا بمعنی آنکہ قطعی الوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہیں کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ اونکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کیے کہ انکو الٰہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے دونوں گروہ جھوٹے ہیں اور یہ بیان انعامات عیسیٰ و اُن کی والدہ کے اصل حالات مقدمہ و تمہید آئندہ کلام کی اور وہ قولہ انت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات میں جو عیسیٰ علیہ السلام و اُن کی والدہ پر انعامات وغیرہ اور اُن کی دعا سے پیروی کرنے والوں پر فضل ہوا اور نافرمانوں پر عتاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو غرق منت و احسان فرماویگا اور ان کے بارہ میں افراط و تفریط کرنے والوں کو ملامت و سرزنش کرنے کو یوں خطاب کریگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکرگزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال میں یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس تم وہ ناہنجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خوار ہو اور نیز وہ قوم جو اس کو اپنا معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اس کو رسول کیا اور اُس کی ماں کو پاک بندی عبادت کرنیوالی و اس زمانہ کی تمام عورتوں سے برگزیدہ و دیندار بنادی پھر خاص خاص انعام کر یاد دلایا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ف جبکہ میں نے تجکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف اور قدس بمعنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے جہاں جاتے وہاں ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان میں مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت

باتین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے بلکہ وہی اعانت جبریل علیہ السلام مراد ہے اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف۔ یہ جملہ اعراب مین ایدتک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور مہد مین یعنی حالت طفولیت مین و کہل مین یعنی زمانہ سن کہولت مین۔ حاصل آنکہ مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن و جوانی مین چنانچہ جب مریم کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی گہوارہ مین سے چند روز کے بچہ تھے۔ بولے کہ انی عبداللہ آتانی الکتاب الآیۃ یعنی مین اللہ تعالیٰ کا بندہ ہون مجھے اس نے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہے حالانکہ اسوقت تک انجیل اتری بھی نہ تھی اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان و معجزہ ہے اور بحالت کہل مین تو سبہی باتین کرتے ہین ان کی تخصیص کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھ پر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا۔ بخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہے کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب و جوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین علاوہ برین کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا۔ کما قال المفسر لیفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران۔ کیونکہ وہ سن کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا بلکہ اترینگے تو وہی سن قریب کہولت کے ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مر جاوینگے اور مسلمان انکے جنازے پر نماز پڑھکر دفن کرینگے۔ یہان سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے اور جاننا چاہیئے کہ مشرکون و کافرون سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار و اخبار مروی ہین وہ مفصل ایک ایک موجود ظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتی کہ اسی سے نصاریٰ نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ راہ دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ ان کا قصور ہے اور اسی سے ان کی حالت خراب ہے۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو واللہ الہادی وہو المضل و نعوذ باللہ من الضلال۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کہولت مین ان کی یکسان باتین ہین اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے سن مین رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا پھر سن کہولت مین زمین پر اتارے جاوینگے اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب اس کی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مذکور ہوا ہے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقا۔ اور بربنائے روایت حاکم و قول شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہے الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت مین امتنان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا کہ طفولیت و کہولت میں انکا باتین کرنا متحقق ہوگا الا صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ نے طفولیت و مہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انی عبداللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہے اور مؤلف فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی ان سے پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اور صحیح ہوا کہ چند بچے ایسے ہوئے ہین جنھون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے ازانجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برئیت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیرخوار تھا اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے۔ فافہم۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

داُن کی اُمتین بلائی جاوینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاوینگے اُن کو مقرب فرماکر اوتعالیٰ اُن کو اپنی نعمتین یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیہ ۔ پھر فرماویگا أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار مین نے نہین کہا اور اگر مین نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاویگا تو وہ کہین گے کہ ہان اِس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام اسمین یہ مذکور ہے کہ حجت قائم ہوکر نصاریٰ کو صلیب آگے کردی جائے گی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جاوینگے ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ ۔ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ اور جب سکھائی مین نے تجھکو کتاب اور پکی باتین ف ۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقرینہ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔ اور توراۃ اور انجیل ف ۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب الٰہی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث مین بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنابر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب آنکہ حضرت عیسیٰؑ کو ان دونون کتابون سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑے کرتے تھے تو آپ توریت سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیساکہ انجیل مین جو ملحقات حوار یین مین اسمین یہ بات مصرح ہے پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ ۔ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِيْ ۔ اور جب تو بنانا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے ف یعنی مٹی سے پرند کی ہیأت کے مانند تصویر بنانا تھا پس خلق یہان تصویر بنانے کے معنی مین ہے اور پیدا کردینے کے معنی مین نہین ہوسکتا بقرینہ مابعد کے اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیساکہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کردینا اور کہیئۃ الطیر مین کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران مین تمام تفسیر گذر چکی ہے یعنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر تو دم مارتا اس ہیأت مین ف یعنی ساختہ تصویر مین پھونکتا تھا ۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِيْ ۔ پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے ف یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے ۔ پس باذنی سے تصریح کردی کہ اوتعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت وارادت کی تاثیر ان کے نفخ پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ اُن کو یہ اختیار نہین کہ جو چاہین وہ کرین بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہین اور عوام اس کرامت کے لائق نہین ہین پس عوام جاہل یا بدبختیر سے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہین کہ فلان ولی چاہین تو ایسا ہو جاوے حتیٰ کہ یون سمجھتے ہین کہ اگر ندر نیاز نہ کروگے تو وہ ایسا ضرر پہونچاوینگے یہ سب اُن کی جہالت وگمراہی ہے ۔ شاہ ابوالحسن ؒ نے خوب لکھا ہے ؎ ولی کو گو کہ قرب کردگار ؛ پر نہین تقدیر مین کچھ اختیار ؛ خود ذو نزاان کو گر سمجھے کوئی ؛ یہ غباوت ذہن کی ہے اور کجی ؛ اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے ؎ اولیا را ہست قدرت از الٰہ ؛ تیر جستہ باز گرداند زراہ ؛ اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہین سمجھتے کہ اس کے تو صاف یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ مین سے پھر آوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے واسطہ سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر مین وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰ کے واسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین شرکت کرنا چاہیئے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے ۔ زیادہ دھیان

Marfat.com

گنجائش نہین تفسیر کی طرف رجوع کرون. پھر اور کرامت یاد دلائی بقولہ. وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادر زاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا. پس جالینوس وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ مین موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا. وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي اے. واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے مردون کو ان کی قبرون سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چارون جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہونا معلوم ہوتا تھا اسمین حضرت عیسیٰ کی قدرت و اختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عز و جل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰؑ مکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کیواسطے وہ محل قرار پائے تھے. اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت و ارادہ الٰہی ضرور ہے اسی واسطے مفسرؒ نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی. پس جہان مشیت نہین متعلق ہے وہان ظہور نہ ہوگا حتی کہ سوائے مذکورین کے اگر عیسیٰؑ کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہو کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہین اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہین پس ان کی مشیت و ارادت وہی ہوتی ہے جو تقدیر او تعالیٰ کی ہے اور یہ اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے اور واضح ہو کہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمٰعیل حدثنا محمد بن طلحۃ یعنی ابن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل. کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب موافق ارادہ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت مین تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت مین الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی مدح و ثنا بیان کرتے پھر سات نامون سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد اور جب انکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمٰن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب. ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے ایسا ہی نسخہ موجود مین ہے اور شاید ہذا اثر غریب جدا ہو اگرچہ اسناد جید ہے اور اسمین شک نہین کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ظاہر ہوگی اور شاید تبارک الذی و الم تنزیل السجدہ انکو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب. پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ. وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ. اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جسوقت انھون نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا. إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ. جب تو لایا اُن پاس نشانیان ف یعنی جبکہ تو اُن کے پاس رسالت الٰہی پہونچانے کو معجزات کیساتھ گیا تھا. فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ. ان مین سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے. ف یعنی کفار لوگ کہ. إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ. نہین یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو مین نے باز رکھا. اور ایک قراۃ مین بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہین کہ نہین یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر. اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یون ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اُٹھایا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نہ کرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی مین تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالیٰ قادر مختار ہے جس طرح جو کچھ چاہے وہ کرے پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ. وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي. اور یاد کر جبکہ مین نے وحی کی حوارین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے. وَبِرَسُولِي. اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰؑ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء و کتب و انجیل پر ایمان کو ہے اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص با نبیاء علیہم السلام ہے حوارین کو نبوت نہ تھی تو جواب یا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عرب مین بمعنی امر ہے اے حکم دیا مین نے حوارین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام. اور یہی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قولہ ان آمنوا بی و برسولی یعنی اوحیت بان آمنوا بی الخ اسکا مؤید ہے. وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ

میں ہے کہ بلا خلاف یہاں وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیۃ میں وحی الہامی ہے ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت میں قولہ اذ اوحیت الی الحواریین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا لیکن مضمون سے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا الہام فرمایا۔ **قال السدی** رح اُن کے دلوں میں یہ بات ڈالدی۔ قالوا اٰمنا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰ پر پورا ایمان لائے واشھد بأننا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں ف پہلے ایمان وپھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص توحید و مرادف ایمان ہے اور نیز اظہار ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر میں بھی انقیاد و اطاعت کی ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک الآیۃ یعنی خالص ارادت ومحبت والوں سے بیان کردے جو میں نے تجھ پر کشف جمال واظہار علوم غیب وتجلی کا انعام کیا اور تیری ماں پر کلمہ خاص القا کیا جبکہ اُس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن بصبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح تجلی بجلال جمال سے آدم علیہ السلام میں پھونکی تھی کیا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ صورت عیسیٰ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہوگئے اور لاہوتیت و ناسوتیت کے امتزاج کی تہمت سے بسبب روح القدس کے مقدس ہوگئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و نور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس۔ آنکہ میں نے تجھکو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھکو مقام عبودیت و شریعت پہنچوا دے اور بشریت کے گہوارہ میں تیرے ساتھ رہے کیونکہ تیرا اصل نور ربوبیت سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھکو مقام ہستی میں سکون نہ ہوسکتا بلکہ تو فانی و نابود ہو جاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال میں لکھا کہ ان میں سے بعض پر القائے روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت۔ اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پر روح الصلاح والحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القاء ہوا اور ان کے اسرار میں وہ باتیں پوشیدہ ہیں کہ انکا بیان وتعبیر نہیں ہوسکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب الحظ باقی ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی روائی نہیں مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا پس جس کو قدم میں صحبت روح سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس میں واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہے کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم وگمان وبیان سے باہر ہے۔ بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جسمی میں سے کسی چیز سے ممتزج ومرکب میل نہیں پائے گی بلکہ میں نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس ومطہر کردیا ہے تاکہ تو میرے سوائے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور میں نے تجھکو اس جسم میں بطور عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال میں آدم کو جنت میں مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیاوی کے میل کچیل سے طاہر و پاک ہوجاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونوں پاکیزہ ہوگئے اور دونوں کو محل قدس کی طرف اٹھالیا اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد میں اُس کے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کردیا اور یہ محض قوت الٰہیہ اور ظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد میں عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وصف و قدس وجلال وربوبیت وکمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اسمیں فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمیں تا زمانہ کہولت رہا حتی کہ بندگان الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ صفات وقدس جلال وحسن جمال سے عارف کرکے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المھد وکھلا۔ اور اسمیں اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الید تھی کہ بغیر سیکھے سکھلائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا **قال المترجم** قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا بل یداہ مبسوطتان الآیۃ۔ تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ واکابر محدثین

وسلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہین بلکہ یہ ایک صفت ہر اوتعالی کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہین ہر اور یہ بحث
اوپر تحت آیہ کریمہ مصدورہ بیان ہو چکی ہے یہان شیخ نے یہی کہا کہ اوتعالی نے جو عیسی علیہ السلام کے حق مین یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب۔
یعنی یاد کر کہ مین نے تجھکو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُن کو تعلیم آلہی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ
فرمایا بقولہ والحکمۃ۔ اور مراد اس سے معارف محبت مین اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ
پس عیسی علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تا کہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب فی الحکام معلوم
ہون پھر زیادہ کیا بقولہ ۔ والانجیل ۔ اسمین ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت آلہیہ کا ظہور اسکے
مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمین تھی اسکے نفخ سے پرند کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہر کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت مین سے ہے
اسکا ظہور اس بندہ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھا دیکھتا اور کوڑھی اچھے ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام بندون کی نظر سے غائب
و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون سے کہتے وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے
شیخ ابو علی رودباری نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہر تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و
استعداد کے ظاہر ہوتے ہین ولیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہر تعالی اللہ عز وجل۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنوا بی و
برسولی۔ وحی آلہی جو رسولون علیہم السلام کی طرف ہوتی ہر وہ خاص ہوتی ہر اور عام اور خاص وحی جو انبیا علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے
اور عام بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہر اور وحی خاص کے چند مراتب ہین۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات
پھر جو وحی کہ بذات تعالی و تقدس ہر وہ خاص مقام توحید مین بدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہر اور وہ مقام فنا ہر اور وحی صفات ہوتی ہر مقام معرفت مین
جبکہ تجلی جلال ہوتی ہر اور وہان محل بقا ہے۔ **قال المترجم** فنا اول مقام توحید کا مکر فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم۔
اور وحی بفعل مقام عشق و محبت مین ہوتی ہر اور وہان منازل انس و انبساط ہین اور اس مقام مین تو اولیا کو بھی انبیا علیہم السلام کے طفیل مین حصہ ہر
اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہر اسمین اولیا کو کچھ بھی حصہ نہین ہر۔ **قال المترجم** ولی کو طاقت نہین کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور
یہ تو خیر اسپر بڑھکر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پردون کے بعد نہین ہو سکتا گا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالی جانے
کہ کسقدر حجاب ہے گئے ہین اور لوح محفوظ اور وہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہین ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی
ہے کہ پڑھے لکھے عالمون کی تو یہ نوبت ہر کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہین اثر نہین لوگفار و مشرکین و عوام کو کیونکر سمجھا دین حاشا و کلا کہ دروغ بولتے
ہون لیکن اللہ تعالی اُن کو جزائے خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اُنھون نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھون کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو
بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوجھے تو یہ مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہر وہی قادر و مختار ہر جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد
دم مارے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت ہذا کما قال تعالی فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیۃ۔ اور
(من قول المترجم)
یہی منزل معرفت کی محدیث ہر قلت ہذا کما قال تعالی وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق
کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمین ہین۔ الہام ذاتی۔ و الہام صفاتی۔ و الہام فعلی۔ **قال المترجم** استیناس ہر کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل
وحی عشق سے ہر لیکن صدر اسرار منزل توحید ہر لہذا المختص اس سے انبیاء علیہم السلام یا جو اولیاء اُن کے قدم پر ہون بشرطیکہ منزلت اُن کی بھی منزلت
توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ الآیۃ مین اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ

Marfat.com

ہیں و اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو اور تجربہ دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطۂ فرشتہ در ربع و قلب یا عقل سر باطن
و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتف غیب کے آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔
و لیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہیں سوائے اسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم میں ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہاں یعنی قولہ واذ اوحیت
الی الحواریین۔ میں الہام فعلی کے اقسام میں سے وحی صفائی ہے جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا
بی و برسولی۔ یعنی جو انوار غیب میں نے تم پر کشف کر دیے اس سے تم مجھکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت
حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ قالوا آمنا واشہد باننا مسلمون۔ اور قولہ آمنوا بی بمقام الجمع ہے اور قولہ برسولی۔ اے آمنوا برسولی بمقام
تفرقہ ہے۔ قال المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے
بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفائی الہام باطن حواریین پر ہوا جس سے ایمان متولد
ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کیا کہ واشہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت
ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰؑ کو اسپر گواہ کر لیا تاکہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰؑ تھا بلکہ ہدایت فقط اللہ تعالیٰ عز و جل سے ہے
اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہیں وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونون میں کوئی اختلاف نہیں ہے
فتدبر اور جمع کے بعد تفرقہ کی ہدایت میں تحصیل کمال جنت سے دنیا میں نزول کی حکمت واضح ہو فتفکر۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

جب کہا حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاوین اسمین سے

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہین ہم اس پر گواہ

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے میں

مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ربع ع ۵

اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس پیچھے تو میں اسکو وہ عذاب کرون گا جو نہ کرون گا کسی کو جہان میں

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہے اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہے اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی دعا قبول ہونے کا امتنان ہے اذ قال
الحواریون۔ یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف۔ اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے یٰعیسیٰ ابن مریم۔ اے عیسیٰ
بیٹے مریم کے ف۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت میں حضرت عیسیٰؑ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

Marfat.com

اور کیونکر نہیں کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یا عیسیٰ ابن مریم هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تیرے رب سے ہو سکے کہ
اُتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے ف آئین دو قرأۃ ہیں بعض نے تستطیع ربک بتاء فوقانیہ بمضارع مخاطب و نصب ب پڑھا اور معنی یہ کہ
بھلا تو استطاعت رکھتا ہے اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہے۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہم پر مائدہ آسمان
سے اور دوسری قرأۃ جو اکثر قرار کی ہے وہ یستطیع ربک ہے بیاء تحتیہ و رب کو رفع۔ اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہے تیرا پیدا کرنیوالا معبود یہ کہ ہم پر
آسمان سے مائدہ اُتارے۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے اُنھوں نے قدرت میں کیونکر شک کیا۔ تو جواب دیا گیا
کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت الٰہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم اُن میں مستحکم نہیں ہوا تھا اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ
سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الٰہی میں شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور زمخشری نے جو کہا کہ وہ مومن خالص نہ تھے تو یہ لغو ہے اور اجماع مفسرین کے
خلاف ہے۔ اور قرأۃ اولیٰ یعنی ہل تستطیع ربک بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہے اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قرأۃ پڑھائی کما رواہ الحاکم و صححہ والطبرانی
و ابن مردویہ و یہی قرأۃ ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ہے پس قرأۃ دوم موافق معنی اول ہے اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ
ہے کہ جب اُن کو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہ کریگا تو کہتے ہیں کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ کر سکتا
ہے یا نہیں کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہے کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کر دے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عدم وقوع میں ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ
فلان مذکور کو طاقت ہے یا نہیں ہے پس یہی معنی ہیں قول حواریین کے کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمہارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کریگا کہ ہم پر آسمان سے
مائدہ نازل فرمائے اور یہ وہی قرأۃ اولیٰ کے معنی ہیں اور اسمیں اوتعالیٰ عزوجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہے کہ اوتعالیٰ بے نیاز ہے اور غنی و
پاک بے پروا ہے پس عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہیں لیکن شاید اُن کی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قرأۃ میں بھی ایسے معنی ہیں کہ اے عیسیٰ
تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ اُمید ہے کہ تمھاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ قال ابن کثیر مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو۔ وقیل اگر کھانا
نہ ہو تو مائدہ نہیں بلکہ خوان ہے جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہے اور چمڑا بنایا ہوا ہو تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہے اور
پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب و سجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ تقویٰ کرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم سچے ایمان لائے
ہو ف یعنی جواب میں عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کہا اس جواب کی توجیہ میں چار قول ہیں اول جو مفسر نے کہا کہ سچائی کیلئے ایسی
نشانیاں مت مانگو کہ ایمان بالغیب رہے جو درحقیقت ایمان ہے بلکہ ڈرو اگر تم ایمان لائے ہو۔ دوم جو ابن کثیر نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے
کہا کہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو اُنھوں نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تاکہ نفس کے مخمصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پاویں پس
عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن اُن کو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب میں تقویٰ و ڈر کرو اور
بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہ ہو جائے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ ہو پس رزق کی طلب میں
مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقویٰ کرو تاکہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یتق اللہ
یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تیس روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہے جس کے لئے کام کیا ہو پھر اُنھوں نے ایسا ہی کیا
پھر روزے پورے ہونیکے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہم نے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہم کو خوب کھانا کھلاتا پھر
مائدہ کی درخواست کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اسمیں سے

ف ورواہ ابن جریر عن یونس بن عبد الاعلیٰ عن ابن وہب عن اللیث عن عقیل عن ابن شہاب الزہری عن ابن عباس و قال ابن جریر ہذا الاسناد لا اعلم اسناد جید ۱۲

ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہیں کہ ایک تو ہم اس میں سے کھاویں اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور چین پاویں ہمارے دل ف یعنی یقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلوں کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا جانیں ہم کہ تم دعویٰ نبوت میں سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا یقین اور علم تمہاری نبوت میں زیادہ بڑھ جاوے۔ وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہیں ہم اس پر گواہ ف یعنی جو غائب ہیں ان کو ہم شہادت دیں گے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کریں یا بابت کے مشاہدہ کرنے والے ہوں نہ فقط سنی سنائی کہنے والے حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت میں ترقی ہو اور غائب لوگوں کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہوں۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباسؓ مذکورہ وجہ چہارم میں اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو مزدور آخرت بنایا اور انھوں نے مزدوری میں دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہے اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہیں لیکن اشعار ہے کہ قدم اعلیٰ کا یہ حال تھا تو ابعد والوں کا کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہے کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کر کے روتے کہ ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا میں ملے جاتے ہیں پس کتنا بڑا فرق ہے واللہ اعلم۔ اور بلاغت نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الٰہی میں ان کا قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہیں پہونچا تھا اسواسطے کہ جو مدارج کمال اس امت مرحومہ کے واسطے ہیں ان میں سے اوسط درجہ اگلی امتوں کا اعلیٰ درجہ تھا جیسا کہ سابق میں اس کا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ گذر چکا ہے فتذکر۔ بالجملہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی غرض معلوم اس بیان کے موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے ف یعنی مائدہ اترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لاولنا بدل ازلنا ہے باعادہ حرف جار اور مراد اولین سے خود یہ لوگ اور مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کریں بعض اکابر سے گذرا کہ اللّٰھم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام دعا ہے اور ربنا بدل ہے تاکہ رحمت پروردگاری کی تجلی ہو۔ بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ روز جمعہ روز مبارک ہے وہ اگلی امتوں کو نہ ملا بلکہ یہود کی سنیچر پر تھمے وہی ان پر مفروض ہوا اور نصاریٰ اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ اسکے کہ وہ زمانہ کے بعض اوقات میں عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمیں عود الناس یعنی لوگوں کا اجتماع ہے یا فرح و سرور پھیلاتا ہے یا عادت متعود ہے یا مانند اسکے اہل لغت کے وجوہ بیان ہیں۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اتار دے کہ ہمارے زمانہ والوں و پچھلے آنے والوں کی عید ہو جاوے وَاٰيَةً مِّنْكَ تیری قدرت پر اور میری نبوت پر نشانی ہو جاوے وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہے انزل علینا پر یعنی مائدہ اتار دے اور ہم کو یہ رزق دے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ تو ہی ہے بہتر روزی دینے والا ف یہ بندوں کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہیں ورنہ درحقیقت رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اسباب درحقیقت محض ایک بہانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہے اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا امتحان ہے اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان میں بہتیرے حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہیں حالانکہ ہزار دفعہ ان کی تدبیر پوری نہیں ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہے مگر نہیں سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت فرماوے۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ امر خیر جو مورث فرحت و سرور ہو وہ او تعالیٰ کی طرف سے عید ہوتا ہے جیسے روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہیں بنتا ہے اسی واسطے تجعلہا عیدا نہیں کہا یعنی ہم اسکو عید بنادیں نہیں فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

Marfat.com

اس امر کا کمال سرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کئے حالانکہ ان روزوں کے کیا فضائل ہیں اور ایسی ہی عید اضحیٰ قربانی کی عید مشروع ہے کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہیں پس عوام جو اس عیدین دنیا کی تمام ہوس تکلف کو جمع کرنا عین عید جانتے ہیں یہ ہوا وہوس ہے ہاں پاکیزگی ولطافت وغریب مسلمانوں کیلئے کھانے پینے میں آسانی دینا اچھی بات ہے۔ فافہم۔ بالجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے بالوں کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب روئے پھر دعا مانگی اور پھر روئے۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ کہا اللہ نے میں اتارونگا وہ خوان تم پر ف یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ میں اس مائدہ کو تم پر اتارنے والا ہوں۔ عاصم و نافع و ابن عامر نے منزلہا بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیوں نے منزل از انزال بتخفیف پڑھا اور اول میں معنی تکرر و بار بار نازل ہونے کے اظہر ہیں حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا میں اتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری کرے اس پیچھے ف یعنی بعد مائدہ اترنے کے۔ مِنْكُمْ تم لوگوں میں سے ف یعنی جن پر مائدہ اتریگا۔ فَاِنِّيْ اُعَذِّبُهٗ عذاب کرونگا میں اسکو عَذَابًا ایسا عذاب لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین میں سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے اُن کے زمانہ والے عالمین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہیں اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ان پر مسخ ہو کر سور و بندر ہو جانے کا جو عذاب اترا تھا وہ اُن سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں ایلہ کے بعض یہودیوں پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ میں آئندہ اُن کے بعد اس عذاب سے معذب ہونے کی خبر ہے جیسا کہ قولہ لا اعذبہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبہ نہیں ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان دل سے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس اُمت میں بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگوں پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاویں جیسے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ایک گروہ مشرکوں سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری اُمت میں سے قریب تیس(۳۰) کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا۔ الی آخر ما فی حدیث مسلم وقد ذکر سابقا۔ اور احتمال ہے کہ شاید مسخ باطنی ہو الا آنکہ خسف باطنی غیر متصور ہے اور احتمال ہے کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مائدہ کے حق میں ہوا اور احتمال اول ارجح ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایان نہیں ہے۔ اور مروی ہے کہ جب حواریین نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر اور کفر سے کفران نعمت ہے یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ مراد اس فارغ البالی کا یہی کہ طاعت وعبادت میں بے فکر رہیں بہر حال خوف کرکے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہیں مانگتے ہیں پس مائدہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہدؒ و حسنؒ سے مروی ہوا لیکن ثبوت میں تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلہا علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہے اور خلاف وعدہ ہو نہیں سکتا اور یہی جمہور اُمت و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہے۔ قال المفسرؒ فنزلت الملائکۃ بہا من السماء علیہا سبعۃ ارغفۃ وسبعۃ احوات فاکلوا منہا حتی شبعوا قال ابن عباس مفسرؒ نے کہا کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھوں دیکھتے مائدہ لیکر اترے پس ملائکہ نیز اترتے اور خوان نظر آتا یہاں تک کہ سامنے لا کر رکھا۔ اسپر سات گردہ روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں پس حواریوں نے اس میں سے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے یہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے وفی حدیث انزلت المائدۃ من السماء خبزا و لحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا ورفعوا لغد فرفعت ومسخوا قردۃ وخنازیر یعنی اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے آسمان سے مائدہ اترا روٹیاں گوشت تھا پس اُن کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھیں اور نہ ذخیرہ اندوختہ کریں مگر آخر انھوں نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو منقطع ہوا اور وہ لوگ جنھوں نے ایسا کیا تھا مسخ کرکے بندر و سور کر دیئے گئے۔ قال فی الکمالین۔ اس کو ترمذیؒ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے وقد رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ

Marfat.com

وابن مردویہ ایضاً واضح ہو کہ قولہ عیداً لاولنا وآخرنا۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کئے کہ جماعت کثیر مین سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے والے یکسان پاوین۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیان وسات مچھلیان تھین وہ اُن کے سامنے رکھا پس اس مین سے جیسے اگلون نے کھایا ویسے ہی پچھلون نے سیر ہو کر کھایا۔ وعن عمارؓ خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی روایۃ عن عمارؓ یہ قصہ مائدہ والون کا اور اُن پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹون وبکریون کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم مین اپنے ایسے بزرگ کریم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اُس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ مین لاؤ گے اور تم کو منع کر دیا کہ سونے وچاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوٰۃ نہ دو اور جو حقوق ہین اُن مین خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات دن نہین گذرینگے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھو گے جس سے تم کو ممانعت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کریگا۔ رواہ ابن جریر قال المترجم اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ اسمین آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتون سے شروع ہوا تھا اور میری اُمت کا فتنہ مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا۔ پھر عذاب وفتنہ مین پڑ کر وہی بد افعال کرنے لگین گے جو بنی اسرائیل واگلی اُمتون سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت وبعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہین ہے اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس مین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر روتے تھے بوجہ ان شرطون کے جو نزول مائدہ مین مشروط تھین اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر الٰہی مین نے بہت عجیب باتین مانگین اور تو نے دی ہین الٰہی ہم بندون کو اس کا شکر گذار کر دے الٰہی مین پناہ مانگتا ہون کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو۔ الٰہی اسکو سلامت وعافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہانتک کہ وہ عیسیٰ وحواریون کے روبرو اُترا۔ اور ساتھیون نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہین پائی تھی اور عیسیٰ وحواریین شکر کے سجدے مین گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی اُن کو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اُنھون نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے اُن کو غم وغصہ وحسد وعداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس روایت مین ہے کہ اُسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اس مین مچھلیون کی صفت وپاکیزگی اور سوائے گرانٹ یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول وترکاریان وانار وغیرہ میوہ جات مذکور ہین۔ اور نیز اسمین ہے کہ شمعون نے جو حواریون مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہین آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائین تو شمعون نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کے بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصد نہین کیا تھا پس عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہین اور جنت کا بھی نہین ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ پلک مارنے کی دیر نہین ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریون نے کہا کہ یا عیسیٰؑ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہین کرتے اس سے یہانتک کہ اور آیت مانگتے ہو پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا وہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی لوٹ آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہے یہ دیکھکر لوگ گھبرائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیان دکھلاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم اس حرکت پر عذاب نہ کئے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھنی ہوئی پاکیزہ ہو گئی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپنے پہل نہ کی تو حواریون نے بھی ہاتھ کھینچ

Marfat.com

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجون اور لولے لنگڑون کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسرون پر عذاب ہے انھون نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت مل کر ایک ہزار تین سو آدمیون نے کھایا پس جنھون نے کھایا تھا وہ تونگر ہوے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہوگئے اور حواریون و لوگون پر ندامت چھاگئی اور کہا کہ اتنے آدمیون کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریون نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس مین کوئی کمی نہین آئی تھی پس وہ خوان اُٹھایا گیا یہان تک کہ نظرون سے غائب ہوگیا پھر جب اس کے بعد مائدہ اُترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہوجاتا تھا۔ پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکلکر ہجوم کرتے۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیرون و یتیمون و لولے لنگڑون کے واسطے قرار دے اور تونگرون کو مت دے۔ اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کردی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگرون کے دلون مین بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگون کو شک مین ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ مین جھٹلانے والون کو عذاب کرونگا حتی کہ اخیر رات مین سور ہوگئے۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد جمعہ ابن کثیر رح وقد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا۔ پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایات نقل کین کہ مائدہ نازل نہین ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہین اور تقویت اس قول کی یون بھی ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابون مین ذکر نہین کیا اور قرآن مجید مین کوئی امر منصوص نہین ہے ہان قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہین اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ انی منزلہا علیکم مین یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ مین اُتارونگا لیکن جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اس کو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہین کیا ہے لیکن چونکہ انھون نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہین ہوا۔ بالجملہ قرآن مجید مین یہ امر منصوص نہین کہ نازل ہوا یا نہین نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہے ہان سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہین بعض مین ہے کہ نازل ہوا اور بعض مین ہے کہ نہین نازل ہوا و قول اول اصح ہے واللہ اعلم۔ ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ ابن مریم الآیۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب خطاب کو قلوب و ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکین پر پہونچے نہ تھے تو ان کو تلوین مین دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ ابھی اُن پر طاری تھا پس انھون نے دفعہ معارضہ نفس و دشمن کے لیے و قلب کی طمانینت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام مین سے ترقی پر تھے تو نہین دیکھتا کہ خواص مین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے انھون نے ابتدائی حال مین کہا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم تومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسواس کے کہ۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فعل مین قدرت دکھلادی کہ یون ہی مناسبت تمام ہے چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہے اور ان دونون صنفون مین کوئی شک نہین ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر یہ سخت شاق گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو وسواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہین اسمین اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کرلو کہ جو خطرات تم کو تمہارے نفس کی وساطت سے آتے ہین اُن کے دفع کرنے مین مشغول ہوجاؤ تاکہ غیر الٰہی مین تمہارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب ہو جاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف و دیدار غیب ہوکر واصل ہوا اس سے بھلا نہین معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدون کا

حال ہو پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا نرید ان ناکل منها الی آخرہ حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بدنوں کو جو ابھی محل وساوس و خواطر ہیں اسی طرح غذا رحمت سے تربیت فرمائیے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو غذائے روحانی و مشاہدۂ غیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اسی ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائے گا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہاں تک کہ ہم میں کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دیدار معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے میں شاہد ہوں گے اور ما بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور آپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوسکی کہ ہم محبوب ہیں اور آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰؑ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللهم انزل علینا مائدة من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہیں مانگا اسواسطے کہ آسمین روحانیت و طمانیت و ملکوتیت ہوتی ہے اور آسمین ان عناصر کا میل نہیں ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور آسمان سے طلب کرنے میں خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ تھا ہی ہے۔ قولہ تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا یعنی تو اسکو عید وصال کرنے اور عید ہجر مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہوگی۔ لوگوں کے واسطے عید ہو جائے اور ایسے اعمال صالحہ کریں کہ جس سے مستحق قبولیت ہوں اور یہ وبال نہ ہو کہ ناشکری میں گرفتار ہوں جس سے مردود و مہجور ہو جاویں اور نیز عید بایں معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حالوالوں کے واسطے جو مقام ارادت میں ہیں اور آخروالوں کی عید ہو یعنی عارفوں کے واسطے۔ اور قولہ وآیة منک یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی منزلها علیکم فمن یکفر الآیۃ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور اور خواہش نفسانی میں پڑ گیا۔ اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ الٰہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہیں پہنچی اور مشاہدہ کی چمک سے نصیب نہیں اور درگاہ وصل تک رسائی نہیں اور حسن و جمال سے محروم ہوا اور یہ عذاب فراق نہایت سخت شدید ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ نے کہا کہ میں ابتدائے حال میں خواب میں تھا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے مجھے جگایا اور فرمایا کہ تم کیا سوتا ہے جسنے حق تعالیٰ کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت میں پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے

اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ

بولا تو پاک ہے مجھکو نہیں بنتا کہ کہوں جو مجھکو نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ

تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جاننا چھپی بات میں نے نہیں کہا

لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ اور میں اُن سے خبردار تھا جبتک اُن میں رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہیں اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اور واذکر اد مفعول ہے معنی بیان کر جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائیگا ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز اُن کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے حاصل آنکہ یہاں قال ماضی بمعنی مضارع ہے بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے اور ظرف کے تحت میں بلفظ ماضی آیا الغرض مشعر اس امر کے کہ اسکو ہوا ہی سمجھیں اور ما بعد کو سوال حقیقی استفہام کے معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی مذمت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہے کہ اُن کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا اور نیز اللہ عزوجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھوں نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کریں تاکہ اُن کی قوم سُنے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض ملعونوں نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ میں جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑ دینگے اور نصاریٰ کو جہاد و قتل سے توحید پر لا دینگے پس نزول کے اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہٰذا صحیح وہی ہے جو مفسر نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر کی غرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدیؒ نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا میں واقع ہوا اور ابن جریرؒ نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اُس وقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اُٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تعذبہم اور ان تغفر لہم اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان دونوں دلیلوں میں نظر ہے کیونکہ بہت سے اُمور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کریں اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفر لہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ معنی نہیں کہ عذاب دیدے اور مغفرت کر دے کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت میں ہونے والا ہے اور قتادہؒ نے اسپر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ۔ جو اس سے متصل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اسمیں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکرؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے آزاد کئے ہوئے غلام شیخ ابو عبداللہ کے ترجمہ میں روایت کی اور کہا کہ ابو عبداللہؒ ثقہ تھے اُنے ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُن کی اُمتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں یاد دلائیگا پس اسکو نزدیک فرما کر کہے گا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ۔ یہاں تک کہ فرمادیگا۔ یا عیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰ انکار کرینگے کہ پروردگار میں نے نہیں کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہاں اُسنے ہم کو یہی حکم دیا تھا الیٰ آخر الحدیث۔ اور آخر میں ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب اُنکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانک دیئے جاوینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمادیگا یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو معبود اللہ کے سوائے

ف یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کے واسطے حشر کے مجمع عام میں پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ کو اور مریم کو دو الٰہ بنا لو۔ کیونکہ نصاریٰ میں ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خداؤں میں سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہیں اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہیں اور اس زمانے میں بہت سے ایسے پائے جاتے ہیں جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ

کو بتاویں روح القدس کو قرار دیتے ہیں بالجملہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ ابوروق نے کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عزوجل کو سنیں گے تو تھرتھرا اٹھیں گے اور ہر بن موے خون کے چشمے جاری ہو جاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ ۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ کہیگا عیسیٰ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہے تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف خواہ شریک ہو یا کوئی اور چیز ہو مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۔ مجھے کہاں سے سزاوار ہے کہ میں وہ بات کہوں جو حق درست نہیں ہے میرے واسطے ف مفسر نے کہا کہ بحق باء زائدہ تاکید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق درست نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے ۔ حاصل آنکہ حضرت عیسیٰ یہ سوال سنکر کانپ اٹھیں گے اور انتہا درجہ کا بے دید ہول ہے کہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو اگر بنا دے ۔ اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہے تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھرتھرا ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی نہیں ہوں اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار تجکو ضرور معلوم ہوتا ف کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ تو وہ سب جانتا ہے جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف کیونکہ تو علام الغیوب ہے اور میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا کہ جو تیرے علم میں ہے ف کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور ہمیں سے مجکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہے اور تیری شان پاک کہاں ۔ اور میں بندہ کہاں ۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ بیشک تو علام الغیوب ہے ۔ اور نفس بمعنی ذات ہے اور زجاج نے کہا کہ حقیقۃ الشیٔ ۔ اور زمخشری وغیرہ نے واتقان میں مفسر نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہے اور حاصل آنکہ تعلم ما فی نفسی کے مقابلہ میں ولا اعلم ما فی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القا فرمادیگا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰ نے خود عرض کیا مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ میں نے کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا مجکو ف اور وہ یہ ہے کہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہے ف گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی وربکم سے اشارہ کردیا کہ جب یہ کیفیت ہے کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہیں پس ملعونوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں ان سے خبردار تھا ف یعنی نگہبان رہا ان کے باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے ۔ مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پھر جب تو نے مجکو گم کردیا ف یعنی ان کے بیچ میں سے معدوم کردیا یعنی قبض کرلیا آسمان کی طرف اٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ تو ہی ان کے اعمال کا نگہبان اور رہا ۔ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ اور تو ہر چیز پر شاہد ہے یعنی مطلع و دانا ہے ف خواہ وہ بات ہو جو میں نے ان سے کہی اور خواہ میرے بعد انکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہے ۔ واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہوگئے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباس رض میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اور یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری امت کے دوزخ کی طرف پکڑے ہوئے جاتے ہونگے تو میں کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

Marfat.com

تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں وہی کہونگا جو بندۂ نیک یعنی عیسٰی علیہ السلام نے کہا وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیئ شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والبخاری پھر عیسٰی علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ اللہ تعالٰی میں کوئی نہیں ہوں یہ سب تیرے بندے ہیں۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ تیرا جی چاہے اُن کو عذاب کر تو تیرے بندے ہیں ف۔ پس تو ہی اُنکا مالک ہر چاہے جو تصرف کر تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اگر تو اُن کی مغفرت کرے یعنی ان میں سے ان لوگوں کی جو توحید پر اسلام لائے ہیں تو تو عزیز الحکیم ہے ف۔ گویا تین فرقہ میں سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے اُنکو اور اُن کی شاخوں کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کریگا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسٰی علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونوں مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق میں ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انھیں کے مانند بعضے شام کے نصرانی وحبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہیں ان سب کو بخشدے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو بخشدے تو غفور الرحیم ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطعی کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسٰی علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعًا ممنوع ہو اور یہ تو بندہ مومن نہیں کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ۔ تو یہ وہم اور غلط ہے صحیح یہ ہو کہ یہ بیزاری ہو نصارٰی کے حال سے جنھوں نے اللہ تعالٰی و اسکے رسول پر جھوٹ باندھا۔ **قال ابن کثیرؒ** اور اس آیت کیواسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث میں آیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک کہ صبح ہوگئی ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالٰی ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالٰی ملنے والی ہے ایسے شخص کیواسطے جس نے اللہ تعالٰی کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل میں ابوذرؓ سے ہو کہ پھر جب صبح ہوگئی تو میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کرکہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھ سے فرمادیں تب میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اسپر کچھ معتابقہ جانتے۔ تو فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کیواسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے ان میں سے مطلع ہو جاویں تو نماز چھوڑ دیں (یعنی جو نا سمجھ لوگ ہیں) میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو خوشخبری دیدوں فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے انداز پھر دور گیا ہونگا کہ عمرؓ نے آکر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدیں گے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے (یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جاوینگے) تو آواز دیکر مجھے واپس بلا لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی ؐ نے پڑھا قول عیسٰیؑ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے۔ پس اللہ تعالٰی نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جا اور پروردگار دانا تر ہے تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبرئیلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ میں تم کو رضامند و خوش کر دینگے اور تجکو ناخوش نہ کرینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ عن عبدالرحمن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثا۔ اور حدیث حذیفہ بن الیمان جو مسند احمد میں ہے اور حدیث عائشہ وحدیث دیگر صحابہ جو صحاح وسنن میں ہیں اسکی مؤیدات ہیں واللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ اہل اسلام وایمان کو عمدہ بشارت وخوشخبری ہے لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اہل اسلام نے اپنے کو شرک میں مبتلا کر ڈالا۔ اے لوگو شرک سے بچو اے لوگو تمہارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان ہیں لیکن شرک سے بچو۔ ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذر وحدیث عبداللہ بن عمرو میں کس قدر مسرت وخوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم وان لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا سے خوش حال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یا عیسی بن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ اسمیں اللہ تعالیٰ سبحانہ نے عار وملامت دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے برملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہیں چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے۔ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق۔ اور نیز اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو ان کے دروغ وبہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے برگشتہ ہو کر شرک وضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رہ گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارے میں اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک بیک شرم وملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وے لوگ بری طرح شرک وگمراہی میں پڑے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور کافروں کو مردود کر کے فقط عیسیٰؑ سے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب ہوتا ہے اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مقام عظمت وکبریائی کے تحت میں پہونچا کر اس خطاب سے جو آثار حدث ہیں ان کو قدم میں فنا کر دے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز وجلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالتمآب محمد صلعم ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولیٰ ہوں عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے واس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ شیخ عبدالعزیز المکی رح نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰؑ کو ثابت رکھا تو وہیں شرم وخجالت سے پانی ہو جاتے اور یہ شرم ان کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ یہ عتاب دیا جائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنہوں نے دنیا میں ان کو شریک بنایا وہ اس دن ایسا ہولناک غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھیں گے کہ اسوقت ان کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ میں جلتی رہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ربوبیت کی نسبت کریں۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انہوں نے عرض کیا کہ لا علم لنا۔ تو یہ دہشت وعظمت ہے کیونکہ اسمیں اظہار عظمت کا سوال تھا پس ہیبت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہے وہ خود عیسیٰؑ کا قصہ حال ہے پس سکوت زیبا نہیں پس عیسیٰؑ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اس سے اپنی برأت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ وپاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب رسولوں میں تو عیسیٰ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت وعظمت تھا پس مبہوت ہو کر متحیر وساکت رہے پھر جب مقام انبساط میں لا کر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدۂ جمال میں منبسط ہو کر بول اٹھے اور سکوت نہیں کیا **قال المترجم** شاید حاصل معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت وہیبت میں سب رسول خاموش رہیں گے اور پھر مقام مشاہدۂ جمال وانبساط میں لائے جائیں گے تو سب کے سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر بولیں گے۔ قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک یعنی میرے نفس میں جو تیری توحید ومعرفت وتنزیہ وتقدیس وتعظیم واجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد وند وشریک وہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیسا کہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہان سے مین ایک شریک بناتا اور کہان یہ کہ کافر ومشرک بہتان باندھتے ہین کہ مین نے دو آلہ
بنائے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہی پس جو کچھ میرے نفس مین توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ
ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو غیب اور غیب الغیب و بکر القدم تیرے غیب مین ہے وہ مجھے نہین معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات مین کنہ قدیم ازلہ وجود ازل و قدیم ہے
مجھے نہین معلوم ہو سکتا قال المترجم اس مین اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال مین ذات وصفات باری تعالیٰ مین غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین
کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہین وہ حق ہین بدون اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر مین بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول
اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کنہ و ماہیت سب سے خوب واقف و دانا ہے کیونکہ
تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور مین تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہی ہان معرفت و توحید سے
آگاہ ہون۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح مثنوی وغیرہ از بحر العلوم مین مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق
ہے اور ظاہر از بانی باتین کرنے والون کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق
معرفت وانکشاف حاصل ہوتے ہین اور کنہ صفات نہین ممکن ہی بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے۔ اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو
جا بجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنیدؒ نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ مین کہا کہ جس حال پر مین ہون اور جو کچھ معرفت مجھ مین ہی سب تو جانتا ہے اور جو
علوم و عنایت تیری مجھ پر ہے اس مین سے مین اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ مین ہی اور مین کچھ نہین جانتا ہون۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو
تو نے میرے نفس مین ودیعت رکھا کہ اس سے مین بھی نہین واقف ہون وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب مین ہی وہ مین نہین جانتا ہون۔ قال المترجم
اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر۔ تو میری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور مین تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت
ہے تیرے واسطے اسکو مین کچھ نہین جانتا ہون قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ یعنی مین نے اُن سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تمہارا پیدا کرنیوالا
ہے اسکو فرد و احد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان
کر دیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہین ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت
بھی نہین ہے قولہ وکنت علیہم شہیدا یعنی دنیا مین ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتلائے تھے کہ فلان منافق ہے
اور فلان ایسا و ایسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم یعنی وحی و رسالت جبتک اُن کو پہونچا تا تھا تب تک اُن کی طرف میری توجہ تھی
کہ اُن سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے اکو ان یعنی حوادث کو فنا کر دیا بایں طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ مین مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو اکوان
و حوادث کی خبرین مجھ سے بند و غائب ہو گئین چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا ہے
اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور
جو تیرے انوار مشاہدہ مین از خود رفتہ ہو جائے جیسے مین بندہ ہون کہ تو نے مجکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما
امرتنی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہان سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہون جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ من ذا الذی یشفع عندہ
الا باذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہی کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہین ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام
عرض کیا کہ اپنے و اپنی مان کے معبود بنانے کو مین کہہ نہین سکتا تھا کیونکہ تو نے تو عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر مین اپنی خودی سے
فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہین فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان ہوا کر اپنے احکام قضاء و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابوبکر فارسیؒ نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہے سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اوتعالیٰ اسکو آگ میں ڈالدے تو اسکو وہی دہان ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدار حق اُسکا وطن ہے اور نجات و ہلاک ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اُس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کرنیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہوگیا اور بات یہی رہ گئی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المترجم مرتبہ توحید و تفرید میں بقار فقط ذات حق حی القیوم کو باقی ہے اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقار اسکو بصفات حق عزوجل ہوتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق جاکر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی ہاں کیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے وقد قال الشیخ قد تاہت العقول و درست الرسوم و بطل ما کانوا یعملون عقلیں حیران ہو گئیں اور اسمیں بٹ گئیں اور جو کرتے تھے باطل ہوگیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہے تمام بسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم میں بیان کیا ہے اور خود شیخ اکبرؒ نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہے جو تھا یہ صرف فنا و بقار ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل و علا اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ عقل یہاں کام کرتی ہے جیسا کہ شیخؒ نے بیان کیا اور مولوی جامیؒ نے شرح فصوص الحکم کی منہیہ میں تصریح کر دی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہاں نہ پہونچیں اور اس فضل الٰہی سے ان کو حصہ نہ ملے تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہوں گے اور امید نہیں کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہوں اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالیٰ پہونچا دے تو وہاں سے البتہ کسی قدر تمیز ان کو حاصل ہوگا۔ شاہ ابوالحسنؒ نے خوب کہا ہے۔ ہے ولایت اور صلاحیت تو دور ÷ پہلے تو مومن تو ہو لے بے شعور ÷ اور امر عظیم اسرار و حقائق میں ہر ابجد خوان کو کب شائق شعر و سخن سمجھایا جا سکتا ہے اور ہر لنوا کب شرح دقائق سے خبردار ہوگا فاستقم واللہ الموفق والمعین قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیہ کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہے اور اس سے بعید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہیں ولیکن بیان میں اسیقدر ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو اُن کو بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بلکہ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانوں سب کا مذہب ہے اور تمام انبیا و تمام امتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کر دیا جو تمام خلائق کے دلوں پر مخفی ہے سوائے ان بندوں کے جو خالص السر ہیں اور یہ محال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہے بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب و مفہوم اصل خطاب ہے گویا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعودؓ نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازہ بند ہوں گے کہ اسمیں کوئی نہ ہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمیں احقاب یعنی بہت سے حقبہ پڑے رہیں گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے ان تعذبہم یعنی اُن کے کفر پر اگر تو اُن کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی بجا و درست ہے کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک ہیں و ان تغفر لہم ۔

یعنی جیسے امروز دنیا میں ہیں تو تجھے کون مانع ہے۔ فانک انت العزیز۔ اپنی بادشاہت میں اکیلا خود مختار ہے اُن کے بخشنے میں تو نادان نہیں ہے الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے میں حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہیں سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔ قال المترجم۔ جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کئے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر میں مع توضیح آویگا جس کا حوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا مرجع مقام تخلیص و تلبیس ہے و بالجملہ یہ تو معلوم ہوا کہ اہل النار ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور خلاص نہیں اور موت بھی نہیں ہے اور دار آخرت سب باقی و پائدار ہے وہاں فنا نہیں ہے اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ تبدیل جلود اور جلکر نئے جھڑنے دوزخ میں اُن کے جسم تیار ہو جانے میں بھی ایک لنعمات رحمت ہے۔ فافہم۔ اور نیز ان تعذبہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب سے بایں طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا میں ڈالے تو بندے ہیں اور اگر اُن کی مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس میں ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کریں اور حجاب حظوظ میں پڑے رہیں۔ وراق رح نے کہا کہ اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُمت کیواسطے انبساط سوال میں نہیں کیا اور حق تعالیٰ سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم برابر شفاعت فرماوینگے اور اُمتی اُمتی کہے جاوینگے یہاں تک کہ تمام اُمت کے حق میں قبول ہو اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا آنحضرت صلعم مخصوص ہیں اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کریں گے کہ آپ برابر انبساط کئے جاوین گے اور حق جل و علا فرماویگا کہ ہاں تو کہہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کو اُن کا سچ اُن کو ہیں باغ جنکے نیچے بہتی نہریں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

رہا کریں اُن میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی کامرادملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع ۱۶

اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُن کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ف۔ بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول اظہر ہے هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچوں کو اُن کا سچ ف۔ یعنی روز قیامت دن اُسکا ہے کہ نفع دیوے اُن لوگوں کو جو دنیا میں سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے اُن کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین یعنی موحدین اور مصداق اس کے انبیاء و مؤمنین ہیں کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت میں کچھ نافع نہیں بلکہ اُن کو دنیا میں اسکا بدلا مل جاتا ہے اگر مشیت الٰہی میں مقدر ہو۔ پھر اللہ عزوجل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ ان کو ہیں باغ جن کے نیچے بہتی نہریں رہا کریں اُسمیں ہمیشہ ف۔ یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکی جزا ہے۔ اور یہ کیوں بس فرمایا بقولہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف۔ یعنی اُن کے مطیع ہونے سے اوتعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور صحاح میں احادیث میں مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد اوتعالیٰ فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہے کہ میں تم سے راضی ہوا اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف۔ یعنی اوتعالیٰ کے ثواب انعام سے مؤمنین سب کے سب

Marfat.com

خوشدل راضی ہوں گے اور یہ بھی احادیث صحاح میں مصرح ہے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے بڑی مراد ملنی ف یعنی یہ فوز عظیم ہے اور خود ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسر رح نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز سچ بولنا نفع نہ دیگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھوں دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہیں اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی ف مثل بارش اور اگنی و رزق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں وَمَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ف خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور ما موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور من نہیں فرمایا اسمیں غیر عاقل کی تغلیب ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر شیء پر قادر ہے ف اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہے کہ صادق و موحد کو ثواب دینا اور کاذب کافر کو عذاب کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ کل شیء تو ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ فرمایا ای شیء اکبر شہادۃ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے بڑی ہے قل اللہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شیء کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسر رح نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلمہ میں سے ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ میں ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شئے کا لفظ اطلاق کرنا اور نہ کرنا صرف لفظی مفہوم ہے اور معنی میں ذات پاک حضرت حق تعالیٰ وہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہے پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی یہاں کچھ بھی مجال نہیں ہے اور رہا یہ امر کہ ذات او تعالیٰ اس کی قدرت کے تحت میں داخل ہے یا نہیں تو کسی مجنون کے خیال میں بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت کے تحت میں ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہے علاوہ بریں یہ ایک نقص ہے جو جناب باری تعالیٰ کی شان میں قطعاً محال ہے بالجملہ ایسی لاطائل بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ میں تحقیق حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کردی کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عیسیٰ ان کی ماں کو دو خدا جھوٹے منہ سے کہا وہ محض غلط ہے تمام ملک آسمان و زمین و جو ان میں ہے وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہیں ہے اور ہر شیء کہ جو اس کے مقدور میں ہے اور اسکی مملوک ہے وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مملوک ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جس طرح اسمیں چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت میں کسی کو دخل نہیں ہے نہ اس کا کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو۔ پاک ہے وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے

ف قال فی العرائس۔ قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم میں حدوث کو فانی دیکھا کیونکہ انھوں نے حق تعالیٰ کو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اس کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہیں اور یہی ان کی معرفت کمال ہے اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے ذکر فرمایا ہے پس یہی عاجزی ان کو اسوقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فنا میں ان کی دستگیری ہوگی اور اوتعالیٰ صفت بقا سے ان کو ملبوس فرماویگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عز و جل کے ساتھ باقی رہیں گے جنید رح نے اس آیت میں کہا کہ جو بندہ احکام قضا و قدر کے تحت میں یقین کیساتھ اپنے آپکو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس و محتاجی کا یقین رکھتا ہے اسکے صدق کے مقابلہ میں اسکا جہل و تقصیر عبادت فرد ہوگا اور اسکو صدق کا ثواب ملیگا جو فرمایا بقولہ لہم جنات۔ اے ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتیں جس کے زیر سایہ صفات کی نہریں رواں ہیں اور یہ اس طرح ملیں گی کہ لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی۔ قولہ خالدین فیہا۔ اس سے متصف باقی رہیں گے۔ ابداً۔ اے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم۔ یعنی قدم میں فانی ہو جانے کے بعد ادراک و وصول قدم میں متحیر پاکر یہ رضا ان پر جاری ہوئی۔ ورضوا عنہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہیں ہے اور یہ رضا ہے کہ کشف قدم کے

Marfat.com

الوہاب اُن پر بند نہ ہون گے اور جس حال مین ہین باقی رکھے جائین گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے پریشان ہین تو حیرت سے سب کے سب مر جاتے سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطار مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولی مین مشاہدہ توحید مین پہونچا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہین ہے اور اگر اللہ تعالی کا فضل ورحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت مین فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ ولله ملک السموات والارض۔ اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد خالق ہے پس وہی معبود جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اُس کی قدرت کے تحت مین مطیع ہے۔

سُورَةُ الْأَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ الْآيَاتِ الثَّلٰثَ وَإِلَّا قُلْ تَعَالَوْا الْآيَاتِ الثَّلٰثَ وَهِيَ مِائَةٌ وَخَمْسٌ وَسِتُّونَ آيَةً

سورہ انعام مکہ مین ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتون تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتون تک اور اس سورہ کی سب تین اکسٹھ ہیں اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ ہین قال ابن کثیر عوفی وعکرمہ وعطا نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ مین نازل ہوئی۔ یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ مین رات مین پوری ایکبارگی نازل ہوئی اس کے گرد ستر ہزار فرشتہ تسبیح کرتے تھے۔ رواہ الطبرانی وابن مسعودؓ سے بھی یہی تعداد فرشتون کی لکھی ہونا مروی ہے۔ جابرؓ نے کہا کہ جسوقت سورہ انعام اُتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورت کی مشایعت مین اس کثرت سے فرشتے ہین کہ افق کو ڈھانپ لیا ہے۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپنے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کرکے فرمایا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اُس کے ساتھ ایک موکب ملائکہ کا تھا جس نے مشرق ومغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زجل تھا اور زمین گونج رہی تھی۔ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردویہ اور ابو الشیخ وبیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمرؓ سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے فضائل مین ایک جماعت سے روایات ہین قال القرطبی علما نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور ان کو قائل کرنے مین اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے مین اور جو بعث وحشر سے منکر ہین ان کو حجت سے قائل کرنے مین یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع ہے اللہ تعالی کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۖ ثُمَّ

سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان اور زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اجالا پھر

الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى

یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین وہی ہے جس نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرا دیا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہے

عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ ۝ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝

اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین مین جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے ف۔ بعض نے الف لام جنس کا تجویز کیا اور بعض نے الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و بیل یا وہ حمد جو اللہ عزوجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قدمر فی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا اور اسمیں دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام میں متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اس کا ادراک کرتا ہے بتوفیق اللہ سبحانہ۔ مفسرؒ نے کہا کہ محمودہ وصف جمیل ہے یعنی بھلائی کیساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استہزا نکالنے کیواسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و منجر ہو تعظیم منعم کا بجہت منعم ہونے کے۔ مفسرؒ نے کہا کہ اس جملہ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہو اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاویں کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہیں یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونوں امر مقصود ہیں اور کمالین میں کہا کہ بصورت ثنا ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہوگا یعنی در اصل حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثنا مقصود ہے تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی میں ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود میں مستعمل ہیں چنانچہ مثلاً خرید و فروخت میں میں نے خریدا یا میں نے بیچا در اصل اخبار ہیں مگر خارج ہو کر انشا میں مستعمل ہیں اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور درصورتیکہ دونوں امر مقصود ہیں تو اس کی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہو اور اس کے مضمون سے ثنا بھی مقصود ہے پھر مفسرؒ نے کہا کہ ان احتمالات میں سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین محلیؒ نے سورۂ کہف کی تفسیر میں کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثنا دونوں مقصود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ لفظ تو خبر ہے اور معنی اسکے امر ہیں کہ حمد کرو۔ و نقلہ مؤلف فتح البیان و فیہ نظر والاولیٰ ما قال صاحب الکمالین فتأمل۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف فرمایا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا۔ ف۔ یعنی سب چیزوں کو پیدا کیا جو دونوں جہان میں موجود ہے لیکن چونکہ وہم و نظر کے بندے بہت ہیں لہذا ان کی نظر کے موافق خاص کر آسمان و زمین کو ذکر کر دیا کہ یہی دونوں سب سے بڑی مخلوق نظر میں سماتی ہیں اور اس سے اہل نظر استدلال کریں کہ جو ان بڑی بڑی چیزوں کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور جس نے پیدا کیا اسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی بے انصافی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کریں اور اپنے آپکو مخلوق کا بندہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اسی کی بندگی کریں اور جس نے پیدا کیا اسی کے بندہ ہوں۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کر دیا اندھیریوں اور نور کو ف۔ یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اس وجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہیں اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہیں حتیٰ کہ کفر و شرک کا اندھیرا ہے اور نور قسم واحد ہے حتیٰ کہ نور ایمان بھی اسمیں داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل میں سے ہے اور اسمیں بہت سے فرقوں کا رد ہے۔ اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہیں ہو سکتا اور یہ صریح کفر ہے۔ دوم زندیق لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بدصورت چیزوں کو نہیں پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزوں کو پیدا کیا ہے اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادوں کے خیال پر گئے کہ بری باتوں کو بندہ پیدا کرتا ہے حالانکہ بندہ مخلوق ہے وہ اپنی حرکتوں سے ان کو حاصل کرتا ہے۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں پیدا کی ہوئی حضرت خالق عزوجل کی ہیں۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جائے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا اور مخلوق کو اسکا شریک بنائے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہیں اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود مخلوق کافر ہو گئے ہیں وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت میں اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہیں۔ پھر مخاطب کر کے

Marfat.com

اُن کو سمجھایا اور ہجر کا کہ یہ تماشا سب قدرت کا ہے جیسا وہ شرک کرتے ہیں اور اپنی عمر کو کس خراب کرتے ہیں یہ بیہودگی ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے
پاس خوار ہوں گے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ یعنی خدا معبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی کو نرم کر کے پیدا کیا ف یعنی
تمہارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں باپ کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا
پھر تمہارے لئے ایک مدت مقرر کر دی ف کہ اس کے پورے ہونے پر تم مر جاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرا تو اس کا معاملہ اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق
اس نے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک جو اعلیٰ درجہ کی نافرمانی ہے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب کمایا کہ آخر وہاں جا کر
خوار ہو گا اور یہ جو ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لیتا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کر دیا کہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور عجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ثبوت
اور بیہودہ چیز کے معتقد ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرا تو اس کی قیامت گویا آ گئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اس نے کیا سب درپیش ہو جاتا ہے اور اسی کے آثار ظاہر
ہو جاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل بھی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجموع مدت
اور بعضا آخر چیز کہ جس میں واقع ہو جیسے موت اور مراد یہاں اول معنی ہیں اور دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر کے وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ اور مدت باز رہی
ہوئی اسی کے نزدیک ہے ف کہ اس سے تمہارے محشور ہونے کی ایک مدت باندھی ہے اور اس کو کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے
ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ پھر تم لوگ اس میں شک کرتے ہو ف کہ ہم قیامت میں کہاں سے اٹھائے جاویں گے ہم تو خاک ہو گئے حالانکہ آنکھوں کی
نظر پر اس کا دارومدار نہیں بلکہ جو تم کو چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تم کو پہلی بار پیدا کیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ پھر دوبارہ تم کو اٹھانے پر قادر
ہے پھر تمہارے ذرہ ذرہ ریزہ کہیں جاویں اس کی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی
چھوڑ دو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک نہ کرو۔ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں
ف کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش
آیا کہ فی السموات جار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ
حصول اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی مانند و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر نے کہا کہ قولہ وہو اللہ
اے وہو المستحق للعبادۃ ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کیواسطے ہر حال میں ہے
کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف باللام ہے جس سے
انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک ہے کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے
غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر اگر یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی
عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہوں گے مگر اگر توبہ کر لیں اور ابن کثیر نے ذکر کیا
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنی یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر
نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ
جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا ف یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اس کا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین جو وہ زمین میں
تمہارے سر و جہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلا کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ
افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ وہی مسمی بافعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس

قولہ تعالی وعلیہا ما تکسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد شر و خیر سے احوال نفس ہیں اور کسب سے اعمال جوارح پس عطف الشی
علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ ویعلم ما تکسبون اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔ بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس تم اس سے
اور تقوی اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اس میں دلیل ہے کہ بندہ کاسب ہے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں ان کو
کسب کرتا ہے اور یہی اس کا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالی کی تاثیر قدرت سے ہے اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر
کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہے۔ فی العرائس قولہ تعالی الحمد للہ الذی خلق السموات والارض اللہ تعالی نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کے واسطے
طریقہ بتلا دیا کہ اس طرح اس کے جلال و جمال پاک کی ثنا و صفت بیان کیا کریں اور اللہ تعالی نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کے واسطے حمد واجب فرمائی
قبل اس کے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر اس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اس نے اپنی حمد فرمائی وہی
درحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد شروع فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہے اس کو جب تک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اس کی ذات
وصفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علی نفسک اور نیز اللہ تعالی نے الحمد للہ
فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالی ہی کے واسطے جمیع حمد ہے اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔
اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہے اور حادث کو اس میں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اسواسطے کہ اس کی حمد ازلی ہے اور ازلی اسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی
قدیم ہو بعض نے کہا کہ اللہ تعالی نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اس کی حمد ادا کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے
کہا کہ الحمد۔ اللہ تعالی کی صفت ہے کیونکہ اس نے اپنے آپکو بہ تمام الصفۃ محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہو کر حمد کریں تو اس کی صفت سے
ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اسکا ثواب جمیل راجع ہووے۔ قولہ خلق السموات والارض۔
یعنی یہ حمد درحقیقت اس پاک پروردگار کیواسطے ہے جس کی یہ صنع و قدرت ہے اور جب تک تم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اس کی صنعت و
افعال سے اس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اس کی حمد و ثنا پر
قدرت نہ پاؤگے قولہ وجعل الظلمات والنور یعنی جس نے آسمان و زمین جو نظر آتے ہیں وہ پیدا کئے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی
ہے اس نے روح میں نور عقل دیا تاکہ اس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام
سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیچ ہے
اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فاحفظہ اور قلب میں نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن
عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف اللہ تعالی نے ارواح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اس نور سے انکو حصہ ملا اسنے
ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا۔ شیخ واسطی سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالی کے علم میں منحصر ہے
لیکن بشری معرفت کہاں تک ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالی کو جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا گم ہونا اسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے صوفی لاتے
ہیں کہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت
واسطی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف
اس کے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصری کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ رح سے پوچھا
گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان وسوسہ دلادیگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

Marfat.com

یہان تک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مین وسوسہ لادیگا پس لاحول پڑھکر اُس کو دفع کرنا چاہیئے اور نیز حدیث صحیح مین ہر کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون مین فکر کرو اور اُس کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور تمام سلف وخلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و صفات مین غور وفکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہر کہ کبھی اس امر مین غور وفکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوص انسان مین جو اعضا وغیرہ موجود ہین اُن کے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عزوجل کا شکریہ ادا کرین کہ اس کی صنعت فعل اسقدر پاک و منزہ ہے تاکہ فعل سے جانب صفت مرجع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہو الذی خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہر اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا۔ بقولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہر کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ ودیعت رکھا ہے اور یہین فطری لطائف رکھے ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس مین تعیین نہین ہے پس بھید یہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم وجہرکم یعنی جو اشتیاق تمھارے صمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہر اور جو خلوص اس راہ مین تمھارے باطن مین مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور تمھاری روحین جس حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین اور جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمھارے چہرون پر جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہے قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی مین اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل وبہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا مولوی روم نے کہا ؎

این تضرع را بحق قدر ہاست ؛ وان بہا کانجاست زاری را کجاست ؛ کہ برابر می نہد شاہ مجید ؛ اشک را در وزن با خون شہید ؛

قال الشیخ اور نیز اشارہ ہر کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہر اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم آلہی مین ہر۔ اسمین لطیف اشارہ ہر کہ فرمایا وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم۔ آسمانون مین تمکو مشاہدہ جبروت ہر اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہر بعض نے کہا کہ دلی جوشش و زبانی دعائین سب جانتا ہے ؛

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا

اور نہین پہونچتی اُن کو کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین اُس سے تغافل سو جو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ یَرَوْا

حق بات کو جب اُن تک پہونچی اب آگے آدے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہین

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے اُن سے سنگتین اُن کو جمایا تھا ہم نے ملک مین جتنا تم کو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے

السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

آسمان برساتا اور بنا دین نہرین بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝

اُن کے گناہون پر اور کھڑی کی اُن کے پیچھے اور سنگت

وَمَا تَأْتِيهِم اور نہین آتی اُن کو ف یعنی اہل مکہ کے پاس مِّنْ آيَةٍ کوئی آیت ف مِنْ ائدہ بغرض استغراق وشمول نفی۔ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ
اُن کے پروردگار کی آیتون سے ف یعنی قرآن سے إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ مگر آنکہ اس آیت سے منہ موڑتے ہین ف مراد
آیت سے بنابر قول مفسرؒ کے آیات قرآن ہین پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوتی اور ہوسکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہون از انجملہ عجائبات
وعجیب مخلوقات ہین پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہون والاول انسب اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور ونظر نہین کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و
معرفت حاصل کرین اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی جو اجرم تھا مگر بدتر جرم تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب
اُن تک پہونچی ف یعنی قرآن جب آیا تو اس کو جھٹلانے لگے۔ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اب آگے
آویگی اُن پر حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے ف انبا جمع نبا ؤ خبر جس کی وقعت عظیم ہو۔ اور یہان جیسے بولتے ہین کہ عنقریب
تم خبردار ہوجاؤگے یعنی کنایۃً ملاحظہ تم پر پیش ہوگا لہذا مفسرؒ نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شے کا۔ اور چونکہ کافرون کا کام
بد تھا لہذا عذاب برا بدلا ہوگا۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر رہے مانند ابوجہل وغیرہ
کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزا و ٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد مین خوار ہونے کا ہے اور
بعض نے کہا کہ قحط ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھون مین اندھیرا آتا تھا۔ أَلَمْ يَرَوْا کیا نہین دیکھتے ف یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر مین
جانے مین کیا آنکھون نہین دیکھتے کہ كَمْ أَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کردیے ہم نے ف کم خبریہ بمعنی کثیر ہے۔ مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ اُن سے پہلی
سنگتین ف قرن یہ کم خبریہ کی تمیز ہے مانند قولہ وکم من ملک فی السموات۔ حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلھم اہلکنا اور قرن کے معنی قاموس
مین ہین کہ دس یا تیس یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا سو یا ایک سو بیس سال کی مدت اور سو برس کے معنی اصح ہین کیونکہ انس بن
مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی اُمت جو ہلاک ہوئی اسطرح
کہ اسمین سے کوئی نہین بچا۔ مفسرؒ نے یہی اخیر معنی لیے ہین اور یہی مناسب ہین اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیون کا ہے جیسے قوم لوط
کو ہلاک کردیا اور قوم عاد کو مٹا دیا۔ حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہین پکڑتے کہ ہلاک کردین ہم نے پہلے اُن سے بہت سی امتین جن کا حال
تھا کہ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ اُن کو جمایا تھا زمین مین ف یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین مین توانائی ومالداری کے ساتھ۔ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ
اسقدر کہ جو تم کو نہین دیا ف لکم کی ضمیر مخاطب مین اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کرکے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلون کو
ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالداری مین زیادہ تھے۔ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن لوگون
پر آسمان یعنی مینھ پے درپے ف کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ اور پیدا کردی تھین ہم نے
نہرین کہ جو جاری تھین اُن کے نیچے ف یعنی اُن کی بستیون کے نیچے۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتین ہم نے اُن کو دی تھین۔ فَأَهْلَكْنَاهُم
بِذُنُوبِهِمْ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہون پر ف یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف
بلایا اور انھون نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو بسبب اُن کے گناہون کے ہلاک کردیا۔ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ
اور کھڑی کین اُن کے پیچھے اور سنگتین ف حاصل وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر وشرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے
مٹ گئے اور نیست ہوگئے کہ ان کی بستیان کھنڈل ویران پڑی ہین ان کو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤگے تو اسی طرح ہلاک ہوگے ف قال
فی العرائس قولہ وما تاتیھم من آیۃ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ مین سے کافر رہے ازل ہی مین محروم از نور ایمان تھے وفی الحدیث روحین تاریکی مین اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے پیدا کین پھر اُن پر نور پاشی کی جس کو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا پس جو کافر رہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہون یا زمینی ہون خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہون یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ میں ہون کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الٰہی سے چمکتے ہیں لیکن جس نے جو اس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اُس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھیں بند ہیں وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات میں سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہیں۔ بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیات سے مراد قرآن مجید و نورسین ہیں جنکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہے وعرب اس کے روبرو متحیر و عاجز تھے۔ ولیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ابوجہل وغیرہ جو کافر ہیں اُن کو اس میں بھی شیطان نے دھوکے دیئے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور اگر اُتارین ہم اُن پر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اُس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہین گے منکر

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا

یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہین کیون نہ اُترا اُسپر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ

مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ

اُتارین تو فیصل ہو چکے کام پھر اُن کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ

رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تو وہ صورت مین ایک مرد کرتے اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین اور ہنسی کرتے رہے ہین رسولون سے تیرے پہلے

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا ع

پھر اُلٹ پڑے اُن ہی ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا۔

سراج میں ہے کہ نضر بن حارث و عبداللہ بن اُمیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لاوین گے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہون جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیوین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر اُتارین ہم تجھ پر لکھا ہوا ف۔ کتاب مصدر بمعنی مفعول ای مکتوب ہے۔ فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذ مین ف۔ یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس میں یعنی ورق میں اُتارتے جیسے کہ ان لوگون نے معانداً سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہیں اُتری فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ۔ پھر اُس کو اپنے ہاتھون سے چھو لیتے ف۔ یہ معاینہ سے بھی بڑھکر ہے حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُن کی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھون سے بھی چھو لیتے۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ البتہ کہیں یہ منکر ف یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف۔ یہ کافرون کی حق بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہے اور لیا ہے

جیسے فرمایا۔ ولو فتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھولدیتے
اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھیں نظر بند ملکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا
سحاب مرکوم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور کہتے ہیں محمد پر
کیون نہین اُتارا گیا فرشتہ جو اسکی تصدیق کرتا۔ ف یعنی اُس کے ساتھ ہین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ
سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانیوالا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا الآیۃ۔ یہ ان کافرون کی سخت جہالت
تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کر دیا۔ اول آنکہ برملا فرشتہ کا یون نزول قدرت الٰہی مین کوئی چیز
نہین لیکن فرمایا وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اُتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے تو لَقُضِيَ
الْأَمْرُ تو پورا کر دیا جاتا حکم ف اُن کے ہلاک ہو جانے کا۔ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ پھر نہین مہلت دئے جاتے ف کسی توبہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ
کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہو چکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کئے جانے پر
ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب ہے
کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یون ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہین ہو سکتی وقد قال تعالیٰ ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا
منظرین نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا بالحق اور ایسے وقت وقوع مین کفار مہلت نہ دیئے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین
الآیۃ۔ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف یعنی اگر وہ شخص جو ان کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کرتے۔ جیسے کہ فرشتے کو
مانگتے ہین لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگون کو اُس کے دیکھنے کی تاب ہوتی
اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین ف یعنی اگر
ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر باین طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تمھارے
مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ لو انزلنا ملکا لقضی الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون
سے مشاہدہ کر لیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ یعنی انکے
قوائے بشری اسکو مشاہدہ کر کے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانین نکل جاتین کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس
وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت وکمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا اور
قولہ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ
جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کر سکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اُس کے
نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی
صورت پر اُن کے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور مر جاتے پھر بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا حاصل یہ کہ غیر جنس سے اُمور شریعت کی حکمت پوری نہین
ہے کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا مرتے دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو
اور یہ بدون اُس کے معلوم نہین ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتین دی ہین اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون
اس کے کہ رسول سے معلوم نہین ہو سکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ہین ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح

Marfat.com

پس افعال قلب مین اعتقادات وغیرہ ہین اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہین جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہین اور اس کی شان مین کیا اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق و رازق ہے اُسی پر توکل ہے اور بغیر اُس کی تاثیر قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہین ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت و ارادہ و قصد پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت و ارادہ و قصد پر عذاب و ملامت پاویگا۔ اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالیٰ ہین کہ بندہ بغیر رسول کے بتلائے نہین جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہین کہ مثلاً غرور و تکبر و گھمنڈ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت مین محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار مین کوشش کرتا ہون اور تیری قوت و قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو بھلدار کردے اور مسلمانون کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہین ہے اُنکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھوٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت وغیرہ بد باتین جی مین کبھی نہ رکھے۔ کافرون کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر مین پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون کو ہدایت دیکر اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن مین ہزارون باتون کا ہے۔ اور دوسری قسم جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤن وغیرہ کے کام ہین ان سب مین دل کی نیت شرط ہے پھر ان کامون کی دو قسمین ہین۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے ہین جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہین ہوسکتے کہ کیونکر ادا کرین چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہے حالانکہ عید کے ایکدن پہلے فرض تھا اور دوسری قسم جو خالص نہین لیکن اُن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچون کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہین ایک وہ کہ دوسرے سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونون کا اسمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہین کہ اپنی ذات کی اصلاح کرنا اور دوم اپنے گھر والون کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والون و تمام جہان والون کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب مین سچائی شرط ہے پس نوکری مین برے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے تجارت مین جس کی خرید و فروخت مین جو طریقہ شرع مین بیان ہوا ہے اُس کو برتے پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع مین بیان ہین اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب مین بھول ہوجائے تو بڑھتی پھیر دے جو چیزین دنیا مین فساد ڈالتی ہین۔ تال طنبورہ ستار۔ باجہ وغیرہ نہ بیچے اور جن باتون مین مانند گیہون کو گیہون سے بدلتے ہین بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی و کفالت و وکالت و مضاربت و اجارہ و صناعت و سلم و شفعہ وغیرہ جتنے معاملات ہین اُن کو پورے پورے شرعی قاعدہ سے برتے تاکہ دنیا مین اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کرین اور علیٰ ہذا کھیتی باڑی و بادشاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہین پھر جو افعال نیک ہین اس کے مقابلہ مین ہزارون لاکھون افعال بد ہین چوری کرنا جھوٹ دغابازی زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندون کی بھلائی مین کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مین امن و امان رہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے اپنے معبود خالق کی بندگی کئے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کرلین تاکہ جب مرین تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین یہان کی تکلیفات و مشقتون کے بدلے جو اُن کی چند روزہ عمر مین اُن کو پہونچتی رہی ہے وہان ہمیشہ ابدالآباد راحت و آرام و عجیب نعمتون مین خوشحال ہین اب لانا

تو عقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عز و جل کی توحید و شان کے لائق ہین
اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہین قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہین معلوم ہو سکتا ہے اور ان سب مین بڑا امر یہ کہ
بندہ اپنے خالق کی شان مین کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد مین اور نہ اپنے افعال مین اور ان مین بھی جو اعتقاد مین برخلاف اعتقاد رکھے
شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہے اُسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُسکا بندہ رہے اور اُسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول
بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی اُنھین کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی
زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کر کے مرے تو اس کی درگاہ مین جنت پاوے لیس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے
پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے مین کتنی نامناسبت ہے اسی واسطے مکہ کے مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس
سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مر جاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہین کرتے کہ یہ رسول تم کو بری راہ سے پھیرتا اور
بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہین ہے تو اسکی بات نہین سمجھتے و غور کرتے تم یہ تو کرتے
نہین بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہین ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر مر جاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت
بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طینت و جبلت نرالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کرین
یہ فرشتہ نہین بلکہ آدمی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم مین تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کردی اور سب سے بڑا معجزہ
تو قرآن ہے کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام مین جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہین آتا پس تم اپنی جنس کے
رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا یعنی اگر زمین مین ملائکہ بستے
ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتون مین بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیون کی طرح برائی کے
افعال باوجود خواہش کے چھوڑ کر بھلائی کے طریقہ پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت
پڑتی تو ان کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیون کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام - اور واضح رہے کہ ان کافرون کو خبط
و خیال سوجھا اور اسکی دلیل بھی کہ ازل ہی سے گمراہی ان کے حق مین مقدر تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید و عبادت کیساتھ
تمیز و جدا نہ کر لے تب تک فرشتہ کو نہین دیکھ سکتا ہان بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی
تفسیر مین صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دیکھا اور دنیا مین بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علی نبینا و علیہم السلام
آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہؓ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی
حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہ السلام پر بصورت بے داڑھی مونچھ کے خوبصورت لڑکون کے آنا
اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید مین مذکور ہے جیسا کہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا - بالجملہ کفار مکہ جب ایسی شیطانی
باتین جن کا وقوع از راہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہو جائے
اور یہان سے وہان رہنے والے اس کے برعکس ہو جاوین تو یہ عادت انکے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الٰہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اللہ تعالیٰ
جل جلالہ و عم نوالہ نے حلم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا و لیکن ان مین سے جن کی تقدیر مین کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلعم جو پاک
رسول اور بندون کے اوپر مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتون سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

Marfat.com

بندہ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی وتسکین فرمائی بقولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک حاصل آنکہ اے محمد مغمگین
نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولون سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا ۔ اور کافرون کو تنبیہ ہے کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلون نے کیا
مگر انکا انجام یہ ہوا ۔ فحاق بالذین سخروا منہم ما کانوا بہ یستہزئون پس جنھون نے کافرون مین سے ٹھٹھول کیا تھا اُن کو اسی چیز نے
گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف ۔ اس چیز سے کیا مراد ہے بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت
کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہے تو گھیر لینے کے یہ معنی کہ حق غالب و بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہے بنظر ظاہر سیاق ۔ اور بعض نے کہا
کہ رسول مراد ہین اور اسمین بھی تامل ہے اور ارجح وہ ہے جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافرون کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف
دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہے اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہان کمال
بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہے کہ ٹھٹھا کرنیوالے ڈرین کہ انکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی
مین اکثر انھین کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہین فرمائی ولیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہے کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ
اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے اُن کو نکال دیا اور مسخرہ پن کرنیوالون کی تہدید کو اگلون کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد
کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوئے اور باقی راہ پر آگئے بخلاف اگلی امتون کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور
وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللہم اہدنا اللہم اذرکنا بالرحمۃ اللہم نعوذ بک برضاک من سخطک بمعافاتک من عقوبتک اللہم اذا
اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتون اللہم نسألک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یا حی قیوم وتصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار وشرک کرنے والون کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہدے اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرون سے ۔ سیروا فی الارض پھرو زمین مین یعنی زمین کے ملکون اور وہان کے باشندون کے وقائع گذشتہ
مین فکر وغور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معتبرت
کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین مین پھر وفکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے ثم انظروا پھر نظر عبرت سے دیکھو لہ ۔
کیف کان عاقبۃ المکذبین کیونکر ہوا انجام کار اُن لوگون کا جنھون نے اللہ تعالیٰ کے رسولون کو جھٹلایا ف ۔ پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس
حرکت کفر وانکار سے باز آؤ تاکہ عذاب وبد انجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر رحمت ہے ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافرون کے بد انجام پر خوف کر یگا
کہ ان لوگون کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ انھون نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے ف ۔ قال
فی العرائس قولہ تعالیٰ وللبسنا علیہم ما یلبسون ۔ کافرون نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ مین کہین نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات وصفات تھے بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات
والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ولیکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہین کیونکہ قہر الٰہی کے اندھیرے مین پڑے ٹاپتے ہین وقد قال تعالیٰ ینظرون الیک
وہم لا یبصرون یعنی آنکھین پھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہین مگر کچھ دیکھتے نہین پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ مین اشارہ
ہے کہ ساہیبت ملکوت دیکھنے سے اُن کی نظر ضعیف ہے اور اگر فرشتہ کو دیکھین تو آدمی ہی کی صورت مین دیکھ سکتے ہین جو موقع التباس ہے ۔ اور اصلی بیان
اس مقام پر یہ کہ قولہ للبسنا علیہم اے خلط کرین ہم اُن پر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہین تاکہ اپنی خداع وفریب کی راہ نہ جانین جیساکہ ان کی مراد ہے اور اُنکا
مکر انھین کی گردن پر لوٹ پڑے اور تردد کی تاریکی مین پھرتے پھرین قولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک ۔ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے نجابلوں کے حال سے خبر دی کہ جب انھوں نے خاصان ندگاہ کو نہ پہچانا اور انہیں آثار جلال الٰہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم نے کہا کہ جب انھوں نے رسولوں کے حقوق کو نہ پہچانا اور ان کی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے اُن کو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندے ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہے اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالے

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں کہہ اللہ کا ہے۔ اُسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کریگا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَ

دن قیامت تک اس میں شک نہیں جنھوں نے ہاری اپنی جان وہی نہیں مانتے اور

لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اُسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں۔ اور وہی ہے سب سنتا جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑوں اپنا مددگار

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

اللہ کے سوائے جو بنانیوالا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہیں کھلاتا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

مانوں اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ○

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

قل کہدے اے محمد صلعم۔ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ف پس مشرکوں کے معبود بھی مملوک الٰہی ہوئے اور کسی بیگہ آسمان و زمین مع تمام اشیاء کے جو ان میں ہیں یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کس کی ملک ہے۔ قُلْ لِّلّٰهِ کہدے اللہ تعالیٰ کے ہیں ف یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دیں تو خود تو یہ جواب دے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منہ کیا کھولیں گے حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت۔ در صورت ہٹ دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے وقد ذکر تعالیٰ ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں و زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکوں و کافروں پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہیں کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاویں۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو اللہ نہ ہو وہ اسکا مستحق نہیں ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے لہذا جب بندگی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود برحق عفو فرمانیوالا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے ف کتب بمعنی فرض نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہیں ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب بمعنی قضیٰ ہے یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک میں ایک طرح کی مہربانی جھلکتی ہے کہ لطف سے مشرکوں کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے میں چوک ہو گئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمایئے اور یہ بھی اسی کی رحمت ہے کہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اور توحید پر دلائل صریحہ قائم کئے علاوہ اسکے حق یہ ہے کہ بعض میں اسکو ان دلائل پر جو موجود ہیں جو
دیکھتے ہیں۔ امام احمد نے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا تو ایک
کتاب لکھی جو اسکے پاس عرش پر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے پیدا کئے ہیں اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر اتارا ہے اسی سے لوگ آپس میں ایک
دوسرے پر رحم کرتے ہیں [illegible] اور ننانوے حصے قیامت کیلئے رکھے ہیں پھر جب قیامت ہوگی تو مومنوں کیلئے یہ حصہ بھی ملا کر سو
پورے کر دیگا [illegible] مسلم و احمد وغیرہ نے اس مضمون کی بہت حدیثیں نقل کی ہیں [illegible] کہ بندہ مومن ان باتوں کو
بالتفصیل تحقیق کرے [illegible] عقل [illegible] سے ان کے اوہام دور کرنے کو معقول دلیلیں بیان
فرماتی ہیں چنانچہ [illegible] وعدہ صادق کے [illegible] کو بیان فرمایا کہ تمام بندے مر کر پھر جیتے ہیں اور [illegible] کو اپنے
[illegible] لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اللہ تعالیٰ ضرور تم کو روز قیامت میں
جمع کریگا جس میں کچھ شبہ نہیں [illegible] یہ قسم ہے اور جو قسم بھی [illegible] زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے
یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر مقرر کر دیا کہ رحمت فرماوے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمہاری عمر و رزق کو بحال رکھا
اور تم کو مہلت دی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بیان فرمایا لیجمعنکم یعنی بقدر رحمت وہ وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہے کہ تم کو قیامت کے روز
جمع کرے گا [illegible] عذاب میں جو تم کو [illegible] کے مقابلہ میں [illegible] اور زجاج کے [illegible]
[illegible] روز قیامت ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا ملیگی اور [illegible] تقدیر قسم کے
قسم کا [illegible] مشرکین کا جو روز قیامت و بعث و حشر کے منکر تھے اسی واسطے لا ریب فیہ سے تاکید کی۔ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنفُسَهُمْ جن لوگوں نے خود خسارہ کیا اپنی جانوں کو [illegible] اعتقاد و شرک سے عذاب کے روبرو کر دیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
تو ایسے خبیث ایمان نہیں لاتے ہیں [illegible] اگرچہ [illegible] جانتے ہیں کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو چیز بستی ہے رات میں اور دن میں [illegible] یعنی ہر چیز اسی کی ہے وہی اسکا خالق و مالک ہے اور متحرک وغیرہ
میں [illegible] قولہ ما سکن [illegible] المتحرک ایضاً یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہے حرکت و سکون باہم متضاد ہیں پس
سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کر کے دوسری ضد کو ذکر نہیں کیا اور [illegible] سکون کو اسواسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی
مشرکوں پر حجت ہے جو اس وہم میں پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر میں نہیں ہے اور اپنی [illegible] کے انتظام پر بھروسہ کرتے اور ان کی عبادت
کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے صریح ذکر کیا کہ رات دن میں جو مخلوق بے طلب [illegible] کے ساکن پڑی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی
کی پرورش سے رزق پاتی ہے اور حضرت سدی نے کہا [illegible] ما سکن یعنی جو ثابت و مستقر ہوئی۔ یہی زمخشری نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو
ترجیح دی اور ابن جریر نے کہا کہ جس پر آفتاب طلوع و غروب ہوا وہ رات دن کے ساکن ہیں سے ہے پس مراد اس سے تمام وہ چیزیں ہیں جو
طلوع و غروب آفتاب کے درمیان ہیں خواہ کہیں ہوں اور ابن کثیر نے کہا کہ ہر چند آسمان زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و ملک ہیں۔ بالجملہ
اس میں اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہے اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک وہی ایک معبود اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکوں و کافروں
و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہیں یا وہ قادر و مختار نہیں یا کوئی مخلوق

[illegible]

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى

اور اگر پہونچاوے اللہ تجھکو سختی پھر اسکو کوئی نہ ہٹادے سواے اسکے اور اگر تجھکو بھلائی پہونچاوے [illegible]

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے اور اُسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا

تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی کہہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور اترا ہے مجھ پر

الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝

تو کہہ میں نہ گواہی دونگا تو کہہ وہی ہے معبود ایک اور میں قبول نہیں رکھتا جو تم شریک کرتے ہو

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے ہاری اپنی جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

وہی نہیں مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جو جھٹلائے اُسکی آیتیں مقرر بھلا نہیں پاتے گنہگار

وان یمسسک اللہ بضر۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہونچاوے ف۔ یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر یعنی بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے۔ فلا کاشف لہ تو کوئی اس بلا کا اٹھانے والا نہیں۔ الا ھو۔ مگر وہی پاک پروردگار تعالیٰ۔ وان یمسسک بخیر۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے خیر پہونچاوے ف۔ مانند صحت و تونگری وغیرہ کے۔ تو وہ قدیر ہے۔ فھو علی کل شیء قدیر۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ف۔ یعنی کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو روک سکے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ اے پروردگار کوئی روکنے والا نہیں جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہیں جو تو نے روکا اور نہیں نافع ہے صاحب دولت کو ثروت تیری قضا و قدر سے۔ عن ابن عباس۔ میں آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے میں تجھکو کلمات سکھلاتا ہوں محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے۔ یاد رکھ اللہ تعالیٰ کو اپنے مواجہہ میں پاویگا۔ جب کچھ مانگ تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ۔ جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہیں پہونچا سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے اور اگر سب امت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہیں پہونچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھ دیا ہے قلم اٹھائے گئے اور نامہائے تقدیر خشک ہو چکے رواہ الترمذی اور رزین نے ایک کلمہ اور زیادہ کیا کہ آسانی میں تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تعالیٰ تجھکو تکلیف و سختی میں محفوظ فرماویگا۔ قد روا احمد۔ وھو القاھر فوق عبادہ۔ وہی قاہر ہے بندوں کے اوپر ف۔ فوقیت یہاں مرتبہ کی فوقیت ہے اور قاہر بمعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نکر سکے یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز میں عاجز نہ ہو۔ قاہر میں ایک معنی زائد ہیں بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے نہ کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہے۔ حاصل یہ کہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ میں مسخر و مغلوب ہے اور وہی ان پر قاہر مستعلی ہے اور ابن جریر نے کہا کہ قاہر بمعنی متعبد ہے یعنی بندوں سے عبودیت لینے والا۔ اور یہ معنی بھی عمدہ ہیں کیونکہ جبر اسکی تقدیر و مشیت میں جاری ہوا ہر بندہ اسپر جاری ہے

Marfat.com

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہین کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ وہی حکیم خبیر ہے ف۔ یعنی مخلوق
مین جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اُس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک
کو اس کے لائق دیا ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابون والے
انکار کرتے ہین تب یہ نازل ہوا قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً یعنی ان مشرکون سے کہدے کہ گواہی مین کون چیز سب سے بڑی ہے۔
قُلِ اللّٰهُ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے ف۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہین صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہون تو تو ہی کہدے اور معنی
یہ اللہ اکبر شہادۃ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے از راہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكُمْ وہ میرے و تمھارے درمیان شاہد ہے ف۔ پس مبتدا محذوف ہے کلام یہان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر ای شئی کے
جواب مین جب اللہ کہا تو دلالت ہے کہ شئی کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہ کی گئی کہ شئی کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہے اور اس سے
متکلمین علماء رح استدلال لاتے ہین بعض نے کہا کہ جواب یون ہے کہ قل اللہ شہید بینی و بینکم۔ تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان شاہد
ہے اس سے ثبوت نہین ہوتا کہ شئی کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تم نے شہادت مین کون چیز سب سے
بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہے بلکہ تمھارے و میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار
کرتا ہے اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عز و جل پر شئی کا اطلاق کیا جائے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہین آتا کہ قولہ واللہ علیٰ کل شئی قدیر مین سے ذات
باری تعالیٰ کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شئی کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے۔ اور جو مترجم نے اختیار
کیا اُس پر لازم نہین ہے کیونکہ شئی مین ذات باری تعالیٰ عز و جل داخل ہی نہین ہے اور رہا یہ کہ لفظ شئی و موجود و ممکن الفاظ مترادفہ ہین تو یہ تعبیرات
ہین کہ ذات باری تعالیٰ عز و جل کے بیان مین ان الفاظ سے چارہ نہین جیسے ما و من موصولات مین سے ذات باری تعالیٰ کو من سے تعبیر کرتے
ہین جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب مین قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہے اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا
حالانکہ او تعالیٰ عز و جل عقلون کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول مین سے نہین کہہ سکتے ہین ایسا ہی یہان
ہے فلیتامل پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے و مشرکون کے درمیان شاہد ٹھہرایا۔ تو او تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت
صلعم کے ہاتھون پر معجزات ظاہر کر دیئے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعویٰ پر گواہی لائے اور بالاجماع
خالق اشیاء او تعالیٰ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہے
بلکہ بفعل اقویٰ ہے کیونکہ قول کے الفاظ مین احتمالات پیدا ہوتے ہین بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید
معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان مین میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے۔ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈر سناؤن اور جسکو یہ قرآن پہونچے ف۔ یہ خطاب اہل مکہ
کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے مین ڈر سناؤن تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو
یا جن ہو۔ اسمین صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہین ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ قولہ لانذرکم سے مراد عرب ہین۔ و
من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکون والے ہین۔ اور انسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ
روم و بادشاہ نجاشی و ہر سرکش کو خط لکھا اور ان کو اللہ عز و جل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔

رواہ ابن مردویہ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جیسے کسریٰ قیصر ہے اور نیز آمین صریح دلیل ہے کہ جو اسوقت موجود تھے اور جو آیندہ پیدا ہوں سب کے حق میں قرآن مجید کی پابندی یکسان ہے اور علماء رح اس معنی میں متفق ہیں۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پہونچ گیا گویا میں نے اُس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی۔ رواہ ابن النجار والخطیب وابو نعیم۔ محمد بن کعبؒ نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اُس نے نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتیں کیں۔ اور ایک روایت میں گویا محمد صلعم نے اُسکو ابلاغ کر دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ عن قتادہ مرسلاً آنحضرت صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو۔ اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہونچی اُس کو حکم الٰہی پہونچ گیا۔ رواہ عبد الرزاق اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اُسپر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُسکی طرف بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگون کو پہونچاؤ۔ رواہ البخاری۔ عن ابن مسعودؓ میں نے نبی صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہے جسکو پہونچی۔ رواہ الترمذی وغیرہ۔ اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پہونچا ہے۔ پھر اہل مکہ مشرکون کو فہمائش کی۔ کہ اپنے خیالات و اوہام شرک ترک کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانیں۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں دوسرے اللہ ہیں۔ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ کہدے کہ میں اسکی شہادت نہیں دیتا ہون قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تو کہدے کہ میں یہی گواہی دیتا ہون کہ معبود واحد ہے۔ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور کہدے کہ میں بری ہون اس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو ف یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو میں سب سے بیزار ہون پھر موافق حسب دل مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہیں اسکا رد فرمایا اور حاصل آنکہ اُن کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہیں اور فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی ف یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنا بر اینکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل آنکہ علمائے یہود جو توریت جانتے ہیں اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہیں۔ يَعْرِفُوْنَهٗ وہ سب محمد کو ایسی طرح جانتے ہیں کہ گویا آنکھون دیکھا یعنی محسوس پہچانتے ہیں بوجہ اس تعریف کے جو اُن کی کتاب میں مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہیں کہ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہیں ف اُنکے پاس اخبار اور بڑی ترجیح و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھیں کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب سولون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہون گے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اُس کی شناخت اور آپکی اُمت مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اس کے فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب میں سے اپنی جانون کو خوار و خراب کیا ہے فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہ بات نہیں کہ پہچانتے نہ ہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہیں اور فرمایا۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہیں ایسے شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو بیٹا کہتے ہیں سیا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو۔ حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اظلم کوئی نہیں پھر اگر کوئی اُن دونوں کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا اِنَّهٗ ضمیر شان ہے لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی جن لوگوں نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا
ہو وہ فلاح نہیں پاوینگے ف۔ فی العرائس قوله تعالیٰ وان یمسسک اللّٰه بضر فلا کاشف له الا هو۔ اشارہ سے نکلا اگر کسی بندۂ مومن کو مضرت پہونچے
تو اسکا کھولنے والا کوئی نہیں سوائے اسکے کہ اﷲ تعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھول دے جنید رح نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہونچنے پر جو خطرۂ اول تیرے
دل میں خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجھکو اس بلا میں کافی ہے اس مصیبت کے
دور کرنے میں کفایت فرماویگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجھکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑ دیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ
جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہیں ہوسکتا وہ خود مجبور ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجھکو بلا میں ڈالے کیونکہ ایجاد کرنیوالا
ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہیں اور افعال میں سے کوئی یہ لیاقت نہیں رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قوله وهو القاهر فوق عباده حسین رح نے کہا
کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر موجود کو اور بعض نے کہا کہ جیسے بندوں کو موت و فنا پر مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہیں ویسے ہی اُن کو ایجاد و اظہار میں
مقہور کیا۔ قال المترجم۔ فی الحدیث ما من نسمة کائنة الی یوم القیامة الا هو کائن فیها یعنی جو آدمی زادہ قیامت تک پیدا ہونیوالا ہے وہ ضرور
اس میں پیدا ہو جائیگا۔ قوله قل ای شیء اکبر شهادة۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز میں شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور
ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہو چکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب ہے کہ امر کا جواب
امر سے ہے بقوله قل اللّٰه شهید بینی وبینکم۔ شیخ رح نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر
ہوگئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت و غباوت سے اُن کو کچھ نہیں سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شیء اکبر شهادة۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح
کر دی بقوله قل اللّٰه شهید بینی وبینکم۔ اور ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق میں شہادت صغریٰ تھی۔ بالجملہ جس نے
شہادت کبریٰ کو نہیں دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل میں اندھا کر دیا گیا ہے وہ ہر
شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ حسین رح نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہے جو ازل
میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقوله قل ای شیء اکبر شهادة قل اللّٰه۔ قوله الذین آتینٰهم الکتٰب یعرفونه حضرت حق عز وجل نے فرمایا کہ یہودی
خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو اُن علامات صحیحہ سے جو اُنھوں نے توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت و سچے معجزات سے
مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرۂ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بے نصیب تھے
اسی واسطے اپنی جبلت غضب میں گرفتار ہو کر دنیا کی محبت میں پڑے اور باپ دادون کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش نور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ
رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدموں کی خاک بنجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین و یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ و کسی امیر کے
وزیر و مصاحب و ساتھی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہیں کہ آنکھوں دیکھی بات ہے کہ آپ میں مبارک اُنکو عطر سے افضل و بہتر رہے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ
اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو پھر کہیں گے شریک والوں کو کہاں ہیں شریک تمھارے جن کا تم
تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝
دعوےٰ کرتے تھے پھر نہ رہے گی اُن کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللہ کی رب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

انظر كيف كذبوا على انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون ۝ ومنهم من
دیکھ تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں اُن سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے اُن میں
يستمع اليك ۚ وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي اذانهم وقرا ۚ وان
کان رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلوں پر غلاف رکھے ہیں کہ اُس کو نہ سمجھیں اور اُن کے کانوں پر بوجھ اور اگر
يروا كل اية لا يؤمنوا بها ۚ حتى اذا جاءوك يجادلونك يقول الذين كفروا ان هذا
دیکھیں ساری نشانیاں یقین نہ لاویں اُنپر جب تک آویں تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہیں وہ منکر یہ کچھ نہیں
الا اساطير الاولين ۝ وهم ينهون عنه وينئون عنه ۚ وان يهلكون الا انفسهم وما يشعرون ۝
مگر نقلیں ہیں اگلوں کی اور وہ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے -

ویوم نحشرهم جمیعا ۔ ذکر کر دے جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکون دکافرون کو سب کو ثم نقول للذین اشرکوا پھر ہم مشرکون سے فرماوینگے یعنی جو مشرک مرے ہین ۔ این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون ۔ تمھارے وہ شرکا، کہان ہین جن کو تم زعم کرتے تھے ف کہ وے شریک ہین اللہ تعالی کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہے یعنی وہ تمھارے شرکار کہان ہین لاؤ جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے مین اشارہ ہے کہ جملہ زعم باطل اُس دن نکل جاوینگے ۔ ثم لم تکن بتار فوقانیہ قراۃ ابن کثیر وابن عامر و عاصم و نافع ہے ۔ اور لم یکن بیار تحتانیہ باقیون کی قراۃ ہے فتنتھم بنصب ورفع دونون قراۃ ہین پس بیار تحتیہ والون نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا ان قالوا الخ ہے اور بتار فوقانیہ پڑھنے والون نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہے اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین ۔ مین اکثر کی قراۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہے اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراۃ مین نصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے وان قالوا القوت مصدر اے قولہم ہے اور تفسیر بنابر قول مفسر ؒ کے یہ کہ ثم لم تکن معذرتھم الا قولہم واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی جب اُن سے شرکا مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہان ہین تو باطل کو کہان سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر اُن کی معذرت کچھ نہ ہوگی سوائے اس قول دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنی ہم اُن کو شریک نہین بناتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطار خراسانی و قتادہ و ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معذرتھم اے حجتہم ۔ حاصل آنکہ مشرکون کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھین گے وہ یہ دروغ ہوگا ۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ ثم لم یکن قبلہم عذر فتنتنا ایاہم اعتذارا عما سلف منہم من الشرک باللہ الا ان قالوا الخ یعنی جبکہ ہم فتنہ مین ڈالین گے اُن کو تو اُن کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہوگی سوائے اس کے کہ کہین گے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین ایک لطیف معنی یہ ہین کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ مین پڑتا ہے پھر اسکو محنت و مشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار ہو جاتا ہے تو اسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سوائے فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتون کی محبت سے فتنہ مین پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتون سے بیزار ہوئے پس اُن کے حق مین صادق ہوا کہ ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا الخ ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور نیز فرمایا کہ لا یکتمون اللہ حدیثا ۔ حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھین گے کہ جنت مین کوئی نہین داخل ہوتا سوائے نمازیون کے (یعنی اہل توحید پابند صوم و صلوۃ) کے تو آپس مین کہین گے کہ آؤ ہم بھی

Marfat.com

شرک سے منکر ہو جاوین تاکہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھا کر جھوٹ بولین گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے منھون پر مہر کردیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے پس اس حالت مین اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہین چھپا سکین گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم مین نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ چشم بصیرت و غور سے تامل کر کے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اور غائب ہو گیا یعنی گم ہو گیا اُن سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کرتے تھے ف۔ کہ غیرون کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا شریک بناتے تھے۔ بیضاوی نے کہا کہ شدت عذاب و ہول قیامت سے دہشت و حیرت مین ہو کر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھا دینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کس قدر کجی سمائی ہے کہ جناب باری تعالیٰ مین بھی جھوٹ سے باز نہ آئین گے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ و ظاہر پر محیط ہے اور یہ جہالت ہے اگر توحید و اسلام سے او تعالیٰ عزوجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو باتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے جہالت و گمراہی شرک و کفر و بدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگا کر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین۔ مدارک مین ہے کہ روایت ہے کہ ابوسفیان و ولید بن المغیرہ و نضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہے دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ کیا کہتا ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے مین نے تم سے رستم و اسفندیار کی داستان بیان کی ہین تو ابوسفیان نے کہا کہ مین تو واللہ اسکو حق سمجھتا ہون تو ابوجہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اکنہ جمع کنان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ لے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہو جاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسیواسطے مفسر نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطا ہے بمعنی ڈھانپ لینے والی۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ یعنی ہم نے اُن کے دلون پر اکنہ اسواسطے کر دیئے تاکہ قرآن کو نہ سمجھین اور تیز کر دیا ہم نے۔ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ اُن کے کانون مین وقر کو یعنی کان مین بہرا پن کر دیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا نہین سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب و پردے اُن کے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے وہ قبول نہین کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کر دی گئی پس حق کو سننے و سمجھنے و دیکھنے سے بہرے و احمق و اندھے ہین۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا اور اگر ہر آیت دیکھ لین گے تو بھی اس پر ایمان نہ لاوینگے ف۔ حتی کہ قیامت مین جب کہینگے کہ ہم دنیا مین لوٹائے جاوین ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرماویگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جا کر یہی کرو گے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار کی وہ مقہور بحکم تقدیر ہے۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر مین اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہے بندہ بے عقل بھلا اس تمام حکمت کو کیونکر محیط ہو سکتا ہے قرآن مین خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کیواسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر و رسالت کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے ع ہین کہ موسیٰ با ہمہ نور نظر ؛ شد از ان محجوب تو بے پر مپر ؛ حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرین مشرکین ابوجہل و اسکے مثل کو فرمایا کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اسپر ایمان نہ لائین گے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ یہان تک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھ سے جھگڑین ف۔ چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہے۔ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہین کہ نہین یہ قرآن مگر اکاذیب اگلون کے ف۔ یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک و اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم اول کے

Marfat.com

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہیں ہے مانند ابابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسرؒ نے قول اخفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و تُرّہات ہیں یعنی جھوٹی اور بے سر پیر کی باتیں۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اساطیر الاولین اے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بمثل بلیغ دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر الزام دروغ بکتے تھے اور آیت میں دلیل ہے کہ یعنی اگلوں کے قصے ہیں۔ بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہیں۔ ف لوگوں کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں۔ قال فی المدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہے یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ اور اس سے خود دور بھٹکے پھرتے ہیں ف پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنی لوگوں کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہیں و قولہ ینأون عنہ یعنی چھوڑتے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے اور یہی مجاہد و قتادہ واکثروں کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے قول دوم جو مفسرؒ نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ کہا گیا کہ ابو طالب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسرؒ نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم۔ سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیوں ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہیں اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم میں ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو متحمل نہیں۔ قال المترجم جواب یوں ممکن ہے کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہے کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگوں کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیماً مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابو طالب واسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہیں کیونکہ قصہ حضرت ابراہیمؑ میں حضرت جبرئیل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کما فی قولہ۔ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہیں اگرچہ یہاں مقام تعظیم نہیں ہے مگر آنکہ یوں کہا جائے کہ جمع باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کما فی قول امرأ القیس ؎ قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ٭ علاوہ بریں حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ اس کا نزول ابو طالب کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ۔ وقد رواہ الحاکم موصولا وصححہ۔ اسی واسطے مفسرؒ نے مابعد میں ہلاکت کو فقط نائے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگوں کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونوں موجب ہلاکت ہیں۔ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ حالانکہ یہ لوگ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف کیونکہ اس کا ضرر انہیں پر پڑتا ہے کیونکہ کافر مشرک مر کر جہنم میں جاوینگے وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ ولیکن اسکا شعور نہیں رکھتے ف باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانوروں سے بدتر ہیں ف فی العرائس قولہ ومنہم من یستمع الیک الی قولہ لا یؤمنوا بہا۔ ان لوگوں کے دل بسبب عوارض بشری و نفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو نہیں سمجھتے تھے اور ان کے اسرار باطنی کے کانوں میں ٹھیپے تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھوں پر غشاوت

Marfat.com

غرور وجہالت تھی جس سے آیات وبرہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطاء رح نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ بعض اُن میں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تاریکیوں میں متردد پھرتا ہے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہو تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہو یعنی ایمان لاتا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہو آگ پر تو کہتے ہیں اے کاشکے ہم پھر بھیجیں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتیں اور رہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا

ایمان والوں میں کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں

لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

وہی جو منع ہوا تھا انکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہمکو پھر

نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ

نہیں اُٹھنا اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے رب کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

ع ۱۰

وَلَوْ تَرَىٰ اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہو۔ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ کہ جب یہ کفار آگ پر کھڑے کیے جاوینگے ف۔ بعض نے کہا کہ علی بمعنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کیے جاوینگے اور مفسر رح نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ کے سامنے پیش کیے جاوینگے۔ فَقَالُوا بسبب خوف عذاب کے کہیں گے يَا لَيْتَنَا اے کاش ف۔ ہماری تمنائے محال پوری ہوتی کہ نُرَدُّ ہم دنیا میں پھیرے جاتے۔ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں ہو جاتے ف۔ یعنی جب تو اُن کو آگ پر کھڑے ہو کر حسرت بیان کرتے سنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لا نکذب ونکون میں تین قراۃ ہیں اول دونوں کا رفع اور دوم دونوں کا نصب و سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے، پس کسائی و اہل مدینہ نے دونوں کو منصوب پڑھا باین طور کہ یہ جواب ہے تمنی کا اور واؤ کے بعد ان مقدر ہو اور اکثر قراء کے نزدیک دونوں کو رفع ہے پس یہ استیناف ہو اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ ونحن لا نکذب الخ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثبات ہو خواہ پھیرے جاویں یا نہ پھیرے جاویں اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون پس تمنی میں داخل نہیں کیونکہ تمنی میں جو جملہ انشائیہ ہو تکذیب نہیں ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونوں فعلوں یعنی نرد اور نکذب کو تمنی میں داخل کیا اور نکون کو بنصب پڑھا۔ بالجملہ جواب لو کا محذوف ہو مانند لرایت امرا عظیما۔ کے یعنی لو تراہم اذ وقفوا علی النار لرایت ما عرضہم عظیما ہائلا فظیعا۔ یعنی تو اگر دیکھتا کہ جب یہ لوگ قیامت میں دوزخ پر پیش کیے جاوینگے قطعا تو تو دیکھتا اُن کے حال کو ایک امر عظیم ہولناک نہایت کریہ منظر۔ حاصل آنکہ اس حالت میں کہ ہولناک عذاب معائنہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا میں واپس بھیجے جاتے اور اب کبھی پروردگار کی آیتوں کی تکذیب کرینگے اور مومن ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بَلْ اضراب ہے ارادہ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہو یعنی ارادہ ایمان نہیں ہو بلکہ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ظاہر ہو گیا اُن پر جو پہلے چھپاتے تھے ف۔ کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین ہم تو واللہ مشرک

نہیں تھے۔ یہیں طور کہ دنیا میں بد ہو گئی اعمال اُن کے جوارح نے گواہی دیدی کہ ہم مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اور احتمال ہی کہ دنیا میں جو انبیاء علیہم السلام کی بدولت جو سچائی جانتے مگر بیباکی سے بیان نہیں کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ فرعون کے قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا۔ لقد علمت ما انزل ہؤلاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ۔ یعنی تو خوب جانتا ہے کہ ان معجزات کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کے لیے بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون واسکی قوم کی خبر دی کہ جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ۔ یعنی جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہیں جو لوگوں پر ایمان ظاہر کرتے اور دل میں کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہیں ہوتا کہ آیت مکیہ ہے اور منافقین مدینہ میں تھے کیونکہ وقوع اسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہیں بلکہ قیامت میں ہوگا تو اس درمیان میں خود منافق ہو چکے اور خود سورہ عنکبوت میں جو مکیہ ہے صاف فرمایا۔ ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ۔ قال المترجم یہ توضیح ہے لیکن یہاں انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بعضہ ذہبی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمین مشرکین و قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین کا بھی ہے بلکہ اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ کما قال فی المدارک کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جانکر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ کے حق میں اسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہو گیا کہ واسطے جو پہلے چھپاتا تھا۔ اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس حسن اسلوب سے ایک آیت میں ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہیں ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا اُن کے حق میں ایک گونہ اظہر ہے کہ پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو انھوں نے دنیا میں لوٹ جانے [illegible]م تکذیب کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہیں کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک رو برو آیا تو یہ مکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال میں بندہ کی شان ہے بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اس پر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہیں ہے اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ وَلَوْ رُدُّوْا۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو۔ لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہیں ف اس دعوی میں کہ ہم ایمان لائیں گے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہے۔ عن قتادۃ اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دنیا میں پہنچا دیتا جو مثل دنیائے سابق کے ہوتی جسمیں پہلے تھے تو بھی اپنے بداعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیر جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے قبل فی قولہ انہم لکاذبون۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ ازل میں وحدانیت الٰہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا میں پیدا ہو کر منکر ہو گئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان سامنے ہوتا۔ وَقَالُوْا یعنی منکرین بعث نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہیں کہ قیامت کیواسطے مردے اٹھائے جاوینگے انھوں نے کہا اِنْ هِيَ۔ مَاهِيَ الْحَيٰوةُ۔ نہیں ہے یہ زندہ ہونا۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا۔ سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے۔ وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ اور ہم مبعوث ہونے والے نہیں ہیں ف۔ اور شیخ ابن کثیر نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا الی الشرک لقالوا انعدم البعث۔ یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث و حشر کچھ نہیں ہے اور یہی مدارک میں نسفی نے اختیار کیا ہے۔ وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔ لرأیت امرا عظیما۔ اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائیں گے مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ تو ایک امر عظیم دیکھے۔ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ فرمادیگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہیں بلکہ ملائکہ کی زبان سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکوں سے کہیں گے ان کو ملامت کرنے و جھڑکنے کو کہ کیا نہیں ہے یہ بعث و حساب

Marfat.com

جو تم نے آنکھوں دیکھ لیا برحق واقعی ہیں یہ استفہام توبیخی ہے اور مشرکین و کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اٹھائے جانے سے منکر ہیں وہ اس توبیخ کے جواب میں عرض کرینگے۔ قالوا بلیٰ وربنا یعنی کہیں گے ہاں برحق ہے قسم اپنے پروردگار کی۔ قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف۔ یعنی دنیا میں جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمیں تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بدالھم ما کانوا یخفون من قبل ط مشرکوں نے دنیا میں کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہیں پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید و ایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان و توحید فقط اتنی بات ہے کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہے جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عزوجل ہے کہ اس راہ پر نہیں آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہیں پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمیں تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے نکرت میں سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت میں پہچانتے تو معارف میں پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بڑی ہی معرفت ہے اور یہ مقام اُن کے سینوں ہی میں تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیوں کی شہوت میں بغیر اختیار کے بسبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہیں ہے کہ جس کو غیبی کھٹکا نے والا الہام الٰہی کا کھٹکا نہ دیوے جس سے رضائے الٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہے اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سُن لیتا ہے لیکن اپنے دل میں خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت میں زیادہ گرفتار ہونے سے قلب کو پردۂ ظلمت میں ڈھانپے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس الہام پر اعتنا کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل میں خفیہ رہجاتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہے اور چیونٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل میں اسکو جان ضرور جاتا ہے اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہے کہ پروا نہیں کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے قیامت میں وہ اسرار خفیہ ان کو عار دلانے اور اُن پر حجت الٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دئے۔ بعض نے فرمایا کہ اُنکے علم کے قلب سے جو اسرار ان میں خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس دینوری رح نے کہا کہ مکار صوفی و دغاباز عالم بھی اسکے اشارے میں شامل ہیں کہ لوگوں کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور باخدا دکھلاتے اور دل میں خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو انکا یہ فریب مکر بھی اُس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندوں سچے مومنوں کے مقابلہ میں اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربھم ط ابن عطا رح نے فرمایا کہ یہاں سے وقوف قہری مراد ہے اور اگر انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق میں کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ اُن کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا

خراب ہوئے جنھوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہونچی اُن پر قیامت بیخبر کہنے لگے

یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ط اَلَا

اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اُس میں اور وہ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سنتا ہے

سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۝ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ

بُرے بوجھ ہیں جو اٹھاتے ہیں اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے

یَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

ڈر والوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں۔

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث وحشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت
وصفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہے - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہا بلکہ عذاب عظیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقار ملاقات اور
اسمین دلالت ہے کہ قیامت مین دیدار باری تعالیٰ مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات واحادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسر رح نے کہا
کہ لقار الٰہی کی تکذیب اصطلاح کہ بعث وحشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے - قال تعالیٰ - قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ - جن لوگون نے لقار الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارۂ سخت مین پڑے ف - اور وہ خسارۂ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقار الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہے یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادیٰ نہین مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجاز احسرت کو پکارا بایں معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب
دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے - اور ابن جریر رح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایۃً فی قولہ تعالیٰ - یاحسرتنا - مین مذکور ہے - رواہ ابن جریر رح وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت وغم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف - باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس اُن پر سوار ہوجاوینگے - اور یہ معنی جو مفسر رح نے
ذکر کیے ہین بعض تابعین مثل ابو مرزوق وسدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی رح کی روایت مین ہے کہ اس
بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث وحشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیأت
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا و آخرت مین جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کر سکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسیران کی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ بحث بیش کی ہے کہ قیامت و دار آخرت مین نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور اُن کا وزن ہوگا اور اہل عقل
واہل علم اس امر مین اتفاق رکھتے ہین ہان اس زمانہ مین بعضے ملحد و جہال ایسے ہین کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک بسبب لاعلمی کے نہین پہونچی ہے

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر - اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار اُمور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے لیسے دور نہ ہون گے اور تخصیص علیٰ ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث وحشر واسپر مبنی دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہو سکتے ہین - اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ - آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لاد رہے ہین - قتادہؒ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدنيا چنانچہ فرمایا - وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ - مگر لہو و لعب ف - یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب اُمور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار رہا اور لہو معروف اور بیہودہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے - وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ - لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامرؒ نے ولدار الآخرۃ - باضافت پڑھا ہے و لدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ - یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے - لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ - ان بندون کے واسطے جو تقوی رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین - اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ - ذلک فیومنون - کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آوین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قاریون کے قراۃ کے ہے اور نافع و ابن عامرؒ نے تعقلون بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب توبیخ کیساتھ غضب کو بھی شعر ہے - فافہم -

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰىٓ اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

Marfat.com

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ
تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر ان کو لادے

بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝
ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کر لاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝
مانتے وہ ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اٹھا دیگا اللہ پھر اس کی طرف جاویںگے

قَدْ نَعْلَمُ۔ اسمین قد واسطے تحقیق کے ہے معنی قد علمنا۔ اس آیت میں آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی باین طور کہ ہم کو علم قدیم سے معلوم تھا اور اسوقت بھی معلوم ہے کہ انھوں نے تیری تکذیب کی اور تجکو اسپر حزن و تاسف ہے۔ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ یعنی ہم کو معلوم ہے یہ بات کہ تجکو حزن و ملال دیتی ہے وہ بات جو مشرکین کہتے ہیں ف یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہیں اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہوں اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہوجاوین و قد قال تعالیٰ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا۔ اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیہم۔ حاصل آنکہ ہم جانتے ہیں کہ انکا جھٹلانا تجکو محزون کرتا ہے لیکن تو غم مت کھا۔ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ کیونکہ وہ تجکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الٰہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف واضح ہو کہ لا یکذبونک بتشدید از تکذیب پڑھا گیا اور تخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسرین نے معنی یہ بیان کیے کہ باطن میں تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آیندہ جو تکذیب کو ہے وہ زبانی تکذیب ہے پس دونوں میں منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان میں بہت امانت دار جانتے تھے اور بعض تفاسیر میں ہے کہ قراۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو تو کہتا ہے اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہے اور قراۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورہ عرب ہے کہ بولتے ہین کہ اکذبت فلانا یعنی میں نے اسکو جھوٹا پایا۔ اور ابخلت فلانا میں نے اسکو بخیل پایا۔ پس لا یکذبونک تخفیف بمعنی آنکہ تجکو کاذب نہین پاتے۔ حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہین بلکہ جو پیغام الٰہی تو لایا ہے اسکی طرف راجع ہے۔ قال الشیخ ابن کثیرؒ یعنی تجکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر میں ولیکن ظالمین آیات الٰہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینوں سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہے اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ۔ اس کو حاکمؒ نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے بر شرط بخاری و مسلم۔ اور ابویزید مدنیؒ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل ملا اور اُس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک مشرک نے اس سے کہا کہ میں تجھے کیا دیکھتا ہوں کہ تو اس صابیؓ سے مصافحہ کرتا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ وہ نبی ہے و لیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والوں کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابویزیدؒ نے یہ آیت پڑھی فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور قتادہ و ابوصالح نے کہا کہ وے تجکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین۔ اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ

ابوجہل مین یون روایت کی کہ رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأۃ سننے کو ابوجہل ابوسفیان واخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے
اکیلے آئے تھے اور آپس مین ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہان سے چلدیئے ولیکن راہ مین آپس مین ملے تو
ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیون آیا تھا اس نے بیان کردیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس مین
سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جو انان قریش یہ بات سنین اور جانین تو فتنہ مین پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی
ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر ان کو اکٹھا کردیا تو آپس مین ایک دوسرے کو ملامت کی اور آیندہ
ایسا نہ کرنے پر عہد کرلیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہوگئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا
اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمدؐ سے سنا اُسمین تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اے ابوثعلبہ مین نے واللہ
بہت ایسی باتین سنین کہ مین نے ان کو پہچان لیا اور جانتا ہون کہ اُن سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتین سنین کہ اُن کے معنی ومراد نہین پہچانتا
ہون پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اُس کے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا رائے ہے
اُس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنوعبد مناف نے باہم شرف مین مقابلہ کیا پس اُنھون نے مسافرون کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا
اور اُنھون نے بار اُٹھایا ہم نے بار اٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہین کہ ہم مین نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم
اسکو کہان سے پاوینگے واللہ مین تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا پس اخنس اسکو چھوڑکر چلا آیا۔ اور ابن جریرؒ نے سدیؒ
سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات مین یادہ
حق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ نبی ہے تو آج اُس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم
ابھی جلدی مت کرو تاوقتیکہ مین ابوالحکم سے جاکر ملاقات کرون اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ بالجملہ وہ ابوجہل
سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہان کوئی نہین ہے بھلا بتلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری اے محمدؐ تو
واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہین بولا لیکن جب بنوقصی تمام اچھی باتین لواء وسقایت وخانہ کعبہ کی دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت بھی
لیجاوین تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائے گا۔ **قال المترجم** اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
جھوٹا نہین جانتے تھے ولیکن آیات آلہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنی قولہ وہدا الہم ما کانوا یخفون من
قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہین ف
یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافرون کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگلے بہت رسولون کو
اُن کی اُمت نے جھٹلایا فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا پس ان رسولون نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأُوذُوا اور اُن کے
ایذاء دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب وایذاء پر صبر کرتے رہے حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۔ یہان تک کہ اُن کو ہماری نصرت
پہونچے ف کہ قوم موذی ہلاک زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہان تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہون اور تجکو غلبہ ہو۔ وَلَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۔ اور اللہ تعالی کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہین ہے ف یعنی وعدۂ فتح ونصرت جو بندگان مومنین کیواسطے
عموماً موعود ہے اسکا مبدل کوئی نہین ہے کما قال تعالی۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔
یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلئے سابق ہوچکا کہ وہی تو منصور ہین اور ہمارے ہی لشکر غالب ہین اور فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی

عزیز - اللہ تعالی نے لکھدیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہون گے - پس اسمین خبر غیب و وعدۂ فتح و نصرت ہی - وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِئ
الْمُرْسَلِيْنَ - اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہے ف یعنی اخبار انبیاء دیگر تجکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر و منصور ہوئے
پس یہی سنت الٰہی جاری ہی تجکو صبر و اطمینان رکھنا چاہیئے اور من تبعیضیہ ہی کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح
نصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کیواسطے کافی ہی کہ عموم نصرت مراد ہی - فافہم - وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ - آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین اُن کو
دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہوکر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا و وسیع ہوجاوے اور کوہ صفا سونے کا ہوجاوے بالجملہ عناد
و ہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز و جل نے فرمایا وان کان
کبر علیک اعراضھم - اگرچہ تجھ پر اُن کا منہ موڑ ناگوار گزرتا ہی پس - فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ - اگر استطاعت ہی تجکو کہ
سرداب زمین مین ڈھونڈھے ف تاکہ تحت الثری کی طرف پہونچکر کوئی آیت لاوے جو مانگین اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ یا سیڑھی کہ آسمان مین
لگادے - فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ - پھر اُن کے پاس معجزہ و آیت لاوے ف جس کو مانگتے ہین تو ایسا کر - اس سے تعلیق بمحال مقصود ہے
اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین از راہ عادت و وقوع کے محال ہین اور اسی قدر کفایت ہی حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا
یہ سابقہ علم ازلی ہی کہ ان مین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہی اور وہ ضرور ہونے والا ہی اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت مین اس کی
اصلاح ممکن نہین ہے بدون ارادۂ الٰہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہی تو کر - اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے
امکان مین نہین ہی پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر الٰہی پر ثابت و صابر ہو کیونکہ حکمت الٰہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے - اور
اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہین سب
مسلمان ہوجاوینگے یا نہ ہون گے لیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کرسکتا کہ
چند معدود کے حق مین کہدے کہ یہ سب کے سب تابع نہ ہون گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن اُمت والون کو بھی
اسپر عمل واجب ہی کہ کافرون کے کفر پر اور اُن کے جمے وارہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرین اور غم
نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت الٰہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز ادراک نہین کرسکتی ہے
اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالی کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہ ہو اسیواسطے فرمایا - وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
اگر اللہ تعالی چاہتا کہ اُن کو ہدایت پر جمع کرے ف تو وہ سب بات پر قادر ہی ولیکن اُسنے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت و مصلحت ہی
اور وہی خوب دانا و حکمت والا ہی - فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ - سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف کیونکہ کافرون کے انکار و اعراض
پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہی اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالی نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا
کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز و جل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑدے اور چونکہ آنحضرت صلعم
کافرون کے حال پر شفقت کرکے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آنچ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص
تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہی تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے
ہین کہ آپنے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات مین اور ان کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین

Marfat.com

نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہے کہ مین اُنکو پکڑ پکڑ کر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھ پر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین
پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ
الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ۔ یعنی تیری پکار دوڑ اداے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ اور
مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالیٰ قبرون سے اُٹھا دیگا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف
وہ اُن کو اُن کی بدکاریون کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلا
دیگا پس زندون یعنی مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہے کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اُٹھا
دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین۔ اسمین دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا
کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت پر ہو جاوین پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول مین (یعنی ازل مین بالہام محفوظ مین)
سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و
انا افصح العرب والعجم یعنی مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجوہ متعدد ذو الوجوہ متنوعہ ظاہر
ہو جاتے ہین۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل بقولہ تعالیٰ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحیٌ
یُوحٰی۔ اور یہی تحقیق ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امر دین حقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو
القا ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے مگر کلام بیان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہے پس آپ کمال اعلیٰ نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا
کر سکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین آئی تھے بخلاف
وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع معجز بتعلیم الٰہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قرأت مختلفہ وہ خود مختلف نزول
ہین اور اسیواسطے جن قرأت سے احکام مختلف نکلتے ہین ان کو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون
قرآن و اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین۔ اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپکو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین آئی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون
کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرأ القرآن۔ یعنی
جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپکا سینہ مبارک
مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورۂ والطور پڑھی گویا میرا قلب اُڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی شمار و صفت فصل الخطاب تھوڑے سے
بیان مین نہین آ سکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفانؓ سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور مابعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین
اور ابو حنیفہ امام الفقہاءؒ سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہے کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تقشع و تزہد
نہین تھا بلکہ انکشاف خاص تھا۔ اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہون تو نہین دیکھتا کہ

Marfat.com

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہوگئی اور یہ بات اور ون کو حاصل تھی پس اُن کو بعض میں بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھا تا لئے جاتا تھا۔ اور چونکہ فہم اصل ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اُسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ میں قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہے اسواسطے کہ یہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت و حقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور مترجم اپنے زمانہ میں سوائے چشم حیران و دیدہ گریان کے کچھ نہیں دیکھتا نہ فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع۔ خطاب بس یہی نظر آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ ڈھونڈھتے اور ٹٹولتے ہیں اور بہت سے ملحد اُنکے پیچھے ہیں اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید و تقوی و اسرار سنت سے پیچھے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالاید المتین و فقنا و انت ارحم الراحمین۔ اہل معرفت و علما جو محض ظاہر پہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ حواس کے کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ و معرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے۔ ابن عطاء نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب و قبولیت ہیں اور قولہ والموتی یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں۔ قال المترجم آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریف میں صحیح ہے کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن و انسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہے اور ان دونوں جن و انسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ

اور کہتے ہیں کیوں نہیں اُتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ

اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ

نشانی ولیکن اُن بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی نہیں چلتا زمین میں نہ جانور ہے کہ

يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ

اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک اُمت ہے تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے رب کی

اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ

طرف اکٹھے ہوں گے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

وقالوا اور کہا کفار مکہ بُت پرستوں نے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ کیوں نہیں اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے ف۔ یعنی مانند ناقہ صالح علیہ السلام و عصائے موسیٰ و مائدہ عیسیٰ

کے ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت و جانور و سنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی - بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نمائین اور تعنت سے ایسی باتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ - لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیہ - قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً - یعنی کہدے ان ہٹ دہرمون سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اتار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کر دے اسکی قدرت بہت بڑی ہے - بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اسوقت مین امتحان تکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا - اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوینگے جبکہ اُن کے حق مین کفر مقدر ہے تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت آلٰہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہے - وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ - لیکن اُن مین سے بہتیرے جانتے نہین ہین ف یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہے کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہونگے جیسا کہ طریقہ آلٰہی جاری ہو چکا اور قوم صالح بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ مین نافرمانی کرنیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان نہ لانے سے عذاب آیا - آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت و عناد سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تنصیص فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیہ - مین ابن کثیرؒ نے ینزل از انزال پڑھا اور باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہے - اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتین ہلاک نہ ہون اسپر آگے کے کلام مین اشارہ ہے - وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ من زائدہ ہے بغرض شمول و استغراق کے - اور دابہ مذکر و مؤنث دونو پر بولا جاتا ہے اور وہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو - فِي الْاَرْضِ متعلق بدابہ ہے در اصل دبیبہ از دب یدب ہے اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ جناح بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن یطیر بجناحیہ توضیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازاً آدمی تصور کرین کیونکہ عرب طیران کو جلدی و سرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طر بہ ہذا فی حاجتی - فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ یطیر بجناحیہ سے رفع کر دیا کہ مجاز امراد نہین ہے معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہے اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ - مگر آنکہ وہ بھی تمھارے مثل اُمتین ہین ف - اور مثل ہونا اس بات مین کہ اُن کی پیدائش و رزق و حالات بھی مقدر ہین جیسے تمھارے مقدر ہین عن مجاہدؒ ہر صنف و قسم جدا جدا نام سے ہے عن قتادہؒ پرند ایک اُمت ہے اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت ہے - عن السدی تمھارے مثل مخلوق ہین عن ابن عیینہ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہے جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون کو مار ڈالتا ہے اور سور حرام و نجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مانند اسکے پرندون مین بن وقیل غیر ذلک - اور حدیث مین ہے کہ اگر کتا منجملہ اُمتون کے ایک اُمت نہ ہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان مین سے ایک تنگ کالے کو مار ڈالو - کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام اُمتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا - اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت اسلامیہ صدہا کروڑ ہو گئی - پھر عام عذاب ان ازلی کافرون کی وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا - امام رازیؒ نے کبیر مین واحدیؒ سے نقل کیا کہ جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک جانور چرند و پرند دریائی خشکی کے اصناف امم مین اور ہر ایک کیواسطے جدا جدا تسبیح و ذکر ہے اور بعض سے نقل کیا کہ ان مین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالیٰ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر - یعنی کوئی اُمت نہین مگر

Marfat.com

آنکہ آمین ڈرسنانے والا گذرا ہے اور یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی اُمتیں ہیں پس ثابت ہوا کہ ان میں بھی پیغمبر ہوئے ہیں اور قولہ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض ۔ و دیگر آیات سے بھی ثابت ہے اور احادیث بھی کثرت سے ہیں ۔ اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر ۔ اور دیگر آیات واحادیث میں پتھروں وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جس میں زہر تھا آپکو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مدعا کے پوری تقویت کرتے ہیں ولیکن عوام اور بے معرفت لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں لہذا تاویل کرنا چاہیئے اور حدیث خمس فواسق یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام میں اور مقام حرم میں پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہونا اوپر مذکور ہو چکا ۔ بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ ۔ پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت میں ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کردیا ہے رجوع کرنا چاہیئے ۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمیں مماثلت ہو عموماً لینا چاہیئے ۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ میں زائد لغرض تاکید استغراق ہے اے ترکنا فی اللوح المحفوظ شیئا ۔ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی بات چھوڑی نہیں ف یعنی سب کچھ ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید میں ہر چیز مذکور ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ ۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہے اور علماء نے کہا کہ سب کچھ ہے لیکن معرفت و فہم پر اسکا ظہور ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپکی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے ۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہیں پس ہر ایک کیواسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہیں ۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ۔ پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائیں گے ۔ ف بعض نے کہا کہ ضمیر عقلا و بنی آدم کی دلالت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہے اور بیچ میں جملہ معترضہ ہے اور نیز محشور ہونا دواب بہائم و جمادات کا اسلئے نہیں کہ وہ خطاب ثواب عقاب کی فہم نہیں رکھتے اور مکلف نہیں ہیں ۔ وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہے یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب سب محشور ہوں گے اور ضمیر عقلا اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا ۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے ۔ قال المفسر رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا ۔ پھر ان میں فیصلہ انصاف کردیا جائیگا اور سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا قصاص لیا جائیگا اگر اس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنمیں حضرت ابوہریرہ رض و ابو ذر بھی ہیں مروی ہے اور ابن عباس رض و ضحاک و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مر جاویں ۔ اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات میں لڑتی ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف فرمادیگا اور عبدالرزاق نے اسکو ابوذر رض سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیوں لڑتی ہیں الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت میں اسقدر زیادہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑنیوالی چڑیا بھی ہے اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا ۔ اور عثمان رض سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا بھی قصاص لیا جائیگا ۔ رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ ۔ اور حدیث صحیح مسلم میں وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور عبد الرزاق نے ابوہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب بہائم و پرند و ہر شئے بجملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اس دن اللہ تعالیٰ عزوجل

Marfat.com

کا انصاف یہان تک پہونچے گا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرما دیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اسی سے کافر تمنا
کرینگے جیسا کہ فرمایا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا ۔ یعنی اے کاش مین مٹی ہو جاتا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث الصّور مین یہی بات
مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہے و فی المدارک جب اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر
شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہے تب پھر فرمایا ۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۔ اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی
قرآن کو ۔ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہین ف آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین ۔ وَبُكْمٌ حق
بات بولنے سے گونگے ہین ف یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار و شہادت نہین دیتے ہین فِي الظُّلُمَاتِ یعنی کفر کی تاریکیون
مین انکا یہ حال ہے کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے ان کو کچھ نہین سوجھتا ہے اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہے
مَن يَشَإِ اللَّهُ اضلالہ ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا تو يُضْلِلْهُ اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی مین جسکے حق مین
گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہے ۔ وَمَن يَشَأْ ۔ ہدایتہ ۔ اور جس کی ہدایت چاہتا ہے يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۔
اسکو راہ مستقیم یعنی توحید و اسلام پر کر دیتا ہے ف وہی قادر مختار ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسپر کوئی اعتراض نہین ہے اور اسمین صریح دلیل
ہے کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جس کو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہے وہی قادر مختار ہے ۔ وقد قال تعالیٰ فی
مثال الکفار فی سورۃ النور او الظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل
اللہ لہ نورا فمالہ من نور ۔ یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہے کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکی موج چھائی ہے
پھر اسپر موج ہے اسپر سحاب ہے تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لئے نور نہین کیا اسکے لئے
کچھ نور نہین ہے ۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اسمین اشارات ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر مین آوینگے ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وما من دابۃ
فی الارض ولا طائر الآیۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے جن و آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند و پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت
پر پیدا کیا ہے اور ان کو معرفت و ایمان و ایقان کیواسطے حکم و خطاب ہے اور ان جانورون کیواسطے ان کے اسرار باطنہ مین راہین منور بالانوار
عقل مین جو اسکی درگاہ و ازلی تک پہونچی ہوئی ہین اور اُن سے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت ان کی مقصور اسی صورت
پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہے اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہے کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی
اور آیا ہے کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہے کہ شاید یہی روز قیامت ہو ۔ قال الشیخ اور ان جانورون
کی زندگی اور حرکت واڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازین اور یہ خوش الحانیان
اور چیخ دینا اور حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم الملکوت سے پہونچی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کو موافق اپنی قدر
معرفت و توحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق و شوق ہے اور مین نے سنا کہ سمنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین
اور ہوا سے پرند گر پڑتے تھے ۔ ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ دابی اور قطرہ خون اس سے
ٹپکا اور جان دیدی ۔ اقول ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندے و حشرات الارض سے مروی
ہین و عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہو جانا معروف و مشہور ہے اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور داری
وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت و حجر و ہر کنکر و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہے اور گریہ ستون حنانہ معروف و مشہور ہے کہ دم اول

کیون نہین کہ خود اوتعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم یعنی تمھارے مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق
ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات
سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اس کی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہی۔ قال المترجم
و تحقیق ثابت ہوا کہ ان مین بھی مطیع و عاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کو پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہی لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد
معرفت کی ایسی نہین جو جن کو حاصل ہی تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہی اسکے برابر کہان سے ہوگی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون
وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہی کہ ان کی خلقت عالم ملک شہادت سے ہے جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی و ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال
سے مخلوق ہین لیکن ان کی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہی۔ قال تعالیٰ ولقد کرمنا
بنی آدم الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ و اکمل ثابت کیا ہی پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر
یطیر بجناحیہ۔ مین دونون بازو سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کیواسطے لازم ہین اور جن کی نسبت حدیث
مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین کہ جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہاء معرفت پر پہونچاتی ہی۔ مانند توکل و رضا
اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کائن من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم الآیۃ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اٹھاتے نہین۔
یعنی لادے نہین پھرتے اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہی یعنی وہ توکل و رضا مین ثابت قدم ہین۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازو سے
خوف و امید۔ اور فنا و بقاء اور ایمان و تقویٰ اور نعمت و بلاء اور ہیبت و صفا اور عبودیت و ربوبیت۔ اور معرفت و محبت۔ ہین ان بازون
سے ان کو ہر طرف اور شوق و طلب مین پروانہ ہی۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہی کہ جملہ امم کی جبلیت چار عناصر سے ہی اور جبلیت روحانی
و حیوانیہ سے ان کی انشاء ہی اور کھانے پینے و حرکت و جماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص و غضب و نعمتون کیساتھ پھولے پھرنے مین مساوی
ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہی جس سے پیدا ہوئے ہین یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین مین مر کر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ
قیامت مین اٹھائے جاوینگے۔ تفسیر ظاہر کے امامون مین سے حضرت عطاء رح کا قول ہی کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت مین تمھارے مثل ہین
اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمھارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہی سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا
ہوئی ہین اور ہر ایک کیواسطے خطاب الٰہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیون کی معرفت کیواسطے
انبیاء و رسل علیہم السلام سے طریقہ ہی اور حیوانات دیگر مانند چرند و پرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہی کہ ان کو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل
ہی کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہی۔ قال المترجم قول قوی جدید یہ ہی کہ رسل علیہم السلام
اور ملائکہ الٰہی ان مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہی اور وہی
انکا رسول و نبی ہوتا ہی اور یہین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہی یہان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہی و استدلال
اس قول کا ماسبق سے واضح ہی فافہم۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ۔ یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج در بارہ عبودیت و معرفت ربوبیت
کے ہی وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کردی۔ کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار
و مشاہدہ نہین جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہی جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات سے

Marfat.com

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے اوتعالیٰ نے اگلوں و پچھلوں جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہیں چھوڑا ہم نے کتاب میں کسی مخلوق کا ذکر۔ ولیکن کتاب میں اسکے ذکر کو دیکھتا نہیں کوئی شخص سوائے ان بندوں کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنکو غیب سے ان کے دلوں پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اسکے مقابلہ میں اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہیں اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہیں کیونکہ ان کو حق و باطل میں تمیز نہیں ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینٹھے اُن کے کانوں میں بھرے ہیں کہ مقام شہود میں انھوں نے اپنے کانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ ان کے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام آلٰہی نہیں آیا اور سبب اسکا یہ ہے کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشوں کے اندھیرے میں ٹاپ رہے ہیں اور حاصل آنکہ جس شخص نے خواطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید و خلوص ایمان کا الہام بوقت دیدار معجزات انبیاء و کرامات اولیاء اسپر ہوا پس اسنے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھوں کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ اوتعالیٰ کا کلام غیبی نہ سنے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیوں و شیطان کافر کی گمراہیوں میں پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت میں پہونچے بعض نے کہا کہ اوتعالیٰ نے اپنے خالص بندوں پر جو معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتوں میں پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم مشیت دو طرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندوں پر قبول کی اور مردود بندوں پر دور کر دینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی و خشم و غضب کی۔ موافق اسکے ازل میں سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ میں صادق نہ ہو اس کو حق تعالیٰ ظلمات قہر میں گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت وصل ہے تاکہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق نہیں ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت میں صادق تھا اور اس نے دنیا میں اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہیں توڑا اور تصمیم اسکو نہیں ہوئی اگرچہ مقام التباس میں خواب غفلت میں چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام و انذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالیٰ خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت و طاعت میں اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول و دعائی کیواسطے طریق مستقیم یوں حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کیواسطے محبت کیساتھ صفات کی راہیں ہیں اور معرفت کیساتھ روحوں کے لئے ذات کی طرف راہیں ہیں۔ قال المترجم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جا بجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہے جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہے مثلاً جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکی فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا اور حقیقت اسوقت حاصل و واضح ہوگی کہ جب جنت میں بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفت و ذات قیامت پر موعود ہے وہ دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا ہے مگر جسقدر کشف تحقیقی یہان ہوگا اسقدر قیامت میں فضل آلٰہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق و موافق ہوگا۔ اور جہانتک کشف ہونیکی قید اسواسطے ہے کہ ادراک ذات و صفات باری تعالیٰ بایں طور کہ احاطہ ہو جائے ممکن نہیں ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے و بعض محققین نے اس بحث سے سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی میں احاطہ و عدم احاطہ سے سکوت ہے پس ہم اسکو قطعاً الیقین کرتے ہیں کہ دیدار حاصل ہوگا اور رہا یہ کہ احاطہ ہوگا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہیں کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہے فافہم۔ قال الشیخ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق میں اللہ تعالےٰ

کا ارادہ بھلائی و ہدایت کیساتھ نہین مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پنجہ مین چھوڑا جاتا ہی تاکہ گمراہی و ضلالت مین پڑا رہے اور جس کے حق مین ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہی اسکو اپنے اختیار مین کھینچ لیتا ہی پس وہ صراط مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہی کہ جو قدرت و تقدیر مین جاری ہوا ہے اسپر راضی و ہر حال مین شکر گذار رہتا ہے۔ فافہم۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو پکارو گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ

بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اُسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ

بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتون پر تجھ سے پہلے پھر اُن کو پکڑا سختی مین اور

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

تکلیف مین شاید وہ گڑگڑا دین پھر کیون نہ جب پہونچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑائے ہوتے اور لیکن سخت ہو گئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھول دیے ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ

اُن پر دروازے ہر چیز کے یہان تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے اُن کو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے

مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

نا اُمید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالمون کی اور سراہے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قُلْ کہدے اے محمد صلعم اہل مکہ سے۔ اَرَءَيْتَكُمْ۔ اخبرونی۔ مجھے خبر دو۔ قال فی الکمالین اور بجائے استخبار کے یعنی خبر دیدو کی جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسواسطے رکھا اور یہ نہین فرمایا کہ اخبرونی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہی جو اسکو جانتا ہو قال المترجم اگر اخبرونی نتیجہ قرار دیا جاوے نہ تفسیر تو اولی ہوگا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ۔ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ۔ دنیا مین اگر عذاب الٰہی تم پر آوے۔ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ بغتۃ یا اچانک تم پر قیامت ہی آجاوے ف جسمین تمھارے حق مین عذاب الٰہی ہو تو ایسی حالت مین۔ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ کیا غیر خدا کو پکارو گے ف یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان مین سے کسی کو پکارو گے ہرگز نہین پکارو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ بت تم کو نفع پہونچاوینگے تو کیون اسوقت نہین پکارو گے۔ حاصل معنی یہ کہ تم بتون کو اپنے حق مین نفع پہونچانے والا اور ضرر دور کرنیوالا کہتے ہو تو مین تم سے پوچھتا ہون کہ بھلا بتاؤ اگر تم پر دنیا مین عذاب الٰہی آجاوے یا قیامت ہی قائم ہو جاوے جسمین ایسا عذاب ہی تم مان لو تو ایسی حالت مین بتون کو پکارو گے اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتون کی طرف التجا لاؤ گے اگر سچے ہو تو بتلاؤ گے کہ نہین تو۔ پھر آگے مصرح کر دیا بَلْ اِيَّاهُ۔ نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو تَدْعُوْنَ۔ پکارو گے سختیون مین فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ۔ پس دور کر دیگا تم سے ضرر و غیرہ اِنْ شَآءَ اگر دور کرنا

کرنا چاہیئے ف یعنی وہ ہر حال میں ہر بات پر قادر ہے لیکن بعض صورتوں میں خلاف اسکے مشیت و حکمت کے دفع ضرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص
موذی ہے کہ لوگوں کو سخت دکھ پہنچاتا ہے یا کوئی آسیب جانیں تباہ کرتا ہے لوگوں کے بال بچے و مال تلف کرتا ہے تو بسبب مشیت
عذاب میں مبتلا ہونا بہتر ہے تاکہ بہت لوگ امن میں رہیں اور مشرکوں کا فعل اس سے زیادہ سخت ہے لہذا ایمان شرط ہے تو کہ ہر وقت
اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگو گے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمہاری مشیت کے مناسب بشرطیکہ چاہے۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ اور
اس حال میں سب بھول جاؤ گے جن کو شریک لاتے ہو ف کسی کو نہ پکارو گے تم لوگ خود دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے چاہے تو یہ عذاب دور کر دے
پھر جو اعتبار حالات امن میں کیوں شریک بناتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال میں کیوں التجا نہیں کرتے ہو اور اس آیت میں کلام بیان
حق ہوا اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر سنت الٰہی کا بیان فرمایا وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ میں مذکور ہے اور جملہ اس کا
محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی رسلنا رسلاً اور البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ میں اگلی امتوں کی طرف سے پس تکذیب کی ان
ان لوگوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ پس ہم نے ان کو نہایت محتاجی و قحط میں گرفتار کیا۔ وَالضَّرَّاءِ
اور بیماریوں یا عام مضرتوں میں ف ما فتح میں تلف ہونے مال جانے اور بال بچے وغیرہ میں پکڑا اور یہ ان کو تنبیہ تھی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ
تاکہ اب بھی گڑگڑاویں ف یہاں لا دین کیونکہ مصیبت کے وقت نفس کی سرکشی فرو ہو جاتی ہے لیکن ان بدبختوں کو اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا کیوں وہ نہیں گڑگڑائے جبکہ ان پر ہمارا باس یعنی چھوٹے عذاب میں پکڑا جانا پہنچا تھا ف یعنی
باوجود اس مقتضی موجود ہونے کے کیوں ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے۔ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ ولیکن ان کے دل تو
قاسی اور سخت ہو گئے تھے ف اور ایمان کے لئے نرم نہ ہوئے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور شیطان نے ان گناہوں کو
ان کی آنکھوں میں مزین کر دکھایا جو کیا کرتے تھے ف پس انہیں پر اڑے رہے اور نہ چھوڑا اور رسول کا کہنا نہ مانا فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
ای لما ترکوا ما وعظوا وخوفوا به من الباساء والضراء فلم یتعظوا یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیٹھ پیچھے ڈال دیا اس کو جس سے ان کو نصیحت
وخوف دلائے گئے تھے یعنی باساء و ضراء کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی۔ حاصل یہ کہ جب یہ گرفت ان کو سود مند نہ ہوئی اور نہ مانے تو
عجیب پیچ سے عذاب میں ڈالے گئے وہ یوں کہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اکثر قاریوں کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابو جعفر کی
قراءۃ میں فتّحنا از باب تفعیل ہے اور معنی میں بھی تخفیف و تکثیر کا فرق ہے کہ اول کے معنی ہم نے کھول دیئے اور دوم قراءۃ پر معنی
یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کے ساتھ کھول دیئے ان لوگوں پر دروازے ہر چیز کے ف یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے ان پر خوب فراخ کر دی اور
یہ در حقیقت ان کے حق میں استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کر دی حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا۔ یہاں تک کہ جب اترائے اس
چیز پر جو دیئے گئے تھے ف ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے در حقیقت یہ چیزیں ان کو دیں ولیکن وہ جہالت سے اپنے بد اعمال و بد اعتقاد بت
وغیرہ شرک سے سمجھے۔ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً تب ناگہاں ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کر لیا۔ فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ۔ پس ناگہاں وہ ہر بھلائی
سے مایوس ہو گئے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا پس کاٹ دی گئی دابر یعنی آخر اس قوم کی جس نے ظلم کیا ف یعنی
جڑ سے نیست کر دیئے گئے اور رسول و مومنوں کو نجات و فتح ملی۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ علی نصر الرسل و ہلاک الکافرین۔ یعنی حمد
ہے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ف اس بات پر کہ رسولوں کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی
پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کر دیا۔ قال الوالبی عن ابن عباس مبلس بمعنی ناامید۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصری رح

Marfat.com

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق واموال وغیرہ میں فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یون نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر یہ نہیں سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے رب الکعبہ کی کہ مکر میں ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اسمین حکمت عجیب ہے کہ سختی و مصیبت میں خالق و معبود عز وجل کو نہ یاد کیا اور فراخی میں بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا میں ان کو بھر دیا اور شہوات جن سے دوزخ محفوف ہے انھون نے جلد طے کر لین پس استدراج وکفر میں اور شرک و بد اعتقادی میں خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر جڑ سے اکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ قال قتادہ رح اس قوم نے امر الٰہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب میں گرفتار کیا اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے میں پکڑا پس اے لوگو کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور بے پروا ہوتے ہین جو فاسق و کافر ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد مین قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و امید کے ہے جو بے خوف ہوا وہ کافر اور جو نا امید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتون سے ثابت اور معروف ہے۔ قال الزہری رح قولہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء۔ کہا کہ دنیا کی چیزون مین سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہون پر دنیا کی نعمتین جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق مین عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے واسطے بدکاریون کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہان تک کہ جب سیئے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو ماخوذ کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم والامام احمد وغیرہ۔ ف۔ عرائس مین کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلا کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہین اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعویٰ معرفت مین اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیون رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال مین فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اسمین توبیخ ہے کہ حالت عیش مین درگاہ خالق سے رجوع کر کے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہین اور سختی و مصیبت مین او تعالیٰ کی طرف دعاؤن کے ہاتھ بڑھاتے ہین مگر عیش مین تو حلاوت یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت مین جو پھر آئے تو قرب و مشاہدہ کے واسطے نہین بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی اکثر علماء و صوفیہ کا حال ہے بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہین حالانکہ او تعالیٰ نے مقام صادقین مین رکھا ہے۔ قال البحری نیک بخت بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال مین رجوع رکھتے ہین اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہین۔ قال الجنید رح جو حق تعالیٰ کو یاد کرے و پکارے تو اسی سے اسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمین اسکو کوئی غرض ہو یا نفس کو اس پکار مین دخل ہو۔ قال المترجم یہ قول کمال عرفان سے ہے اور توضیح اسکی سابق مین گذری ہے فتذکر بعض نے کہا کہ غافل نہ خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذناہم بالبأساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تو نگر کرنے کو پھیر اور نہ محبت والا ایک دم غافل نہین ہے اور او تعالیٰ جس قوم کو حفظ مین لیتا ہے ان کو بلاء و محنت مین ڈالکر اپنی ہی طرف گڑگڑا کر زار لکھتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہون۔ اور نیز

📝 ع – یعنی درجہ بدرجہ اسکو اپنے عذاب میں کھینچ لیا

جو مرید کہ ذکر کے مزے مین پڑتے ہین اُن کو مضرتون و بلاؤن سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہین۔ ابن عطا رح نے کہا کہ سب راہین اُن کی روکی گئین کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگون کے نصائح سے غفلت کرتے ہین حتیٰ کہ بہتون کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف میلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہین اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب سوخ پیدا کرتے ہین اور آخر مین وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہین اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہین۔ یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہین پاتے ہین کیونکہ اُنھون نے طریقۂ ہدایت و توحید و اسلام مین خیانت کی پھر نیک بندون سے جو انکی حضرت و ایذا ر اسلام سے دور ہو گئے اور انکے عدم و وجود سے کوئی پرواہ نہ ہوئی تو اوتعالیٰ نے نیک بندون کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار مین الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ

تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھین اور مہر کر دے تمھارے دل پر کون

إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ۝

وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہین باتین پھر وہ کنارہ کرتے ہین

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہو گا مگر

الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۝

وہی لوگ جو گنہگار ہین اور ہم جو رسول بھیجتے ہین نہین مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاوین

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

اور جنھون نے جھٹلائی ہماری آیتین اُن کو ملیگا عذاب اسپر کہ بے حکمی کرتے تھے۔

قُلْ۔ اہل مکہ سے کہدے۔ أَرَأَيْتُمْ اخبرونی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ۔ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری سنوائی لے لے ف یعنی بہرا کر دے یعنی جو قوت کان مین رکھی ہے اسکو گرفتہ کر دے یا خود کان ناپید کر دے وَأَبْصَارَكُمْ اور تمھاری بینائی لے لے وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ تمھارے دلون پر مہر کر دے ف کہ کچھ تمیز کسی چیز مین نہ رہے۔ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ تو بھلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون الٰہ ہے کہ تم کو یہ چیزین لادے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لین یعنی تمھارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لادے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم مین سے بہرے اندھے پاگل ہین حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت الٰہی عز و جل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لا دے پس معبود خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو۔ پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر ہر ایماندار کو تعجب دلایا اور جن کی نظر مین وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُن کو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا۔

Marfat.com

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ بہیں۔ الْاٰيٰتِ یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہیں آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ نصرف یعنی
کس طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلیں اُن کو دیتے ہیں۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر وے ان دلالات سے اعراض کرتے
ف کہ ایمان نہیں لاتے ہیں قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اے محمد ان مشرکین سے کہدے کہ بھلا مجھے بتادو کہ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً
اَوْ جَهْرَةً۔ لیلاً او نہاراً۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاوے دن میں یا رات میں تو بھلا اس عذاب میں کون تباہ ہوگا ف بغتۃ بمعنی اچانک
سے مراد رات کو سوتے میں اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے میں۔ بقرینہ قولہ تعالیٰ بیاتاً او نہاراً ماذا یستعجل الآیۃ۔ اور یہی حسن بصری نے کہا اور بیضاوی
میں ہے کہ بغتۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ جیسے آثار ظاہر ہوئے جو عذاب آنے پر دلالت کریں اور جہرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے مانند اگر
اس طرح تم پر عذاب آجاوے تو تباہ کون مرے۔ هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کوئی ہلاک
ہوگا سوائے ان لوگوں کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہیں ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہے کہ انھیں سے اس امر کی خبر مانگی
یعنی مستقر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہے اور حدیث میں آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتوں کی نصیحت اور بُری
باتوں سے منع نہ کرینگے تو اُمید رکھیں کہ بدکاروں کے ساتھ منع نہ کرنیوالوں کو بھی عموماً اللہ تعالیٰ عذاب میں پکڑے تو اسمیں منع نہ کرنے
والوں کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث میں ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہوجاتے ہیں اور قیامت میں اپنی
اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے تو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ وقت اُن نیکو کاروں کے حق میں باعث فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا
اُن کے حق میں رحمت ہوا اور بدکاروں پر عذاب ہے اور یہ بعض روایات میں خود مصرح ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر
ظالموں سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم الٰہی ایسا کام کیا جس پر عذاب یا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی
موت وہی مرینگے جو ظالم ہیں پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافروں کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا۔ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ۔ اور ہم تو بھیجتے نہیں رسولوں کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضائے الٰہی کی
خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نور حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہیں اور کفر کرنے والوں کو دوزخ سے انذار کرنے والے
کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت میں کافر خوب جان لیتے ہیں اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو۔ پس نیک بخت وہی ہیں جو اس بشارت
و ڈراوے پر سمجھ جاویں غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہے کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سنادے کافر کو۔ فَمَنْ اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا
وَاَصْلَحَ اور صلاح کی ف اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی صلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہے۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم ہے ف بعد موت کے دائمی راحت ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جنھوں نے ہماری
آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس۔ يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ اُن کو عذاب جا لگیگا بسبب
ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے۔ قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے۔ با محمد رسول سو اسطے نہیں ہوتے ہیں کہ حق
بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُن سے جہالت سے آیتیں مانگو بلکہ خود تمپر ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہے
لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالیٰ کا احسان ہے کہ رسول بھیجدئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلائے یہ احسان بہت
بڑا ہے عجب ہے کہ کھلی نصیحتیں و تبلیغ ہو اور پھر منہ موڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عز و جل پاک بے پرواہ ہے مانو ورنہ اپنے آپ کو خوار کرو ف
فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے سمع کو نہم خطاب سے گرفتہ کرلیا اور بینائیوں کو صنائع قدرت سے عبرت

Marfat.com

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلوں سے معرفت نیست کر دی تو بھلا کوئی شخص ہے کہ ان ابواب میں سے کوئی دروازہ کھول دے سوائے
اسی پاک پروردگار ذوالجلال والاکرام کے۔ کلا ہرگز کوئی نہیں ہے بلکہ وہی پاک تعالیٰ افضل سے ابتدا میں نعمت دیتا ہے اور وہی انتہا میں
فضل سے اسکو تمام کر دیتا ہے۔ قولہ فمن آمن واصلح الآیۃ جس نے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیا ساتھ ہر دم اپنے قلب کو
درگاہ الٰہی میں پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و تعریف
سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر
محجوب و منقطع ہونے کا درد و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کر کے بیان کیا کہ
جس نے ظاہر کو امور شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا اُن کو کچھ خوف
و ملال نہیں ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم۔ قال المترجم پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مکابرات و بیہودہ
خواہشوں کا دروازہ بند کر دیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یوں کہہ دے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ
تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں
مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ع ۹ / ۱۱
فرشتہ ہوں اسی پر چلتا ہوں جو مجھکو حکم آتا ہے تو کہہ کب برابر ہو سکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہیں کرتے
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور خبردار کر دے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس اُن کا کوئی نہیں اس کے سوائے
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہیں اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
صبح اور شام چاہتے ہیں اس کا منہ تجھ پر نہیں اُن کے حساب میں سے کچھ
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر ہے کچھ کہ تو اُن کو ہانک دے پھر ہو جاوے بے انصافوں میں سے
وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب
بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
میں کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے حق ماننے والے اور جب آویں تیرے پاس ہماری
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ
آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی کہ جو کوئی

Marfat.com

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار کری تو یون ہر کہ وہ ہر بخشنے والا مہربان

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

اور دی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کرنی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عز وجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزائن نہیں کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ۔ مین تم سے یہ نہیں کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہین ف۔ یعنی اللہ تعالی کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہی۔ خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہی خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہی اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ۔ اور نہ مین غیب جانتا ہون ف۔ اغاب یعنی ولم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہی اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا اور اجماع ہی کہ عالم الغیب والشہادۃ علی الاطلاق سوائے حق تعالی جل جلالہ کے کوئی نہین اور جبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہی کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہی اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہی کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے آپنے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی مین ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہی اور کہین شرع مین کسی حدیث و آیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہی لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالی دانا تر ہے کہ کب آویگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہی کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جن سے گمان ہوتا ہی کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاوین در حقیقت علم فقط اللہ عز وجل کو ہی اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہے اور اللہ تعالی کو جو عالم الغیب لکھتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالی سے غائب نہین تا کہ وہ اسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہی اور تفصیل یہ ہی کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہی کوئی زیادہ جانتا ہی کوئی کم جانتا ہے حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو آپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہی تو وہ اس سے غیب دان نہین ہو گیا جیسے عوام کا حال ہی کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلادی جو عوام کی نظر سے مخفی ہی تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالی اسکو اپنے کرم سے کشف فرما دے اسی سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھوں پر جاکر ڈالو اُن کی آنکھیں روشن ہو جاوینگی تو سیکڑوں کوس کے فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک میں پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اسمیں سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا

؎ کسے پرسید زان گم کردہ فرزند ٭ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ٭٭ ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ٭ بگفت احوال ما برق جہان ست ٭ دمی پیدا و دیگر دم نہان ست ٭

مترجم کو یہ گفتگو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگوں نے افراط و تفریط کرنی شروع کر دی ہے اور بدتر جہالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوسائیں اور رنڈے فقیروں سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان سے بھی نصیب نہیں ہے اُن سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رنڈے جوگی میں ہے وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہو اور خاتمہ بخیر نہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو واضح رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتوں سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوسائیں یا رنڈے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے ہیں کہ ایسا ہوگا پھر جہاں وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے جو سن بھاگا اور سیکڑا بھر باتیں جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہیں اسمیں کوئی سچی پڑ جاتی ہے اور کوئی جھوٹی ۔ پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ سے یہاں ایک بھید بضرورت ظاہر کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں خواہ وہ حق طور پر یعنی شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو بہرحال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہے تو روح حیوانی جو اس جسم کے متعلق ہے وہ کھل جاتی ہے اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ کچھ ایمان و کرامت و کمال نہیں ہے بلکہ ایک عمل ہے حتی کہ انگریزوں میں مسمریزم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتیں اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ فقط استدراج ہے جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے بلکہ بزرگان دین اسکو بہت برا جانتے ہیں کیونکہ جسم کے متعلق ہے اور روح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلوں میں سے ہے گذر جاتے ہیں تاکہ ناسوت کی طرف توجہ نہو جاسے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاویں اور یہ بات شیخ ثناء اللہ قدس سرہ پانی پتی نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے مصرح بیان کر دی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں اُڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان گمراہ استدراج والوں کی نقل کر دی ہیں تاکہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسکی توحید نہ ہو تو کچھ ایمان نہیں ہے ۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ لا اعلم الغیب ۔ کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے بندہ و رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہدے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہانتک مجھے مشاہدہ ہے وہ تو معلوم ہے پھر جو مجھ سے غائب ہے اگر وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں

Marfat.com

اور سنن نسائی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث مین جس مین آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا ہے مذکور ہی
کہ فعلمت ما فی السموات ما فی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانون و زمین مین ہر سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے
آیت وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیۃ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل مین نقل کیا اور بعد کلام طویل کے
مسند احمد رح سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہر اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ مین حسن صحیح لکھا ہی
اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہی اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتون سے باز رہین
اور راہ راست سے تجاوز نہ کرین ان شاء اللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکون سے کہ مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خزائن
الٰہی ہین تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ مین تمھین دیدون حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خوار ہے اور مین یہ نہین کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے باشتہ
سے غائب ہے اور مجھے ذرا بھی اس کی بابت نہین کی گئی اس کو مین جانتا ہون ولا اقول لکم انی ملک۔ اور یہ بھی مین تم سے نہین کہتا کہ مین فرشتون
مین سے کوئی فرشتہ ہون ف۔ جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح مین مجبور مطیع ہون اور عالم کی خدمت
پر مامور ہون کہ آسمانون کو چڑھتا اترتا ہون۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ۔ تم کو مین نہین آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعۂ وحی کے مجھ پر
نازل کی گئی ف۔ یعنی مین تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہون کذا فی المدارک۔ بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتین مین کر ون
مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کرون یا مکہ کو چوڑا نہ کر دون یا اسمین نہرین و چشمہ نہ جاری کرون یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤن اور کتاب لکھی لکھائی
نہ لاؤن جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی مین کیون فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتون کو عدم صحت رسالت
سے کیا تعلق ہر اسلئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو مکرم کر کے اسپر وحی بھیجی اور اس کو اس
استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندون کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہان سے جو بعض لوگون نے یہ
نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہین تو یہ محض بے بنیاد بات ہر اس آیت سے یہ کچھ بھی نہین نکلتا ہی بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے
کہ مین فرشتہ نہین ہون اس سے یہ مطلب نہین کہ مین ایسا بزرگ نہین ہون جیسے فرشتہ ہوتا ہی بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہی کہ اے مشرکو تم جو مجھ سے
آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کامون کے کرنے کی استعداد فرشتون مین رکھی گئی ہی تو مین فرشتہ نہین جو ایسے
کام کرون پس اسمین ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہین ہر ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صوت بجاتے ہین اور پھر ہوا کے مانند
نظر نہین آتے یہ تو آدمی سے افضل ہو جاوین جو ایسا نہین کر سکتا ہی فافہم۔ اور مترجم نے پارۂ اول مین فی الجملہ بیان کر دیا ہی اور زیادہ اسکی
حاجت نہین کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ در واقع انبیاءؑ افضل ہین ملائکہ سے کیونکہ دین مین اسکا کوئی فائدہ متعلق نہین ہر پس اس بحث مین
پڑنا بیفائدہ ہے۔ قل ھل یستوی الاعمیٰ اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ والبصیر یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہے
یعنی کہدے کہ بھلا کہین اندھا اور بینا برابر ہوتے ہین دونون یکسان نہین۔ افلا تتفکرون کیا تم اسمین فکر و غور نہین کرتے تاکہ سمجھکر تم بھی مومن
ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وانذر بہ ڈرسنادے اس قرآن سے۔ ف۔ اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہین جسکے ساتھ ڈرانا بھی
ہووے۔ الذین یخافون ان یحشروا الیٰ ربہم۔ ان لوگون کو جو خوف کرتے ہین کہ محشور کئے جاوین اپنے پروردگار کی طرف
ایسے حال مین کہ لیس لہم من دونہ نہین ہر ان کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ ولی ولا شفیع۔ کوئی ولی جو ان کی
یاری کرے اور نہ سفارشی کہ ان کی شفاعت کرے لعلہم یتقون۔ تاکہ تقویٰ کرین ف۔ یعنی اس ڈرسنانے سے ان کے

حق میں امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کریں یعنی طور جس حال معاصی میں ہیں ان گناہوں سے الگ ہوجاویں اور فرمانبرداری کرنے لگیں مفسر نے کہا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہیں جو گنہگار ہوں حاصل آنکہ ابتدائی حالت میں بسبب ایسے کہ خیالات و افعال زمانہ جاہلیت سے نفوس نوشتہ ہو گئی تھی تو دل میں ایمان آجانے کے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتوں کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب و مفلس مسلمانوں سے پرہیز کرنا اور اُن کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقویٰ ہیں پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتوں سے تقویٰ کریں اور اس صورت میں یخافون کے معنی یہ ہیں کہ حشر کا یقین کر کے خوفناک ہیں پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہے لیکن ان لوگوں کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہے بخلاف ان لوگوں کے جو حشر کے منکر و کافر ہیں کہ اُن کو واقعات حشر سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علیٰ ہذا انذار میں بعضے وہ مشرک بھی داخل ہوں گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہیں لائے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگوں کے واسطے نافع ہے جو ازلی فہم سے سرفراز ہوئے ہیں کہ وہ سمجھ جاویں گے جیسے کہتے ہیں کہ تم ان کو نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہیں۔ قال فی المدارک جب غیر متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاویں تو پھر متقیوں کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی سے دور نہ کیا جائے بقولہ۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ دعا یعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر محافظت۔ قال ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد رح سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرینہ قولہ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہے اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیان رح سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہیں اور اقرب آنکہ دوام ذکر ہ یاد الٰہی کو شامل ہے باوجود اُن کے ضعف و محتاجی کے بعض اتقاء و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مت ہانکیو ان بندوں کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرتے ہیں صبح و شام۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اُسی کی وجہ پاک کو چاہتے ہیں ف یعنی اس عبادت و دعاء سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہیں اور تمام مراد اُن کی رضاء الٰہی ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہیں رکھتے ہیں۔ اور حال آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہیں ان کو اپنے پاس سے دور مت کہ بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداوة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عیناک عنهم ترید زینة الحیوة الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هواه وکان امره فرطا۔ یعنی روکے رکھ اپنے نفس کو ان بندوں کے ساتھ میں جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہیں اُسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھوں کو ان بندوں سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسر رح یہ لوگ مسلمانوں میں سے محتاج فقیر تھے اور مشرکوں نے اُن کے حق میں طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ اُن کو اپنی مجلس سے دور کریں تاکہ وہ مشرکین آپکے ساتھ بیٹھیں اور حضرت صلعم نے ان مشرکوں کے مسلمان ہوجانے کی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکوں کے آنیکے وقت میں ان کو ہٹادیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بدون تعب تکلف کے انجام کر دینا لازم ہے لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر راضی ہیں تو ایسا کیا جاوے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبوں کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث مشرکوں کی خاطر کے واسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کر۔ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ تجھ پر اُن کے حساب میں سے

Marfat.com

کچھ بھی نہیں ہے بلکہ اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن میں پسندیدگی نہیں ہے۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ تیرے حساب میں سے بھی اُن پر کچھ نہیں ہے فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو اُن کو مطرود کر سکے فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ سو تو ظالمین سے ہو جاوے اگر ایسا کرے وفی تفسیر الحافظ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپ کے پاس صہیب و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج وکمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکورہ نے ان میں طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم میں سے ان لوگوں سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ میں سے اور ہم انھیں کے پیچھے ہو جائیں تم ان کو دور کرو تو شاید ہم تمھاری پیروی کریں پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین رواہ ابن جریر واحمد اور روایت احمد میں اختصار ہے اور روایت ابن جریر میں نزول آیت۔ ولا تطرد الذین یدعون الآیۃ۔ مذکور ہے اور ابن ابی حاتم کی روایت خبابؓ میں اقرع بن حابس تمیمی وعیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونوں کے مسلمان ہونیکے انھیں صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورۂ مکیہ ہے اور یہ دونوں ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوریؒ نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعدؓ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ صلعم کے حق میں نازل ہوئے جنمیں ابن مسعودؓ بھی ہیں کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں سبقت کرتے اور آپسے قریب ہو کر آپ کا ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین و رواہ ابن حبان فی صحیحہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلعم کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرماویں اور ان پاک غریبوں کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم ہوں اور حضرت صلعم کو معذور سمجھیں فافہم واللہ اعلم۔ پھر واضح ہے کہ حدیث عائشہؓ میں صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہے کہ ہر آدمی کو اُسکے درجہ پر رکھیں اور معنی یہ ہیں کہ شرع میں جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کریں اور اس زمانہ میں لوگوں نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری تکریم وتعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہے۔ جیسے خادموں کے دلوں میں مخدوموں کی اور اولیا و نیک بندوں کی تعظیم میں بعضے تو افراط کرتے ہیں اور بعضے تفریط کرتے ہیں اور یہ سب باتیں مشعر ہیں کہ نور ایمان سے بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ادب صلاحیت توفیق عطا فرماوے اور واضح ہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہے اول میں غریبوں کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ آخر زمانہ میں پھر غریبوں ہی میں رہ جاویگا لہذا غریب مسلمانوں کو مبارکباد ہے اور غربت یہ ہیں جو فساد و بگاڑ کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہوں چنانچہ حدیث میں خود تفسیر آئی ہے واضح ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبوں کو پاس نہ بٹھلادیں جیسے ہمارے زمانہ میں مغرور مالداروں کو یہ عار ہے کہ غریب قوموں و پیشہ وروں کے برابر کھڑے ہو کر مسجد میں نماز نہ پڑھیں اور نہ وعظ سنیں۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور وتکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا علماء نے کہا کہ یہ معنی ہیں کہ بدون دوزخ میں خواری و عذاب پائے ہوئے جنت میں داخل نہ ہوگا بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت وکبریائی فقط جناب باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔ اور یوں ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ میں ڈالا ہے یعنی جیسے یہاں یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان میں ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو رذیل قوم کہلانیوالوں سے اور جن کو تونگر کیا انکو فقیر لوگوں سے مقابلہ کر کے امتحان کیا اس طرح ہم نے گروہ قوم کہلانے والوں اور فقیروں کو ایمان لانے کی

Marfat.com

ہدایت میں مقدم کر دیا۔ لِّيَقُولُوٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنۢ بَيْنِنَا۔ تا کہیں کہ کیا یہی کمینہ ہیں کہ ہمارے بیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پر احسان
کیا ہے ف یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہیں وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و ذلیل وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں
سے احسان کیا بایں طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہے انکو ہدایت دیدے اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و ذلیل لوگ پا گئے
ہیں اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی اسے کچھ نہیں ہے پہلے ہم اسکو
اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں بیوقوفوں کو رد کر دیا بقولہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
بِالشّٰكِرِيْنَ۔ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اُن بندوں کو جو شکر گذاری کرنیوالے ہیں ف پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ہاں
او تعالیٰ جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خبیر ہے اسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے
چھوڑ دیا و نعوذ باللہ من الکبر والضلال و نسالہ الهدایۃ وہو العلی المتعال۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں و رنگ کو نہیں
دیکھتا ہے ولیکن تمہارے دلوں کو اور تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ رواہ مسلم۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہؒ سے مرسل روایت کی کہ عتبہ بن
ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و مطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کافروں کے ساتھ ابو طالب کے
پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آزاد کئے ہوئے اور ہمارے قسم سے عہد و پیمان باندھے
ہوئے ہیں دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کئے ہوائے ہیں تو البتہ ہمارے دلوں میں وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع
کریں پس ابو طالب نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ
ایسا کریں دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کدھر جاتے ہیں تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین
یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولی حذیفہ و صبیح مولائے اسید اور
حلفا میں سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبد اللہ و عمرو بن عبد عمرو اور ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفار تھے
پھر قریش کے بڈھے کافروں و موالی و حلفار کے حق میں نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ پھر جب یہ آیت اتری تو عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَاِذَا
جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ہماری آیات پر۔ فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
تو کہدے اُن سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور اُن کو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تمہ
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقرر کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ۔ بفتح انہ بدل الرحمت ہے اور ایک قراۃ
میں انہ بالکسر ہے یعنی شان یہ ہے کہ العنی جس نے تم میں سے کوئی بری بات کی بسبب نادانی کہ اسوقت اسکو نہ جانتا تھا ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ پھر رجوع کیا
اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے۔ وَاَصْلَحَ۔ اور نیک کام کئے۔ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہے
ف ایک قراۃ میں فانہ بفتح ان ہے یعنی تو اسکے واسطے مغفرت الٰہی ہے یعنی وہ مغفور و معاف ہے۔ الجہالۃ بفتح اول۔ قراۃ مشہور ہے اور بعض سلف
نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے اور عکرمہ نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہے۔ اور
ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اسمیں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی رواہ
البخاری و مسلم وغیرہما وَكَذٰلِكَ اے کما بیناہ ما ذکر کذلک نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ۔ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا ایسے ہی ہم

Marfat.com

مفصل بیان کرتے ہین آیات کشف یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ اور تا کہ
کھل جاوے راہ مجرمون کی ف۔ جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تستبین کے اول تار فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہے بنا بر آنکہ مونث
معنوی ہو اور حمزہ و کسائی کی قرأۃ مین لیستبین بیائے تحتانیہ ہو بنا بر آنکہ سبیل مذکر ہے اور دونون طرح مستعمل ہو اور نافع کی قرأۃ
مین تستبین بالتاء الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہو پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے یعنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو ف۔ فی العرائس
قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تنزیہ نبوت ہو کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا۔ قولہ۔ ولا اعلم الغیب۔ اسمین اظہار تواضع ہے
کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف و افضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت و جبروت
کے سامنے یون ہی خضوع و خشوع مین ہین قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔ اور مجکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہو۔ قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ جو
حکم ہو اسی کا عامل ہون۔ قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہو اور مجھ مین فانی ہو کر میری ہی آنکھون سے بینا
ہے دونون برابر نہین ہو سکتے تم کو کچھ غور و فکر نہین ہو اور اسمین مصطفےٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہو کہ عین تجرید و تفرید مین انانیت سے کچھ
بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہو کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہو کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ بالجملہ
جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہین مگر لقار قدم سے انانیت کا وجود نہین ہو۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہو جسکو راہ ہدایت نہ
سوجھے اور بینا وہ ہو جو خالق عز وجل کی منت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے۔
استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکسان نہین اور کفر و توحید ہرگز یکسان نہین ہین قولہ۔ وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ
نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہو اور راہ شرع کمال لطف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچتی
ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہو اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہو پس یہ تو ممکن نہین کہ
حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا نہ ہو اور
یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہو کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کو کوئی مطالعہ کی مجال
نہین رکھتی اور یہ فضل ہو کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت و بعید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انھین کو
کارآمد ہو جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کیے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے واصل نہین
ہو سکتا جبکہ علل نفسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تنزیہ
کی انتہا نہین اگر تمام مخلصون کو بعد اقربہ ہونیکے مردود کر دے تو پاک بے پرواہ ہو اور اگر وہ مدے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی
محاسبہ سے پاک ہون گے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظر ہائے اسرار کمان تک غیر پر پڑی ہین اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع۔
اگر مین انکو اپنی درگاہ سے رد کرون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہو سکتا۔ قولہ لعلہم یتقون۔ اپنے نفس سے پاک ہون بایں طور کہ میری یاد و
ذکرستان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کا
خوف ہوتا ہو اس چیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین وغیرہ انواع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے
وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ ان سے لذت اٹھاتے اور نہ انپر اعتماد کرتے ہین اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون
ان یحشروا الی ربہم الآیۃ سے۔ ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ ان کو خوف ہو کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاوین قال المترجم

Marfat.com

توجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہیں کہ محشور ہوں اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیۃ سے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص کار بندگان حق عزوجل کا یہ حال کہ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے پس ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہے اسی واسطے دعائے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہم کو روزی کردے۔ شیخ ابو عبدالرحمن رح نے فرمایا کہ میں نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہیں ہیں اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جن کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانذر بہ الذین یخافون الآیۃ۔ اور فرمایا۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیۃ۔ واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ میں کہا کہ جسکو بادشاہت نے قطع کردیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہے اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف راہ پاتا ہے اور قولہ لعلہم یتقون۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقوی و پرہیز کریں کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بنا دیں۔ اور کہا گیا کہ خوف بہانہ علم ہے اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جہل میں لپٹے ہوئے غافل ہیں وہ خوف نہیں کرتے ہیں قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی۔ نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد آیت میں ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ایسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کرلیا کسی سبب سے اسکا تعلق نہیں ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفےٰ رسول کرلیا بدون اسکے کہ آپ کے اصحاب تا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ دخل ہو اسی طرح آپ کے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت میں کوئی علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شئی وما من حسابک علیہم من شئی۔ جیسے ازل میں آنحضرت صلعم کے حق میں سبقت اختصاص نبوت و رسالت ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ اہلیت و صلاحیت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلعم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کما قال تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین اور جب مومنوں کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھیں اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انہیں کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ اے محمد منع کیا ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودہ ناکاروں کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ ہدایت تو میری نسبت پر ہے اور تو نہیں یہ کر سکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کردے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے ہذا انجملہ یہ مسکین فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و حذیفہ و مقداد وغیرہ کے ہیں جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال اور شوق لقا میں اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ۔ کے ہیں۔ اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہے

Marfat.com

اور وہان ظہور تجلی قدرت و جلال عظمت ہو اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہو جسمین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال مین فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہو کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ و ظہور برکت ہو اور دعا رسے زیادت محبت و شوق و قرب مشاہدہ چاہتے ہین اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہو تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت و کبریا مین فنا ہے اور ہر نفس عارف مین ایک حال ایسا اور شب و صال ہے۔ گویا ہر دم مین وہ لوگ بقاء دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد اُن کی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال والاکرام مین فنا ہو جاوین۔ اور نیز ان دونون وقتون مین دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات و حالات سے ان کو ان دونون وقتون مین سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہو چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہو پھیرے جاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر نفس مین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ یہان ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہو جس کے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف قرار کرتے ہین اور سطوات و سبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکرت ہو تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہو وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سوائے اسکے کہ اُس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا ہو کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن مین تشابہ ہو اور وہ اسکے جلال و جمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون و مشتاقون و محبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور جو اولیا رکہ مرتبہ عشق مین ہین وہ عارفین و موحدین کے مقابلہ مین ایسے ہین جیسے سمندر مین چند قطرات ہوتے ہین۔ قال المترجم آداب اذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت عبودیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہو اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسیوقت کہ توحید عبودیت بقرب نوافل حاصل ہونیکے بعد عبادت کرے تب وصفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہو اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص بیان گویا محال ہو اور اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل عین الجمع ہے اور نیز اُن کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اللہ تعالیٰ پاک ہو اشارہ تشبیہ و تعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اس کے خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہو اور اسم پاک کے تحت مین سمع و بصر و کلام و جملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک و صفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شیٔ ہالک الا وجہہ کے معنی یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اُسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات و صفات باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہین گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہے پس جب یہ بات ہو تو یہ لوگ جن کا آیت مین ذکر ہے یریدون وجہہ سے وہ جمیع ذات صفات کو بصفت محبت و شوق چاہتے وارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح عطا کرے کہ اُن کے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا کہ ارادت

کیونکر ہے پس ابویعقوب نہرجوری سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہے فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین ذکر فرمائی۔ بقولہ۔ ولا تطرد الذین یدعون ربہم۔ یعنی ہمیشہ یاد مین رہین اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کرین ایسے مریدون کے حق مین مشائخ کو چاہیئے کہ ان پر مہربانی رکھین اور جو لغزش ان سے سرزد ہو اسکو عفو کرین۔ بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربہم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز اُن کو مشغول نہین کرتی ہے کوئی روکنے والا نہین روکتا۔ ہر حال مین اُس کی خدمت کے دروازہ پر بندگی سے قائم ہین اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہین۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہان ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح و شام سے یہ اشارہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہین یعنی ہر وقت یاد مین ہر دن فنوز ہین اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور رہے تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا مین کبھی مشغول نہین۔ کما قال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ امور معاش و کسب حلال بجا لاتے ہین مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشیخ اور اسمین ایک اور لطیفہ ہے کہ ان کو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح و شام کا ذکر کیا تاکہ جواز و کفایت اُنھین احکام شرعی ظاہری پر ہے کہ فی الجملہ راحت نفس حاصل کرین اور یہ کمال شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت مین جل نہ جاوین اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاوین۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبیٰ کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کیواسطے تجرید و تفرید مین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرداخت مین خود کلام فرمایا یعنی مت مطرود کرالیٰ آخرہ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنور جلال و معرفت و ہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اُس کے پاس آتا ہے اور آیات الٰہی اُسپر جاری ہوتے ہین پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار اُن سے جلتے ہین کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ ان کی بدی و برائی کرتے ہین تاکہ لوگون کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لاوین چنانچہ ان پاک بندون سے مغرورون نے ٹھٹھول مذاق کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہین۔ اہؤلاء منّ اللہ علیہم من بیننا۔ یعنی ہم ایسے اور ایسے ہین اور یہ کیا چیز ہین پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انعام معرفت و درجات کا ان پر کیا اسکے شکر مین وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہین وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہین ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین چند نکات ہین از انجملہ آنکہ فقیر کا فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تونگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بعض کو بعض سے مشغول کیا تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندون کو جو راہ حق مین اپنے نفس کی طرف اور غیر حق کی طرف ایک دم نہین دیکھتے ہین۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دینا و نہ دینا غنی کی طرف سے تصور کرکے اس سے رنجیدہ ہو اور فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہے اسکو ادا نہ کرے یا دیوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ ہین جو ہر حال مین اللہ کی طرف راجع ہون۔ قولہ تعالیٰ واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ مین آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام مشاہدہ ہوتا تو قولہ سلام قولا من رب رحیم۔ پھر غور سے دیکھو کہ کیونکر گنہگارون کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچا دین کیونکہ انھون نے میدان قہر مین امتحان کی مشقت اٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ مین

Marfat.com

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے اُن کو سلام پہونچایا اور خود ان کی مواسات کی۔ قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ ازل مین
ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ اُن سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی
طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ مین عارض ہے پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ
اُن کو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندون کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو حرمت
کبری ہے پہونچا دے اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور بھی فرمایا۔ انہ من عمل
منکم سوء بجہالۃ بسبب نادانی کے عرفان جلال وجمال قدم سے قولہ ثم تاب من بعدہ۔ اپنے نفس سے او تعالی عز وجل کی طرف رجوع
کرلایا۔ واصلح۔ قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت ونفس سے پاک کیا۔ فانہ غفور رحیم۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت
ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلین اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نور عظمت وجلال کبریائی مین
فنا ہو جاوین بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی مین کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالی بلا واسطہ مومنون پر سلام فرماتا ہے
ابراہیم بن الولید نے کہا کہ واللہ اللہ تعالی خود ہی مومنون پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم انمین واسطہ ہین۔ واسطیؒ نے قولہ کتب ربکم علی
نفسہ الرحمۃ۔ کے معنی مین کہا کہ اللہ تعالی ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہین کہ اپنی عبادت سے اس کی
رحمت کو پہونچے ہون اور اُسی کی رحمت ہی سے جو فضل وانعام از انجملہ جنت ہے۔ بندون نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہین
پایا ہے۔ اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی نہین اپنے اعمال کی وجہ سے جنت مین جاسکتا مگر اسی طور سے جنت مین جاؤن گا
کہ اللہ تعالی مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیگا۔ اور ابن عطاؒ نے کہا کہ جس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور
جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالی کی رحمت کیساتھ علم ومعرفت سے ہے اور بعض نے قولہ فقل سلام علیکم۔ مین کہا کہ تو پہلے انکی
قدر ومنزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کردے قبل اس کے کہ تجکو سلام کرین۔ **قال المترجم**۔ یہ حکم نفس آیت
سے نکلتا ہے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنون کو سلام کرنے مین پیشقدمی کرتے۔ مگر اکثر مومن بھی پیشقدمی
کرجاوین بعض نے فرمایا کہ جس پر ازل مین رحمت ہوچکی اب نیا مین اور آیندہ اُسپر رحمت رہیگی۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ اللہ تعالی
نے خالص بندون کے حق مین ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی
صفت ہر حال مین تجلی کئے ہوئے ہے پس ابتدائے رحمت وانتہائے رحمت سے سزاوار سلام ہین۔ یعنی جو لغزش وگناہ درمیان مین
ہوئے وہ رحمت سے عفو ہون یا گونہ عذاب سے بہرحال آخر ان پر رحمت وسلام ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ
تو کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجون جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے تو کہہ مین نہین چلتا تمھاری خوشی پر
قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَ
تو مین بہک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا تو کہہ مجکو شہادت پہونچی میرے رب کی اور
كَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ
تم نے اُس کو جھٹلایا ہے میرے پاس نہین جسکی شتابی کرتے ہو۔ حکم کسی کا نہین سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

Marfat.com

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

کام میرے اور تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا

اُن کو نہیں جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں جھڑتا کوئی پات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ - یے تعبدون مِنْ دُونِ اللَّهِ کہدے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جن کو تم نے معبود جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں ف - یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا - اسمیں دلالت ہے کہ دعا عبادت ہی پس سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز سے ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا - قُلْ لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ - کہدے میں نہیں پیروی کروں گا تمھارے کفریہ خواہشوں کی ف - ان چیزوں کی عبادت کرنے میں قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا - میں ایسی صورت میں گمراہ ہوا ف - یعنی اگر تمھاری خواہشوں کی پیروی کروں یا ان چیزوں کی عبادت کروں وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ اور میں راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہا ف - حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کہ میں تمھارے گڑھے ہوئے معبودوں کی پرستش کروں پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ مجکو اسپر ثبات و استمرار ہے اور اہل تحقیق نحوی بیانی علماء کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بغرض پسندیدہ جائز ہی بلکہ مستحسن ہی - قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي - کہدے میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں ف تفسیر بینہ میں بعض نے کہا کہ بینہ بمعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہوں قولہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہوں جس سے یقین توحید حاصل ہو اور معنی میں دونوں قول متحد ہیں اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ بمعنی وضوح و ظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہو کہ برہان و دلیل کے مقابلہ میں تکذیب نہیں آتی اور شاید بمعنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہوائے نفسانی و شک میں نہیں ہوں وَكَذَّبْتُم بِهِ - حالانکہ تم نے رب عزوجل کو جھٹلایا ہی ف معنی یہ ہیں کہ تو کہدے کہ میں یقین پر ہوں اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہی کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اسکے ساتھ شرک کیا - اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب ثواب نہیں مانتے ہو - مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ - جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے ف یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سناتا ہوں اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہیں ہوں - یہ بھی مشرکوں کی جہالت تھی اور قولہ تعالیٰ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ - سے ثابت ہی کہ عذاب اکبر تو آخر میں حسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے - ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً یہاں مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت میں حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی تنزیہ ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی میں دم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے -

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ - نہین حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا حکم ہے یَقُصُّ الْحَقَّ - وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ - ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بعذاب و ہلاک کفار ہو - اور جس طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے - وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ - اور وہی بہتر حاکمین ہے ف اور مفسرین وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قراۃ مین یقص بتشدید صاد مہملہ ہے اور معنی یقص الحق اے یقول الحق - حق بات کو فرماتا ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے - اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع مین ہے وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الٰہی ہے پس اجماع تو حکم الٰہی سے حجت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ بیان ہوگی - پھر حکم دیا کہ - قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ف باین طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ مین تمہاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھ پر نازل کر دیتا اور آرام مین ہو جاتا ولیکن چونکہ میرے پاس و میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین تو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہے ف یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون و منکرون کا عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اختیار پاکر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رضی سے روایت ہے کہ انھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپنے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجکو پہونچی جبکہ مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا اور راہ مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون و لڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ مین کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابر مجھ پر سایہ کئے ہے مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیے اسکو حکم دیجئے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنی مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ مین ان پر گرا دون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجین اور اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرین رواہ مسلم والبخاری - پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دئے جائین مگر آپنے درنگی فرمائی مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے یہ سوال ذکر کرکے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین ہوتا تو آپ اُن پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہے بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اس طرح اُن کو نیست کر دون پس آپنے اُن کے حق مین درنگی چاہی - واللہ اعلم - وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب -

ف یعنی خزائن غیب یا وہ راہیں جن سے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور
غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کنجی ہے
یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول بامور غیب ہو ان کو کنجیاں اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لَا یَعْلَمُهَا
اِلَّا هُوَ۔ ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے ف وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ میں مذکور
ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ
کے کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور مینھ وہی نازل کرتا ہے اور مونث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو وہی جانتا
ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل
الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمر رضہ جسمیں جبرئیل
نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگوں کے اسلام و ایمان و احسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر یہی
آیت مصدرہ پڑھی ہے ہر دو حدیث صحیح میں ہیں واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہے اور قرائن و اٹکل علامات سے جاننے کو
علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکور در واقع سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے ان اٹکل و قیاس علامات تو اور لوگ بھی کیا
کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحاح میں قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ یہاں تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جسدن قیامت آوے گی
پس ان امور مذکورہ کے مانند امور میں اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی در واقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی
ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا کاذب و مردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجکو اٹکل و قیاس یا علامات
سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ قرآن پر عذاب
آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ وہ تعالیٰ ہی دانا تر ہے کہ آویگا یا نہیں یا کب آویگا۔ پس کاہن و نجومی و رمالوں سے جو لوگ دریافت کرتے ہیں وہ حرام کار
ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے ہیں تو مشرک کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا
تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے قضاء و قدر کی باتیں و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور
کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال ثواب عقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم کے ہیں کیونکہ عقل و قیاس کو وہاں مجال
نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمیں ثواب ہے حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے ف بر بفتح اول وہ زمین جسمیں نہ پانی ہے نہ گھاس اور بحر وہ آبادیاں جو
کسی نہر و دریا و سمندر پر واقع ہوں کذا قال المفسر اور قاموس میں ہے کہ بحر وہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور مجاہد رح نے کہا کہ بر خشکی
کے جنگل اور پرپٹ میدان ہیں اور بحر شہر و گاؤں ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک بحر سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ
پرپٹ میدان ہو یا سرسبز جنگل ہو یا گانوں و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و کھاڑی ہو سب اللہ تعالیٰ
کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان
میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ نہیں گرتا کوئی پتا مگر آنکہ وہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے
ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں و جنبش کو جانتا ہے اور من ورقۃ میں من زائدہ برائے استغراق ہے وَلَا حَبَّةٍ عطف ہے

Marfat.com

ورقہ پر ۔ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ۔ اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین ۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اور نہ رطب نہ یابس ۔ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۔ مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہے ف ۔ مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنائے سابق یعنی لایعلمہا سے یہ استثنار
بطریق بدل اشتمال ہر علم آلہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری ہر ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار
کے مانند ہر کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین لا یخفی فی بعد ہذا التاویل ۔ فافہم ۔ حاصل یہ ہر علم آلہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و زمین وغیرہ
مین ہر حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالی کے حضور مین
ہے ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ ۔ اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہر سبحان اللہ العلی الاعلی ۔ ف ۔ قال
فی العرائس ۔ قولہ تعالی قل انی علی بینۃ من ربی ۔ یعنی اوتعالی کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہر اور روشن دلائل بظہور نور ازل ہر اور یہ
عالم مین سب سے بڑی دلیل ہر لقولہ علیہ السلام من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا ۔ قال المترجم صوفیہ اس
حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہر پس آپنے فرمایا کہ
جس نے مجھے دیکھا خواب مین تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہر فان الشیطان لا یتمثل بی ۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا
کذا فی روایات الصحاح ۔ اور جس نے حضرت صلعم کو اُسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپکا حلیہ ہر خواب مین دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا
مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے ۔ اور مترجم کا گمان یہ ہر کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہر
اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہر ۔ فافہم ۔ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیا بھی ان کے طفیل مین
بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو دی و یقین ہر اور بینات اولیاء سچی فراست ہر ۔ قال المترجم حدیث مین ہر کہ مومن کی فراست سے ڈرو
کہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہر اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ
تھے اُن کی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے زناکار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین دُرّے مارونگا مترجم
کہتا ہر کہ پردہ چھپانے کیواسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمرؓ نے عین خطبۂ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ
نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت اُن کی آواز
درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہر فتفکر ۔ قولہ وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو ۔ علم غیب
فقط اوتعالی ہی کیواسطے ہر فرمایا اللہ تعالی نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ آ آیۃ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالی کے انکو کوئی نہین
جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ تا قولہ علیم خبیر پڑھ دی ۔ ورسدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین مین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے پھر شیخ نے کہا اور نیز
مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایات ازلی ہر جو بجمال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور ساتی اث صفات خزانہ قدیم باقی ہین پھر اعنایات ازلی کے نور سے
ان بندون کیلئے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہر تاکہ نور قدیم ہی سے خزانۂ قدیم کو پہچانین پس اُس کے لئے اسرار مکنون ظاہر فرماتا
ہے جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دین اور معاملات و حالات کا اونچ نیچ بتا دین اور
قولہ تعالی لایعلمہا الا ہو غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے اُنکے
سب غیوب مخزون ہین ابن مسعودؓ نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزون کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب
کو بھی اللہ تعالی ہی جانتا ہر لیکن ان مین جس قدر بندے خالص کو بتلا دیا وہ جان لیتا ہر پس اولین و آخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہان اللہ تعالے

جب انکو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہین لیکن ان چیزون کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا۔ اور نیز یہ معنی ہین کہ ان غیوب کے پانے کی راہین کوئی نہین جانتا سوائے اوتعالیٰ کے پس جن بندون پر فضل ازل رکھا ہے ان کو اوران کے بتانے کی راہون کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ پہچانتا ہے کوئی اور نہین جانتا اور وہ طریقہ یہی ہو کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کرین نیز مفاتح الغیب مین سے تجلیات لطف و قہر ہین پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہین اور قہر کی تجلی سے اعداء یعنی کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت ورائے کے اندھیرے مین جنہون نے سنت چھوڑتے ہین اور راہ پر نہین آتے اور نفس و طبیعت کے شرور نفسا مین واللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہین جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہین آخر جہنم مین جا پڑتے ہین نیز مفاتح الغیب وہ درجات ہین کہ قلوب کیلئے خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول روحانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات وصفات مین کشادہ ہوتے ہین اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیاء کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدون کے لئے فراست کے خزانے کھلتے ہین۔ جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو۔ مین کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے یہ رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی اوتعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ اس آیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت خلق ہو اور شر پر دبے ایمانون پر فتنہ دنیا کی کھلتی ہو پھر نیکون مین سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب اور اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہین۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ اوتعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم پر پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شئ سے تہذیب کے اسباب کھولے۔ پھر قولہ وتبتل الیہ تبتیلا سے تغییب کو کھولا پس یہ مفاتح الغیب مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر مین کشادہ ہوئے قولہ و یعلم ما فی البر والبحر یعنی غیب لطف سے نیک بندون کو پار اُتار دیا اور دشمنون کو دریائے قہر مین غرق کر دیا پس اسمین جو حکمت اسرار غیب ہین وہی جانتا ہے اور نیز دریائے غیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہین اور ایسے ہی نفوس کے پرپٹ میدان مین جو شہوات کے بھیڑیے ہین وہی خوب جانتا ہے قولہ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسمین آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہو کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض۔ مترجم کہتا ہو کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالیٰ عزوجل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع و بصیر ہو اور سخت عجب ہو کہ بعضے فلسفی ہند کے اوہام مانند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بروجہ جزئی نہین جانتا اور یہ درحقیقت اس طرح علم الٰہی کی نفی ہو پس اگر اسکو یقین نہین تو گمراہ ہو اور محققین علماء نے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت مین تنبیہ ہو کہ ہر خطرہ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کرین کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم خبیر ہے۔ اور نیز بیان فرما دیا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم کے موافق جاری ہین اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہین جو ہر طرح کے تغییر زمانی و مکانی سے محفوظ ہین وہ تو اس عالم سے جو تحت زمانہ ہو باہر ہے وقد قال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ جو رطب ہو اس کے لطف مشاہدہ سے ہو اور جو تر و تازہ ہو اسکی پاکیزہ قدرت کا ظہور ہے اور جو زرد پڑ گیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیا وہ تازہ اُبھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر مرجھائی وہ اُس کی پاکیزگی کا بیان ہو کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہو۔ واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

Marfat.com

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور بیتہ کرنے کا قضیہ بدون موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ

اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ ع ۵ ۱۳

ٹھہرا دیا پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دیگا تم کو جو کرتے ہو اور اسی کا حکم غالب اپنے

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پہونچائے جاوینگے اللہ کی طرف جو مالک اُن کا ہے تحقیق سن رکھو حکم اسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

شتاب لیتا ہے حساب

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ۔ توفی کسی چیز کو بھر پور لے لینا۔ تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ وَاسْتَوْفَيْتُهُ۔ بھر پور اس شئے کو لے لیا اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے جو قبض کرتا ہے تمہاری ارواح کو سوتے میں "پس لیل جو غالب و اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات یعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک و رافعک الی الآیۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل۔ کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مرا کرتا ہے۔ بالجملہ مفسرین و علماء متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیساتھ سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سو جانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستارون کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہے وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رضؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یتوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ و اسنادہ منقطع۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ۔ "ای ما کسبتم فیہ" "اور جانتا ہے جو تم نے کمایا دن میں" اور یہ بھی باعتبار غلب

حالت کے ہو کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں و قال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہے واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم
اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ - اے فی النہار یدا واحکم۔ پھر اٹھاتا
ہے تم کو نہار میں ف ۔ بایں طور کہ تمہاری روحیں بعد نیند کے پھیر دیتا ہے ۔ کذا قال مجاہد و قتادہ والسدی ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ بعث
در اصل یعنی موت کے بعد زندہ کر کے اٹھانا پس یہاں توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے یہ بعث اصغر
ہوا پھر وارد ہوتا ہے کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو وارد واح معلوم ہو چکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہے۔ کما قال ابن کثیر
اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شانِ مذکور کی طرف ہے یعنی پھر اٹھاویگا تم کو قبروں سے اسی شان و حال کے ساتھ جو تم نے رات کو سوتے
میں اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال میں صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار
ویعلم ما جرحتم فیہ ۔ اور اولیٰ وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم الٰہی محیط ہے اور مکرر ان کا فردن کو دن میں اٹھانا انکے
اعمال سے غفلت نہیں بلکہ امہال ہے لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۔ تاکہ میعاد مقررہ پوری کی جاوے ف ۔ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام
ہے جو ہر انسان کیواسطے مقدر ہے ۔ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا مرجع ہے ف ۔ اس طرح کہ قیامت کے واسطے
اٹھائے جاؤ اور محشور ہوگے ۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۔ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کریگا ف ۔ اسمیں تہدید ہے اور اس سے
بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکوں کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدوں کو انکی بدکاریوں کا عذاب دیگا ۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ مستعلیا فَوْقَ عِبَادِهِ
وہی قاہر ہے اپنے بندوں کے اوپر ف ۔ فوقیت سے ظرف مراد نہیں بلکہ علو مرتبہ مراد ہے اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک
قاہر ہے از راہ استعلاء اور غلبہ کے باوجود حالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندوں سے اوپر یعنی بندوں پر عجز و بے اختیاری مقصود ہے اور
اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب مسخر ہیں کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہے سرتابی کی مجال نہیں ہے ۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۔ اور ارسال
فرماتا ہے تم پر حفظہ ف ۔ یعنی وہ ملائکہ جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندوں کے امور میں وہی
متصرف ہے کوئی اور نہیں جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے و عذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظہ
پس علیکم متعلق یرسل ہے بایں طور کہ اس ارسال میں استعلاء کے معنی ہیں یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہے اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ ۔ میں فوقیت
لائق جلال الٰہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہے اور تقدیم اس اظہار کیلئے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہیں
بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہیں لیکن پوشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلاء کی بنظر لغت و فصاحت کلام
کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ میں داخل کرنا بے وجہ ہے ۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہیں
یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اترتے اور نماز فجر کے
بعد جاتے ہیں اور ہر وقت نئے اترتے ہیں جو کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے
حافظ اعمال فرشتے بیان کئے ۔ کما فی قولہ وان علیکم لحافظین ۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے بلکہ وہ تا دم مرگ حاضر رہتے
ہیں اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہیں کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہوں تو
ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونوں میں سے ہر کونہ پر اللہ تعالیٰ کی مہروں میں سے ایک مہر ہے اور ہر مہر کے ساتھ ایک
فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہاں سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے اسکو محفوظ رکھ ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما یفہم

من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ - اے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہین کقولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ
اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے ہین جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے نے کب اور کس وقت
کیا عمل کیا ہی - اور یہان حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہین لقولہ تعالیٰ حتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا
یہان تک کہ جب تم مین سے کسی آدمی کی موت آئی تو اُس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہین ف - رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ
فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہی جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا - اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ
مراد ہین جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موکل ہین - قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت
کے مددگار بہت سے ملائکہ ہین جو بدن سے روح نکالتے ہین - پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد
احادیث ہین جو قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہون گی اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط
وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہین اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھون آدمی مرتے ہین تو ملک الموت کہان کہان پہونچتے ہین یہ نہین
جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق مین ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہان تو متعلق مادی جسم
کی قوتین عجائب ہین حتی کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال و وہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہان سے کہان پہونچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط
کر لی اُسکے یہ معنی نہین کہ ہاتھون سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے - واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہین
جب ذی روح کی موت کا وقت ہو - وَھُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ - اور جو ان کو حکم دیا گیا اسمین کوتاہی نہین کرتے ہین ف - اور بعض نے کہا کہ
حفظ حیات مین کمی نہین کرتے مثلاً قبل از وقت نہین مارتے ہین اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال مین تجاوز نہین کرتے مثلاً کسی کی نیکی
ضائع یا بدی زائد کرین اور یہ یفرطون بقراءۃ تخفیف سے مناسب ہی اور اول اولی ہی اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت
مین کوتاہی نہین کرتے بلکہ حفاظت سے جہان مشیت الٰہی عز وجل ہی وہین پہونچاتے ہین چنانچہ نیک ہی تو علیین مین اور اگر بدکار رہے
تو سجین مین پہونچاتے ہین - سعید بن یسار رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہین اگر وہ نیکوکار
آدمی ہوا تو اُس سے کہتے ہین کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم مین تھی اب باہر آجا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے
اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہان تک کہ وہ نکل آتی ہی پھر اسکو آسمان پر
چڑھا لیجاتے ہین پھر دروازہ کھلواتے ہین پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا
کیا پاکیزہ روح جسم پاک مین تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب مین نہین
ہے بشارت ہی اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ
اُس سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیث جو جسم خبیث مین تھی نکل درحالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجھکو حمیم و غساق
ہے اور اس قسم سے دوچند ہی اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ نکالی جاتی ہے پھر اُسکو آسمان تک پہونچاتے ہین اور دروازہ
کھلواتے ہین تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہین
جو خبیث جسم مین تھی تو لوٹ یہان سے درحالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے - پھر وہ قبر مین داخل کیا جاتا ہی تو اول
کو مانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو بمعنی دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہے رواہ احمد - اور صحیحین کی احادیث مین روح خبیث

کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین میں پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک
مفصل مروی ہوا ہے نعوذ باللہ من ذلک اللہم اعوذ بک من ان اکون من الذین یذمون ویخبثون واسالک باسمک الذی لا الہ ہو الحی القیوم
ان تغفر لی خطیئتی کلہا وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ
الصالحین آمین۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۔ بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہو جاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مرنے والے
لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہوگا جو
یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل
ہے پس وہ امن ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ آگاہ رہو کہ اسی کا ہے حکم یعنی مخلوق میں قضا نافذ اسی کی ہے۔ وَهُوَ اَسْرَعُ
الْحٰسِبِيْنَ ۔ اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر مقدار میں حساب فرما دیگا۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا
اور مترجم کہتا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہے پس
اصل حساب جو علم الٰہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر حجت قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے
وہ اصل حساب میں نہیں ہے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ وہو الذی یتوفاکم باللیل۔ رات میں وفات دنیا اس
معاد کیواسطے کہ ان کی روحیں فضائے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار جبروت میں سیر کریں تاکہ انکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھ جاوے
اور دن میں اپنے جوارح و اجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاوینگے اس کو پہچان لیں اور وارد ہوئے اور جلانے میں
قدرت الٰہی عز وجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھوں دیکھی ہوئی معلوم کریں تاکہ ان پر یہ وقت آجاوے کہ حادث مخلوقات سے منقطع ہو کر مشاہدۂ الٰہی کیطرف
منقطع ہو جاویں اور اسی مضمون کیطرف تمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی الآیۃ۔ سے اشارہ ہے۔ ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق۔ اور تعالیٰ
کے شرف دینے و کرامت فرمانے میں سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قید خانہ دنیا واسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں
عمل کی حفاظت اپنے بندۂ مومن پر غیرت سے ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنہگاروں کے حق میں امید ہے اور یہ بندوں
پر لطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاہم الحق فرمایا اور اگر فقط ردوا الی اللہ۔ ہوتا تو عظمت قہر کبریائی میں نیست ہو جاتے لیکن لطف سے
بندوں کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت میں لا کر قولہ مولاہم الحق۔ سے مقام قرب و منزلت کی طرف نکال لیا۔
بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ امید کی آیت ہے کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی امید نہیں
کہ اس کے جزا و سزا کا مدار اسکے مولیٰ کی طرف ہو جاوے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا
تو کہہ کون بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چھپکے اگر ہم کو بچا لیوے
مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ
اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے ان سے اور ہر
كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ
گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہہ اسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑادے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھادے ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ

لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیر سے ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں اور اس کو جھوٹ بتایا

بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ میں نہیں تم پر داروغہ ہر خبر کا ایک وقت ٹھہر رہا ہے اور آگے جان لوگے

قُلْ یا محمد لاہل مکہ - کہدے اے محمد مکہ والوں سے مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تم کو خشکی و تری کی تاریکیوں سے کون بچاتا ہے یعنی تمہارے سفروں میں خشکی و تری کے ہول سے کون بچاتا ہے - سراج میں لکھا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ دونوں میں یہ مشارکت ہے کہ جب ہول و خوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھوں سے نہیں سوجھتا ہے پس یوم شدید کو عرب اے یوم مظلم بولتے ہیں جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں خوف سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ملتی نہیں اور ظلمات البحرات کی تاریکی و ابر کی تاریکی اور ہولناک موجیں و تند مخالف ہوائیں وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ ہولناک موجیں و تند ہوائیں حقیقی معنی ظلمت کے نہیں ہیں اور اظہر یہ کہ خشکی و تری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہیں جنسے خوف شدید پیدا ہو جاوے اور معنی یہ کہ خشکی یا تری میں اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت میں کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمہاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ وَّخُفْيَةً سرا - دعائیں مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ - لَئِنْ اَنْجٰنَا واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قراءت میں لئن انجانا ہے اگر اللہ تعالی نے ہم کو نجات دی مِنْ هٰذِهٖ الظلمات الشدائد ان تاریکیوں یعنی ان سختیوں سے - لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ - تو ضرور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جاوینگے - ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہیں آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان میں سے معبود نہیں ہو قُلْ - اُن سے کہدے کہ اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا - اللہ تعالی تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثروں کی قرأت ینجیکم از انجا ہے اور قراء کوفہ و ہشام کی قراءۃ تنجیہ سے بتشدید ہے - وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ - اور ان ظلمات کے سوائے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہے - کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہیں ہو - ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ - پھر اسکے بعد جب مطمئن ہو جاتے ہو تو اللہ تعالی سے شرک کرنے لگتے ہو پس اس حالت میں شرک کس حماقت پر ہے - قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ - تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکوں بدعہدی کرنے والوں سے کہ وہ تعالی قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمہارے فوق سے - یعنی سروں کی ... ی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برسا دے یا آواز سخت ایسی سنا دے کہ دل و جگر پھٹ جاویں یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد و ثمود و قوم لوط وغیرہ پر آئے تھے - اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا پیروں کے تحت سے مانند آنکہ خسف کردے یا غرق کردے قال مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک والسدی و ابن زید وغیرہ واحد فی قولہ عذابا من فوقکم یعنی پتھر برسا دے - او من تحت ارجلکم یعنی زمین میں دھنسا دے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی نے لیا ہے اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم میں سے اونچوں ...

Marfat.com

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہین اومن تحت ارجلکم یعنی پنچون سے اور وہ غلام در ذیل ہین۔ اور ارجح قول مجاہدرح ہے و دیگر معانی اسکے اقسام
دلالت سے شامل و داخل ہین واللہ اعلم۔ اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا۔ او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاہواء۔ یا خلط کردے تم کو فرقہاے مختلفۃ
الاہواء۔ یعنی آپس مین تم کو ایسے مختلف فرقہ کردے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہوجاوے پس آپس مین مخالف ہوکر
ایک دوسرے کے دشمن ہوجاؤ اور یہ تفسیر ابن عباسؓ و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیث مین جو متعدد طرق سے آنحضرت
صلعم سے مروی ہوئی یون موجود ہے کہ یہ اُمت تہتر فرقون پر مختلف ہوجائے گی جسمین سے سب دوزخ مین جاوینگے سواے
ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ مین نے اس حدیث کے طرق
و اسانید کو جمع کیا ہے الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب اُتارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو
مختلف نفسانی خواہشون مین باہم مختلط و متخالف کردے۔ وَیُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ۔ یا تم مین سے بعض کو بعض پر مسلط کرکے
کر عذاب تکلیف دہی و قتل سے مضرت پہونچاوین۔ کذا قال ابن عباسؓ و غیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین علوم و معرفت بہت ہین
اور راسخین فی العلم اُن کو خوب جانتے ہین۔ پھر یہ تہدید تو ظاہراً مشرکین کو ہے اور اہل اسلام جب دین قویم و سنت مستقیم سے فسق و
فجور کی طرف مائل ہون تو وہ بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین اسیواسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم
عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم مین روایت ہے کہ حسنؒ نے کہا کہ یہ مشرکون کیواسطے ہے۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوا کہ اس اُمت مین سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکون سے مل جاوینگے اور مجاہدرح نے فرمایا یہ اُمت محمد صلعم کے واسطے ہے ان
دونون اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونون قول متعارض نہین بلکہ صحیح ہین پھر ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ بخاریؒ نے
اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ جابر بن عبد اللہؓ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم
رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اے میرے پروردگار مین تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہون۔ او من تحت ارجلکم
کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ و قد
رواہ النسائی و الحمیدی و ابن حبان و ابن مردویہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت مین ہے کہ جابرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے
نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدر ہے ضرور واقع ہوگا
اسواسطے یہان پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ اُمت اسلامیہ مین یہ سب اُمور یکے بعد دیگرے
واقع ہوے کہ اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین مین سب حق پر تھے پھر مختلف الاہواء فرقے پیدا ہوے مانند خوارج و روافض و معتزلہ
و جہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علی ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے
پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہین آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ و قال حدیث غریب سعد بن ابی وقاصؓ
سے روایت ہے کہ پھر مسجد مین داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک
حضرت نے اپنے پروردگار عز و جل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ مین نے اللہ تعالیٰ سے تین باتین مانگین ایک یہ کہ طوفان غرق سے میری
اُمت کو ہلاک نہ کرے اسکو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ
آپس مین قتل و تعذیب کرین تو اس کو منع فرمایا رواہ احمد و مسلم مترجم کہتا ہے کہ مسجد بنی معاویہ مین یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار باتیں مانگنا مذکور ہے اور طوفان غرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان نوح کے عموم غرق سے پناہ ہو اور قحط سے ہلاک ہونے سے یہ مراد کہ عمومًا قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جاویں اور امت سے مراد دیان اسلام والے ہیں اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ میں ہے اور اس مسجد میں اس دعا کی خصوصیت شاید ظہور آثار قضا و قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و صلحاء امت کیساتھ بے ادبیاں و خونریزیاں واقع ہوئیں جو کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ صحاح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم لوگوں کو آطام مدینہ سے بلاء و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأة علی عبد الرحمن بن مهدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن جابر بن عتیک - کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرۃ بنی معاویہ میں جو انصار کے محلات میں سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تمہارے اس مسجد میں رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے ایک جانب کو اشارہ کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ اسمیں جن تین باتوں کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہیں تو میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ مجھے خبر دیدے تو میں نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ امتیوں پر ان لوگوں کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جاوے اور قحط سے وہ ہلاک نہ کئے جاویں اور یہ دونوں باتیں منظور ہوئیں اور یہ دعا کی کہ آپس میں ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس دعا سے منع کئے گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس میں خونریزی و تعذیب جاری رہیگی۔ قال الحافظ ابن کثیر اسنادہ جید قوی ولیس فی شیء من الکتب الستة اور مترجم کہتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ کی روایت بطریق محمد بن اسحاق میں آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل میں اس نماز کو نماز رغبت و رہبت فرمایا وقد رواہ ابن ماجہ و ابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انسؓ میں ایک سفر میں آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے اور اسکو نماز رغبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا بایں الفاظ ہے کہ میں نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ لا یلبسہم شیعا۔ یعنی فرقہائے مختلف الاہواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ وقد رواہ النسائی۔ مترجم کہتا ہے یہ سفر میں نماز چاشت میں واقع ہوا اور ظاہر اسمیں تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس میں لڑیں نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین میں ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کر خواہش نفسانی و رائے کے پابند نہ ہوں واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے خباب بن الارتؓ سے نماز شب کے قصہ میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا فرمایا کہ ہاں یہ نماز رغبت و رہبت تھی میں نے اسمیں اپنے پروردگار سے تین باتیں مانگیں تو دو مجھے عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمایا میں نے پروردگار عز و جل سے مانگا کہ ہم کو ایسی چیز دن سے ہلاک نہ فرمادے جس سے اگلی امتیں ہلاک ہوئیں تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث۔ نحو ما سبق عن انسؓ وقد رواہ النسائی و ابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأة پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے۔ الحدیث اسمیں ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمہاری جڑ اکھاڑ ڈالے یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال قال معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابہ عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرحبی عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین لپیٹ دی میں نے اُس کے مشارق و

Marfat.com

ومغارب کو دکھیا اور میری اُمت کا ملک عنقریب ہانتک پہونچیگا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید و سرخ دو خزانہ عطا ہوئے اور
مین نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوین اور یہ
دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کردے اور یہ دعا مانگی کہ ان لا یلبسہم شیعا و ان لا یذیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط
فرماوے فرقہائے مختلف الاہوا اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے صرف قتل و تعذیب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے
کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہو سکتا پس مین نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو
اُن کے غیر مین سے مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کر دے یہان تک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان مین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان مین سے
بعض کو قید کرے۔ رشدین اور وہ نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی اُمت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سردارون سے جو گمراہ کرنے والے
ہون پھر جب میری اُمت مین تلوار رکھی جائیگی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہین اٹھائی جائیگی۔ قال الحافظ اسنادہ جید قوی و لیس
فی شیء من الکتب الستۃ۔ و مترجم کہتا ہے کہ آیہن قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیر مین سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے
یہانتک کہ الی آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیر مین سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک ہے کہ آپس مین بعضے
بعض دیگر کو ہلاک کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیر مین سے مسلط ہو سکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جبتک آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک
کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہین ہوئی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام
و توحید پر ہین اور قولہ یہان تک کہ یہ ہوگا الخ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہون گے اور مترجم کہتا ہے
کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین
یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کرے
بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک ہو جانے
والون نے بالکل قتل کر ڈالا تھا۔ امام احمد نے ابو بصرہ غفاری رض سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین اُمور مذکور کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے
کہ مین نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث مین
مذکور ہے کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب
مین یہ روایت نہین ہے پس اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ طبرانی رح نے حضرت علی رض سے تین اُمور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اسمین ہے
قلت یا رب لا تسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنی اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یون مذکور ہے کہ مین نے عرض کیا کہ
اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری اُمت والون پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیر مین سے ہو یعنی مشرکون مین
سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر ڈالے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے۔ اور معنی حدیث کو
ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے چار باتون کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ
میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہو جائے۔ تو اسکو قبول فرمایا۔ پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کئے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رض نے قولہ
قل ہو القادر علی الآیۃ۔ مین عذاب من الفوق کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خسف ہونا بیان کرکے کہا کہ اسمین
چار باتین ہین جنمین سے دو ہو گئین اور دو باقی ہین۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب رض کی

روایت مین ہو کہ یہ چار باتین ہین جنمین سے دو باتین تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذرین کہ مختلف الاہوا ہو کر مخلوط ہوئے اور
بعض کو بعضون سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہین یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین مین دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہو نگی
رواہ احمد وابن ابی حاتم - مترجم کہتا ہو کہ خلفائے عباسیہ مین سے بعض کے وقت مین متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابون مین مذکور
ہے واللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ مین واقع ہوگا اور حدیث صحیح مین ہو ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیدار کے مقام پر
ہونگے کہ سب زمین مین دھنس جاوینگے - پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر وابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباس رض سے قولہ عذابا من
فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سردارون کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار خادمون کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی
اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب ومجاہد وغیرہم سے پتھرون کی بارش وخسف کا مذکور ہوا وہ اقوی واظہر ہے اور ابن جریر
نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہو قولہ تعالیٰ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون
کیف نذیر - اور حدیث مین ہو کہ ضرور اس امت مین قذف[1] وخسف ومسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت مین مفصل مذکور ہین اور
انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگے - فانظر - اُنظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ - اے انظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا یعنی
تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگون کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہین - لَعَلَّهُمْ
یَفْقَهُوْنَ - یعلمون ان ما ہم علیہ باطل - تاکہ جان جاوین یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہین وہ سب غلط وباطل ہو - مترجم کہتا ہو کہ معلوم
ہو چکا کہ اولاً وبالذات تو یہ کافرون ومشرکون کو فہمائش وتہدید ہے اور حاصل آنکہ سمجھدار جو اللہ تعالیٰ کے آیات ودلائل پاکیزہ مین نور ایمان سے
یا ادنیٰ تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہو وہ ان صریح آیات سے ضرور امید کریگا کہ جن کی فہمایش کے لئے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان
ہوئے وہ سمجھ جاوینگے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہین سمجھتے ہین مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہو تو
اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت مین ہو تو ہمارے دلون کو بعد ہدایت کے اپنے فضل وکمال کے صدقے مین کج نہ فرمانا
اور ایمان پر سلامتی وعافیت سے مغفرت فرما کر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ مین یہی دعا کرتا ہو آمین
پھر اسمین اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت ودلالت کی فہمائش ہو کہ راہ توحید پر مستقیم ہین - قال الحافظ - اور ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت
کیا کہ زید بن اسلم رحمہ نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیۃ - (یعنی مشرکون کے شرک وکفر وفسق وفجور پر تہدید ہوئی
ان امور سے اور اہل توحید واسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤن کافر ہو کر کہ بعضے تمھارے تلوار سے بعضون کی گردنین مارین تو لوگون نے کہا کہ
ہم تو گواہی دیتے ہین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہو - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہان یہ بات تو ٹھیک ہو پس
بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم مین سے بعض کو قتل کرین حالانکہ ہم مسلمان ہین تب نازل ہوا انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون
وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ - بعض مفسرین نے کہا کہ بہ سے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع
کی اور مترجم کہتا ہو کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے مین یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی منجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو
از انجملہ وعید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکون نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہین جانا - اور زید بن اسلم
کی روایت مین جو مذکور ہوا کہ بعض لوگون نے آپس کی قتل وخونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہین ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب

[1] یعنی آسمان سے پتھرون کا برسنا ... اوپر سے ... نیچے سے دھنس جانا اور صورت مسخ ہو جانا ۱۲

نہیں ہو کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے چاہے جو کچھ کرے بلکہ اُن کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ آپ نے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خونریزی نہیں کرینگے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور مشرکین مکہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہو جھٹلایا وَهُوَ الْحَقُّ حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل آنکہ قرآن میں جو اخبار ہیں اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب سچ ہیں۔ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ۔ تو ان مشرک کافروں سے کہدے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں تاکہ تمہارے اعمال کی جزا و سزا دیدوں میں تو فقط ڈرسنانے والا ہوں مشرکون کافروں کا والی و حامی رہا تمہارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہو اور یہ بمانند قولہ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ پھر واضح ہو کہ مفسر رح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے یہ حکم ہوا تھا۔ فعلی ہذا منسوخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا وکیل نہیں ہوں کہ تم کو اس فعل پر سزا دوں پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو ان سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہیں ہو اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں وکیل نہیں ہوں کہ تمہارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتیٰ کہ تم کفر کرو تو مجھ پر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا میں بھی ان پر جہاد کرنے کا حکم ہوگیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہو اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہو اور کلام مفسر رحمہ اللہ بھی اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رح نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہو اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہو اور موجودہ تفاسیر میں کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہیں لکھا۔ اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت کرتا ہو جو فرمایا۔ لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ۔ خبر مستقر ای وقت یقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم۔ نبأ یعنی خبر ہے اور مستقر صیغۂ ظرف زمان ہو یعنی اور ہر چیز کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمیں اسکا وقوع واستقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم دیا کہ کافرون مشرکون سے یہ سمجھا دے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمہارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہو تم مت انکار کرو بلکہ وقت مقرر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافروں کو تہدید ہے

ف فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیۃ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جملہ ہم و غم سے نجات دینے والا ہوں جس نے ہم و غم میں میرا قصد کیا اس کا ہم و غم با ایمان دور ہوا اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی حاجت میں ساقط کر دیتا ہوں پھر جب بیان فرما دیا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو لیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف سکون کرتے ہیں تو ان کو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرب میں مبتلا کر دے بقولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یعنی تمہارے دلوں سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ غیب کو منقطع فرما دے۔ قولہ او من تحت ارجلکم۔ یعنی عبادت و نماز وغیرہ سے تمہارے قدم پھسلا دے کہ ربوبیت کی درگاہ میں خصوصیت کیساتھ قیام نہ کر سکو۔ اور قولہ او یلبسکم شیعا۔ یعنی تمہارے درمیان جو الفت رکھی ہو وہ دور کر دے۔ اور قولہ ویذیق بعضکم باس بعض۔ یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کریں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے کنارہ کر جبتک کہ بکنے لگیں اور کسی بات میں

Marfat.com

غَيْرِهٖ ۚ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کبھی بھلا دے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور پرہیزگاروں پر نہیں کچھ اُن کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈرین

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا۔ اور جب تو دیکھے ایسے لوگوں کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین۔ خوض دراصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوض بمعنی خلط ہے کما یقال۔ خاض الماء بالعسل یعنی شہد مین پانی ملا دیا پس مراد آنکہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام الٰہی کی تحریف وتکذیب کرین۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے مکروفریب کا ضرر تجکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی لقولہ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین خوض کرین سوائے آیات الٰہی کے اندر جھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے خوض کرنے کے۔ غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظ صفت حدیث ہے۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہے یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپکی اُمت کا ہے حتی کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنہین ایسے مفسدہ کی باتین ہون اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود ونصاری وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دہوکا دینے والی باتین جن سے قرآن وحدیث کی تکذیب ہوتی ہے رد نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح رافضی وخارجی ودیگر بدعتی وگمراہ فرقہ مثل نیچر وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف وپھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالی کے دین مین جھگڑے اور بحثین ڈالین۔ مترجم کہتا ہے کہ وہابی وبدعتی اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب وشافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب وسنت کو بدون جھگڑے وتعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الاہواء انھین لوگون مین سے ہین جو آیات الٰہی مین خوض کرتے ہین۔ مقاتل رح نے کہا کہ مشرکین مکہ مین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے جھٹلا دین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالی نے یہ آیت اُتاری۔ مترجم کہتا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اصل مین ان ما تھا ادغام کر دیا اور ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اور ینسینک مین دو قراۃ ہین ایک قراۃ۔ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قرار معروفین مین سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قراۃ ہے اور نسی وانسی کے ایک ہی معنی ہین یعنی دونون متعدی آتے ہین معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول مین ڈالدے تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ۔

Marfat.com

قولہ بعد الذکری۔ بعد تذکرہ۔ اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے اے بعد ذکراہ۔ اگر کہا جائے
خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانے کے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد
الذکری معہم۔ لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خائضین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہیں اور ظلم
ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات الٰہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت
توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بجا و فریب آمیز تاویلیں کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق سب
پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہنچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین یعنی کافر ہوں گے ورنہ فاسقین
ہوں گے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات الٰہی میں علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب
ہے لہٰذا مفسرؒ نے یخوضون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری اُمت سے خطا و نسیان و جبر
و زبردستی سے اکراہ و کئے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ اما ینسینک۔ یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو ان کے ساتھ
نہ بیٹھے۔ کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا
سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ۔ یعنی قد نزل سے اشارہ یہاں کی آیت
کی طرف ہے پھر مفسر سیوطیؒ نے لکھا کہ جب یہ حکم اترا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافروں نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم
وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا۔ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ اللہ مِن
حِسَابِهِم الخائضين مِّن زائدۃ شَيْءٍ اذا جالسوہم وَلَٰكِن علیہم ذِكْرَىٰ تذکرۃ لہم وموعظۃ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ الخوض یعنی اور نہیں ہے
اُن لوگوں پر جنہوں نے تقویٰ کیا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی ولیکن متقیوں پر واجب ہے کہ خوض کرنیوالوں
کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ خوض سے پرہیز کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کرنیوالوں
کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامۂ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہیں ولیکن متقیوں پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے
پس ذکری مرفوع مبتدا محذوف الخبر ہے او سبیل الرفع ہو الوجوب یعنی واجب علیہم ذکری۔ اسی واسطے مفسرؒ نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا۔ پھر
واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب
تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے ولیکن یہ شرط کہ اُن کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں اور شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن ابی حاتم
من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیرؒ ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیٔ۔ کہا کہ یہ معنی کہ جب تو نے ان سے
اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہے وہ خوض کیا کریں۔ قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج
و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنیوالوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں
قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلہم الآیۃ ہے اور ان علماء کے قول پر
قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب میں وہ پڑے ہیں اس سے ہوشیار
ہو کر تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں اور بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت
طاری تھی پھر سورۂ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

Marfat.com

منسوخ ہوئی - قال المترجم یہ عجب ہے اسواسطے کہ سورۂ نساء مدنیہ کی آیت مصدرہ میں خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہوچکا کہ خائضین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھوگے تو تم بھی انھین کے مثل ہو - پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہو - تی یا رخصت کے معنی مین ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر و ملامت کے معنی نہین ہوسکتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیرؒ سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہور کے نزدیک محکم ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور تیر ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے - پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکری کے یہ معنی ہون گے کہ مع ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و خوض کرنے والون کو نصیحت کرو - قال المترجم اسمین خلجان یہ ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر بمعروف و نہی از منکر اسوقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض و استہزاء و تکذیب کرنے والون کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان مسخرون کے عذاب سے کچھ بھی نہ ہوگا ولیکن ان پر خود اپنے نفس کیواسطے وعظ و تذکیر واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقوی کا مرتبہ کمال کو پہونچے - قال المترجم پس لعلہم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہے اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلہم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم و غفلت ہے فافہم واللہ اعلم - وَذَرِ الَّذِيْنَ ترک کر دے ایسے لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمُ الذی کلفوا بہ - بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث رسول کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَهْوًا باستہزائہم بہ - بعبث لہو یعنی لہو و لعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم بے انصافی کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا - اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصود سمجھتے ہین اور بعث و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہین ہین حاصل آنکہ ایسے لوگون سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا - کذا قال المفسرؒ اور ظاہر امفسرؒ کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہوگئی ہے کیونکہ بنا بر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر جو یہان مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہوگیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا - بعض نے کہا کہ دینہم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مرد ہی کھاتے اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشا ہین - اور قتادہ نے لہو و لعب کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگانی دنیاوی نے ان کو اپنا فریفتہ کر لیا اور بیضاویؒ نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے بدین رکھا جنکا کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آنکہ ان کے اقوال و افعال کی کچھ پروانہ کر اور ان سے اعراض کر - مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہان یہ مراد نہین ہوسکتی کہ ان کو فہمایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض یعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیرؒ یعنی انکو چھوڑ اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیوالے ہین اسی واسطے فرمایا - وَذَكِّرْ بِهٖ لے عظ القرآن

Marfat.com

بالقرآن۔ اور ان لوگوں اور دوسروں کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ
اے لان لا تسلم الی الهلاك بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار
دیا اے کراہیۃ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسل
لغت میں بمعنی حرام و ممنوع ہے۔ بولتے ہیں کہ ہذا البسیل علیک۔ یہ تجھ پر حرام و ممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور
اسد باسل۔ کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہے اور ابسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں
سونپ دے بقال ابسلت ولدی یعنی خون کے عوض میں نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل بمعنی تسلم الی الهلاك
ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب الٰہی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس و مجاہد و عکرمۃ والحسن
والسدی۔ قال الوالبی عن ابن عباس اے تفضحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی محبوس و مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ
ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہیں اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ۔ حاصل آنکہ
مشرکوں کے افعال ناکارہ کی پرواہ مت کر اور ان کو بھی دوسروں کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت میں
کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب سے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ درحالیکہ اس نفس
کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم میں سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار و سفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ
عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ اے وان
تفد کل فداء لا یوخذ منہا ما تفتدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دیوے بھی تو نہ
چھوٹے پس ضمیر لا یوخذ کی ما تفتدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اُس سے وہ جو کچھ فدیہ میں دیوے۔ عدل بمعنی برابری
و فدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہیں پس عدل بمعنی البدل بہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ یعنی یہی جنھوں نے دین کو لہو و لعب بنایا
الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا۔ یہی ہیں وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کئے گئے ہیں بسبب اپنے کمائے ہوئے کاموں کے۔ پھر دوسری خبر یا
جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکاروں کا یہ ہے۔ لَهُمْ شَرَابٌ ما یشرب ان کے واسطے پینے کی چیز مِّنْ حَمِيْمٍ نہایت درجہ گرم
پانی سے۔ حدیث میں اور دوسری آیات میں ہے کہ اس سے آنتیں کٹ گر پڑینگی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔
ما مصدریہ ہے اے بسبب کفرہم اور عذاب مولم ہے بسبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کو اپنا پروردگار
جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک لہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب و رسول کو
بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیئے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیئے
پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اُسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس میں نہ آوے پھر رسول و کتاب الٰہی سے ٹھٹول
کرنا نہیں معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہاں اسکی انتہا رہے۔ لیکن کافر لوگ و ملحد و زندیق جب عذاب سنتے ہیں تو
کہتے ہیں کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب خلاف عدل و قیاس ہے حالانکہ اپنی خطا و گناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی
سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بوتے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں اگر غور کرتا تو یہ بھی اُسنے شان باری تعالیٰ میں اسکی
عظمت و شان کبریائی میں سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

Marfat.com

ورنہ چند روز بعد مریگا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ اے بندہ چو بندگی نہ کردی ۔ از بندگیت کہ کار دارد ۔ چون او تو دگر خدا نہ داری اوبہ زتصد ہزار دارد ۔ ف فی العرائس ۔ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شی ۔ سہل رحمۃ اللہ نے کہا کہ اولیاء و مومنین سے یہی عہد کرلیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیاء علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیاء بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا کریںگے تو قصور کرنے والے ہوں گے قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ یعنی بیہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہوگئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں ۔ حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہوکر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے مانوس اور اسپر مغرور ہوا اور درحقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و حقائق سے معزول و محروم ہیں ۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

تو کہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جائیں الٹے پاؤں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ

جب اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى

بھٹکتا اسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس تو کہہ اللہ نے جو راہ بتائی

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

سو وہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جسکے پاس اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَلَهُ

اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جاوے گا اسکی بات سچ ہے اور اسی کی

ثلث الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۗ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ

سلطنت ہو جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

قال المترجم قال النسدی رحمہ اللہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ۔ قُلْ اَنَدْعُوْا ۔ دعا بمعنی عبادت ۔ اے نعبد ۔ کہہ دے جملہ مومنین کی طرف سے کہ کیا ہم عبادت کریں ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ غیر خدا سے مَا لَا يَنْفَعُنَا بعبادتہ ۔ وہ چیز جو ہم کو نفع دیوے اپنی عبادت سے وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف اور یہ چیز بت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں ۔ وَنُرَدُّ عَلٰٓى

اعقابنا - اور اپنے پچھلے پاؤن لوٹین یعنی مشرک ہوجاوین - بعد اذ هدٰنا اللّٰهُ بعد از انکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جس کی مثال یہ ہے - کالذی استهوته - مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا - الشیٰطین فی الارض شیطانون نے زمین مین یعنی سفر کے درمیان جنگل مین درحالیکہ وہ حیران ہے یعنی متحیر ہے نہین جانتا کہ کدہر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر بارسے حال واقع ہے یعنی کیا ہم ایسے ہوجاوین جیسے کسی کو سفر مین شیطانون نے آوارہ کردیا - اور حال یہ کہ لہ اصحٰب اسکے ساتھی لوگ ہین کہ یدعونه الی الهدی اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہین یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کردین اور اس سے کہتے ہین کہ ائتنا ہمارے پاس آجا مگر وہ نہین مانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہے کہ بس ہلاک ہوجاتا ہے - واضح ہو کہ اندعوا مین استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر نرد ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ - اور بعض نے کہا کہ استہوتہ - از ہوی بمعنی نزول از اعلیٰ باسفل ہے یعنی شریر جن اسکو اٹھا لیگئے اور زمین پست مین ڈالدیا لیکن قولہ لہ اصحاب الخ - اس معنی سے چندان مناسب نہین ہے - حاصل آنکہ مشرکون کو مومنون نے جواب دیا کہ ہم تمھارے بہکائے مین مشرک ہوکر ایسے شخص کے مانند نہ ہوجاوین گے جس کو شیطانون نے جنگل مین راہ بھٹکادی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہے ادہر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بنکر شیطانون کی راہ جاکر ہلاک ہوگیا - قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہے بتون وبت پرستون کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہین اور ان لوگون کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے ہین مثال یہ ہے کہ ایک آدمی راہ مین حیران ہے اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل مین پکارا کہ ارے ادہر راہ پر آ اور اسکے ساتھیون نے پکارا کہ ادہر راہ پر آ - پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتون کی عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہون یہان تک کہ موت آئی اور ہلاکت ندامت پیش آئی - قال ابن کثیر - قولہ کالذی استہوتہ الشیاطین - یہ شیاطین غول بیابانی ہین کہ آدمی کو اسکے نام واسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہین اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت مین ڈالدیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھاجاتے ہین بقدر راہ ابن جریر عن ابن عباس نحوہ قولہ اصحاب یدعونه الی الهدی - تقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہین سنتا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ مین ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آجاتا لہذا فرمایا - قل ان هدی اللّٰه هو الهدی - ای الاسلام ہو الہدی وما عداہ ضلال - کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہے اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے - وامرنا لنسلم اے امرنا بان نسلم - ہم حکم کئے گئے ہین کہ ہم سب اسلام لاوین و توحید وانقیاد کرین - لرب العٰلمین رب العالمین کیلیے - وان اقیموا عطف بر لنسلم بتاویل مذکورہ ہے اے وامرنا بان اقیموا الصلوٰة اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو واتقوه واتقوا اللہ تعالیٰ - اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہے خبردار ہو کہ سب اسی کا حکم ہے - وهو الذی الیه تحشرون - یجمعون یوم القیامة للحساب - وہی ہے کہ جس کی طرف محشور ہوگے یعنی حساب کے لیے قیامت کے روز جمع کئے جاؤگے پس اسکی شان مین عصیان بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہو - وهو الذی خلق السمٰوٰت والارض بالحق - اور اسی نے آسمانون وزمین کو پیدا کردیا درحالیکہ حق ہے یعنی انکی پیدائش بیہودہ وباطل نہین - ویوم یقول کن فیکون - اور بیان کردے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شئ کے واسطے فرمادیگا

Marfat.com

کہ ہو جا پس وہ چیز اسی طرح شخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہو اور یہ قیامت کا دن مراد ہو کہ اس روز مخلوق مردہ آدمی وغیرہ سے کہے گا کہ کھڑے ہو جاؤ پس سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور دو قول ہیں ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہے اور دوم آنکہ یہ سمجھانے کے واسطے ہو ورنہ ازل میں پیدائش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ وقدرت کی مثال ہے کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہو جاتا ہے۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یعنی قول حق وصدق واقع لامحالۃ۔ اسکا قول حق ہو خواہ مخواہ واقع ہونیوالا ہو پس قیامت میں حشر وبعث ونشر ضرور ہے تم مت انکار کرو اور کیونکر ایسے مالک خالق ذو الجلال والاکرام کے حکم سے انکار کرتے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اور نعمتیں دیں ملک وسلطنت دی اور سب اسی کا ہو اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو ولیکن وہ حلم و حکمت الٰہی اپنی قدرت میں مسخر کیا ہوا تم کو امتحان میں چھوڑ رکھا ہو کہ اپنی ملک و بادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کتنے دن آخر نیست ونابود ہو گے اور یہ ظاہری پردہ بھی اٹھ جائے گا۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ اور اسی کا ملک و بادشاہت آنکھوں سے نظر آویگی جس دن پھونکا جائیگا صور میں اور صور بہ معنی قرن ہے جسکو سنکھ کہتے ہیں اور مراد اس نفخہ سے تین نفخوں میں سے دوسرا نفخہ ہو اور اسرافیل یہ صور پھونکیں گے پس اسدن ظاہر ہو گا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کس کا ملک و بادشاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی واحد القہار کا ہو اور کسی کا نظر بھی نہیں آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنی دنیا میں خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم ہو گا کہ ملک ثابت ہو واسطے اللہ تعالیٰ ہی کے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ایسا اللہ تعالیٰ جو عالم ہے اس چیز کا جو نظروں سے غائب ہو اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھوں میں مشاہدہ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ یعنی پیدا کرنے میں حکمت والا ہے اور ہر چیز کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہو۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابو داؤد و ترمذی ونسائی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن ابی حبان والحاکم وبیہقی و عبد بن حمید وابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو میں آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرنے میں ہو کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے فرمایا کہ قرن ہو جسمیں نفخ کیا جائے گا۔ قال المترجم احادیث اس باب میں بہت ہیں اور اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہو کہ قیامت میں صور پھونکا جائے گا۔ طبرانی کی روایت حدیث صور میں ہو کہ پھر ابوہریرہ رضی نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہو فرمایا کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہو کہ اسمیں سکے ایک ذرہ کی بڑائی اسقدر ہو کہ آسمانوں و زمین کی چوڑائی اسمیں سما جاوے۔ اسمیں اسرافیل یعنی جو اسپر منہ رکھے ہوئے منتظر حکم الٰہی ہیں تین نفخہ پھونکیں گے پہلا نفخہ فزع ہو اور دوم نفخہ صعق ہو اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے کا ہے اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم فرما دیگا کہ پھونک پس وہ پھونکیگا اور یہ اول مرتبہ ہو پس آسمانوں و زمین والے فزع میں ہو جاوینگے سوائے اس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے اور حکم دیگا پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان میں فتور نہیں کریگا۔ یہ مانند قول اللہ عز وجل وما ینظر ہؤلاء الا صیحۃ واحدۃ مالہا من فواق) پس اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو چلا دیگا اور وہ بادل کی رفتار چلیں گے پس سراب ہو جاوینگے پھر زمین اپنے لوگوں کو لیکر ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہو جاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر میں پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑیں پہونچیں کہ وہ ادھر ادھر اپنی سواریوں کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہے جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکوں سے گھومتی ہو۔ اور یہ وہی ہے جسکی نسبت قرآن میں فرمایا۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ الآیات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے اور مراضع کو ذہول ہو جائے گا یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائے گی یا دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا والاول اولے۔

Marfat.com

اور پیٹ والیان پیٹ ڈال جائینگی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار میں پہونچیں گے پس ملائکہ کر
ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹا دینگے اور لوگ بنی آدم کے الٹے بھاگیں گے لیکن حکم الٰہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہیں اور آپس
میں لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال میں ہونگے کہ ناگہان زمین
ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہو جائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھیں گے کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا
کرب و ہول سماویگا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھیں گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر
جاوینگے اور سورج و چاند میں گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون میں سے کسی کو ان باتون سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہؓ
نے کہا کہ یارسول اللہ قولہ تعالیٰ یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ میں اللہ تعالیٰ نے کن لوگون
کو مستثنیٰ کر لیا ہے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے اور فزع ان ہی لوگون کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہیں اور شہید
لوگ تو اللہ عزوجل کے یہان زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرمادیا ہے اور یہ فزع
تو عذاب الٰہی ہے جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایہاالناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم یوم
ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وماہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس
بلا میں پڑے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو نفخۂ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو
پھونکیگا پس آسمانون و زمین والے مصعوق ہو جاوینگے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے ان کے جو مرکر
زندہ ہوئے اور حدیث میں آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو استثنا کیا اور اموات صعق کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ
اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہو جاوینگے تو ملک الموت آکر حضرت باری تعالیٰ سے عرض کریگا کہ آسمانون و زمینون کے سب لوگ
و چیزیں سب گئیں سوائے اسکے جسکو تو نے چاہا ہے او تعالیٰ جو خوب جانتا ہے فرمادیگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو
نہیں مریگا اور عرش کے اٹھانیوالے اور جبرئیل و میکائیل باقی رہے ہیں پس عرش بتقدیر الٰہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل و میکائیل
بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو۔ کہ میں نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت میں ہے موت لکھدی ہے پھر جبرئیل و میکائیل مرجاوینگے
پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار وہ دونون مرگئے پھر اللہ تعالیٰ جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا
کہ تو پاک الحی الذی لایموت باقی رہا اور تیرے عرش اٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاوین اور عرش کو حکم کریگا وہ اسرافیل سے
صور لے لیگا پھر فرمادیگا کہ کون باقی رہا اور وہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات
کو زوال نہیں ہے اور میں رہا ہون پس وہ فرمادیگا کہ تو میری مخلوق میں سے ایک بندہ ہے میں نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب
تو مرجا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی
آخر میں ہے تو آسمانون و زمینون کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ اُن کو ملفوف کریگا پھر فرمادیگا کہ
لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرمایگا۔ کوئی جواب نہ دیگا خود فرمادیگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض
والسموات مطویات الخ۔ پھر دونون کو بچھادیگا اور بسط کریگا پھر اُن کو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہے کہ ان میں نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا
پھر مخلوق کو ایک زجر فرمادیگا تو وہ ان آسمان و زمین تبدیل شدہ میں ویسی ہی ہو جائے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

Marfat.com

جاوید تھے وہ اوپر ہو جائے گی پھر اوتعالیٰ زیر عرش سے اپنے پانی برسائے گا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برسادیگا یہان تک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر جسمون کو حکم کریگا پھر وہ بقل و طراثیث کی طرح اوگین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہون وہ زندہ ہو جاوین گے اور حکم آلٰہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منھ کو لگادیگا۔ پھر اوتعالیٰ کے حکم سے جبریل و میکائیل زندہ ہونگے پھر اوتعالیٰ ارواح کو بلاویگا پس وہ لائی جاوینگی ان مین سے مومنون کی روحین نور سے چھائی ہونگی اور کافرون کی روحین سیاہی مین لتھڑی ہون گی ان سب کو لیکر صور مین ڈالدیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمین سے روحین مانند شہد کی مکھیون کے نکلین گی اور آسمان و زمین کے درمیان بھر جائین گی پھر فرمادیگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے جسم مین جاوے پس روحین زمین مین داخل ہو کر نتھنون مین گھسین گی اور اجسام مین دوان ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے مین زہر پھیلتا ہے پھر تم سب لوگون کے اوپر سے زمین شق ہوگی اور مین سب سے اول ہون جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہین گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام مین کھڑے ہون گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہے کھڑے رہین گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ روئین گے یہانتک کہ آنسو منقطع ہو جائین گے۔ پھر خون روئین گے اور پسینے مین تر ہون گے یہان تک کہ گردن یا ٹھوڑی تک پہونچیگا اور کہین گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم مین فیصلہ فرمادے۔ کہین گے کہ سوائے تمھارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمین پھونکی اور سامنے کلام کیا پس آدم پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ مین کچھ بول نہین سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی ان پر انکار کریگا۔ یہان تک کہ میرے پاس آوینگے پس مین فحص کی طرف جاؤنگا اور سجدہ مین گر پڑونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ فحص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی پڑا رہونگا یہانتک کہ اوتعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر اُٹھادیگا اور اوتعالیٰ فرمادیگا کہ محمدؐ ہے عرض کرونگا کہ ہان اے پروردگار فرمادیگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ اوتعالیٰ سب کچھ دانا تر ہے۔ مین عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق مین میری سفارش قبول فرما کر انمین فیصلہ کردے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہے مین آکر تم مین فیصلہ کرونگا۔ مین لوٹ کر لوگون کے ساتھ کھڑا ہونگا پھر ہم کھڑے ہون گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنین گے۔ پھر آسمان اولے کے سیندر اُترینگے جس قدر جن و انس زمین مین ہین جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین انکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاوینگے ہم اُنسے کہین گے کہ کیا تم مین ہمارا پروردگار ہے وہ کہین گے کہ نہین پھر اتنے کو نہ اور اُترینگے یہانتک کہ رب العزت بادہ ابر مین مع ملائکہ کے نزول فرمادیگا اور اُسدن عرش کو آٹھ اُٹھانے والے لئے ہون گے اور آج کے روز وہ چار ہین ان کے قدم زمین زیرین کے جڑ پر ہین اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہین اور عرش اُنکے کاندھون پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان ذی العرش والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولایموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ والروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق ولایموت۔ پھر اوتعالیٰ اپنی زمین مین اپنی کرسی جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المترجم یعنی کرسی آلٰہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر مین فیصلہ والون کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتعالیٰ نے
تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ تمھارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالیٰ
کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اوتعالیٰ جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی
پھر فرمادیگا کہ الم اعہد الیکم یابنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہٰذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا
تعقلون ہٰذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اللہ تعالیٰ لوگون کو الگ فرمادیگا نیکوکار
وبدکار جدا ہو جاوینگے اور امتین گھٹنون کے بل بیٹھین گی۔ اوتعالیٰ فرماتا ہے وتریٰ کل امۃ جاثیۃ۔ ہر امت اپنی کتاب کی طرف
بلائی جائیگی۔ پھر اوتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن وانسان کے فیصلہ فرمادیگا حتی کہ وحوش کے درمیان وبہائم مین
فیصلہ فرمادیگا حتی کہ سینگدار چوپائے سے بے سینگ والے کا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اللہ تعالیٰ فرمادیگا تم سب خاک ہو جاؤ
پس یہ دیکھکر کافر کہین گے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پھر اوتعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ
خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکین گے اور جو راہ شیطان کفر وضلال مین قاتل یا مقتول ہوئے وہ خوار
ہون گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے
مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہان الگ کر سکتا ہے
اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ امور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دیگا جسکو سب مخلوق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے
معبود کو لیکر دوزخ مین جائے۔ یہی فرمایا۔ لوکان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہین گے سوائے مومنون کے جنمین
منافق شامل ہونگے۔ تب آ دیگا اللہ تعالیٰ جس شان سے چاہیگا اور فرمادیگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے
معبودون سے جا ملو تو کہین گے کہ واللہ ہم تو سوائے اللہ وحدہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پوجتے تھے ہم نہین جاوینگے پس اوتعالیٰ ان پر کشف
ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرمادیگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اوتعالیٰ ان کا پروردگار عزوجل ہے پس سجدہ مین اس کے سامنے
گر پڑینگے لیکن منافق لوگ ونہی گدی کے بل گر پڑینگے اور اوتعالیٰ ان کے پیٹھون کو مثل سیاہی لگے بقر کے مانند کردیگا پھر اوتعالیٰ ان کو
سر اٹھانے کا حکم دیگا پس سر اٹھاوینگے۔ اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اس پر کلالیب وخطاطیف
اور سعدان کے سے کانٹے ہون گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکنے یا ہوا چلنے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے
کسی نجات پا جاوے بسلامتی رہیگی۔ ورکسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے چھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک
پہونچے تو کہین گے کہ کون ہمارے لئے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور انکے انکار کرنے کا ذکر
کرکے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لئے پروردگار کے پاس زمین شفاعتین مین مین جاکر
جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواؤنگا تو حیاک اللہ ومرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار
پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اوتعالیٰ مجھے اپنی حمد وتمجید سے ایسی چیز تعلیم فرمادیگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی
ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اٹھایا تو اوتعالیٰ فرمادیگا کہ تیرا
کیا حال ہے۔ حالانکہ اوتعالیٰ جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اہل جنت کے بارے مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

Marfat.com

حکم ہوگا کہ مین نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ تم دنیا مین اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہین پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن کو پہچانین گے پس ہر مرد ان مین سے بہتر ایسی جورؤن کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالی ایجاد کردیگا اور دو عورتین اولاد آدم علیہ السلام سے ہون گی جن کو ان بہتر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونون نے دنیا مین اللہ تعالی کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ مین جاوین گے تو ان مین بہت سی وہ مخلوق بھی پڑجائیگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت مین ڈالا بعض کو ان کے قدمون تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک حتی کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالی نے آگ پر حرام کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ مین ہین حکم ہوگا کہ نکال لو تو جنکو تم پہچانو پس نکالے جاوین گے یہان تک کہ ایسا کوئی نہین رہیگا پھر اللہ تعالی شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی و شہید نہ رہے گا مگر آنکی شفاعت کریگا۔ الی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور۔ پھر طبرانی رحمہ نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہی اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث مین مذکور ہین اور اسکے بعض الفاظ مین نکارت ہو اسکو اسمعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ نے منفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ مین اختلاف ہو چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کردی ہو مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہو اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث مین تامل ہو ولیکن منجملہ ضعفاء مین اسکی حدیث لکھی جاوے قال ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسنادین جو کثیرہ مختلفہ ہین مین نے ان کو ایک علیحدہ جزو مین جمع کیا ہو لیکن اسکا سیاق غریب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق مین بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا گیا اور مین نے اپنے استاد شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ سے سُنا کہ مین نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمین اُسنے اس حدیث کے بعض باتون کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہو۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ مین بعد ایراد اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث مین بعض باتین تو صحاح کی روایت مین خود ظاہر ہین اور بعض باتون سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہو کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہین اور متفرق احادیث مین جو مضامین ثابت ہین ان مین سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی راے ہو اگر غلطی کی تو اللہ تعالی اسکو عفو کرے۔ والکلام فی المتفردات یاتی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالی ف۔ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالی کی ہدایت امر غیبی ہو اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہو جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہین اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ حاصل ہونے کا طریقہ ہو اور یہ طریقہ اسکے انھین بندون کو ملتا ہو جو معرفت والے ہین اور کمعرفت والا وہ ہو جو قضاء پر راضی ہو اور بلا پر صبر کرے اور جو اللہ تعالی کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ اُمرنا لنسلم لرب العالمین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور مجاری قضاء پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا حکم دیا اور اسمین سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ وان اقیموا الصلوۃ واتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہو کہ عبودیت مین ربوبیت کا ظہور ہوا و حالت

خدمت مین مشاہدہ کا چاند نظر آوے لقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ۔ تقوی مقام پر یہ ہی کر نماز مین اوتعالی سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام ہیبت واجلال ومناجات ہی اس سے پرہیز کرو کہ تمھارے دل پر سوائے اوتعالی کے اور کچھ خطور کرے پس اوتعالی کے مشاہدہ سے محروم رہوگے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الٰہی کے ساتھ محفوظ رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالی کیساتھ حد ادب پر نگاہ رکھنے از انجملہ یہ کہ اول تو سوائے اوتعالی کے کچھ خطرہ نہ آوے۔ قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ ہر گاہ اوتعالی نے عدم سے وجود مین اس تمام خلقت کو جو ہو یا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کیواسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف مین سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور اُن کے درمیانی نور سے تمام حوادث کا ظہور ہوتا ہی بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہے پس مراد ازلی بھی سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی مین ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمین سے خلل پذیر نہین ہوتا۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہی کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی از ازل تا ابد ہی کبھی اسکی انتہا نہین ہی اور نہ کبھی تغیر وفنا ہی حسینؒ نے کہا کہ وہ حق ہی اور جو کچھ حق سے ظاہر ہوئے وہ لا محالہ حق ہوگا یعنی صحیح وصادق واقعی ہوگا باطل و دروغ نہین ہوسکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عزوجل سے صادر ہے —

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتون کو خدا مین دیکھتا ہون تو اور تیری قوم

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

صریح بھکی ہوئی اور ایسے ہی دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اسپر رات کو

رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہین آتے چھپنے والے

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر

لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ

نہ راہ دے مجکو رب میرا تو بیشک مین رہون بھکے لوگون مین پھر جب دیکھا سورج

بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

چمکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو بولا اے قوم مین بیزار ہون ان سے جنکو تم

تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

شریک کرتے ہو مین نے اپنا منھ کیا اسکی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور مین نہین شریک کرنیوالا

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ - یاد کرو اذ قال ابراہیم لابیہ الذی لقبہ آزر واسمہ تارح۔ یعنی بیان کر بطور نصیحت
کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر میں حائے مہملہ ہے چنانچہ قاموس میں
بھی باب الحاء المہملہ میں مذکور ہے اور بعض نے بخاء معجمہ ضبط کیا۔ وضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام
کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم وکذا فیما اسندہ عن عکرمۃ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام ہے اور ابراہیم
کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور حلوکہ باندی کا نام ہاجرہ تھا۔ قال ابن کثیر وہکذا قال غیر واحد
من علماء النسب۔ مجاہد وسدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام
غالب ہوگیا ہو فقال ابن جریر۔ شاید اس کے دو نام ہوں آزر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہے کہ اسکے باپ کا
نام آزر تھا قال ابن کثیر۔ یہ قول جید قوی ہے قال المترجم مفسرؒ نے شاید تاریخ و نسب بیان کرنے والوں کی جماعت
پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہے اور تارح نام ہے اور حق وہی ہے جو ابن جریرؒ نے کہا جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اسکی تجویدکی ہے
اور شاید علم بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاری سے سنا ہوا مروی ہوا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج میں لایا کہ امام بخاری
رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں کہا کہ ابراہیم بیٹے ہیں آزر کے جسکا نام توریت میں تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے
یعقوب و اسرائیل دونوں حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحمہ نے افراد میں روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے اور آزر کے چہرہ پر قترت و غبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اسمیں
مصرح کر دیا کہ آزر ان کا باپ تھا۔ قال ابن کثیرؒ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان
صدیقا نبیا اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا الآیات۔ اور اسمیں ہے کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک سأستغفر
لک ربی الآیۃ۔ اور فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ الآیۃ۔ اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا کہ قیامت کے
روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملیں گے پس آزر ان سے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز میں کچھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراہیم علیہ السلام
عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ روز بعث تجھکو خفیف نہ کرونگا اور اس سے بڑھکے کیا خواری ہے کہ میرا باپ
دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھیں گے تو نظر آویگا کہ ایک بدبخ ملتطخ ہے پس اسکے چار دن پاؤں پکڑ کر
آگ میں پھینکدیا جائیگا۔ قال المترجم پس صحیح و صواب یہ ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ
اہل تاریخ و نسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہے کیونکہ توریت میں تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہے اور بعد آیات
و احادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہیں ہے کہ آزر نام ہونے میں کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا صحیح ہے اور یہی ثابت ہے اور اصلی نام تارح نہیں
اور کہا کہ وہ کوئی نام گالون کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ میں ہے پھر کثر انکی لوگ جہاں یہ موجود تھا وہاں والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان
میں ستارے معبود آلہ ہیں اور زمین میں بت ہیں پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اُس ستارے سے تقرب چاہتے تو
اُس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے کی یہاں سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن پر انکار کیا اور اُن کے
فساد پر تنبیہ کر کے کہا۔ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً - تعبدہا۔ یعنی الٰہ بناتا ہے بایں معنی کہ ان کی عبادت کرتا ہے اور یہ استفہام توبیخی ہے بطور
ملامت کے اور اسمیں حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی - إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ - یعنی بسبب

مسئلہ کی تحقیق آزر ۱۲

بتون کے معبود بنانے کے تجکو اور تیری قوم کو مین حق سے کھلا دور بھٹکا دیکھتا ہون اور مینی آنکہ یقین جانتا ہون اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا
جسکو دکھینا فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ ای کما اریناہ اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لیستدل بہا علی
وحدانیتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ وباپ کی قوم کی گمراہی دکھلا دی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم کو ملک سموات الارض
تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے دلی معرفت
سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔
سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور
جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمین خوض کرتے ہین وہ بڑے کام مین پڑے ہین بلکہ طریقہ تفکر درحقیقت ہدایت آلہی ہے۔ وَلِيَكُوْنَ
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ
وکذلک نری سے یہانتک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین وتصدیق مین حد کمال کو پہونچے ہوئے
تھے اور باپ وقوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتلاتے تھے بس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نہ مانے تو دو
ہرا حجہ آگے فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ۔ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو۔ رَاٰ كَوْكَبًا ایک روشن ستارہ دیکھا۔ قال فی المدارک
جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک مین کہا کہ یا مشتری تھا اور مترجم کہتا ہو کہ یہ قول بے دلیل
ہین اور بہت بعید ہین کیونکہ ظہور زہرہ ومشتری کا بہت خفی ہوتا ہو اور اس تعیین سے کوئی غرض متعلق نہین صرف اتنا بیان چاہیے کہ
ایک ستارہ دیکھا۔ قَالَ لقومہ وکانوا نجامین۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہان سے تفسیر
فرمائی کہ خود اپنے آپ نہین کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی بریء مما تشرکون۔ بالجملہ خود یقین پر تھے اپنی
قوم کو الزام دینے اور قائل کر کے توحید کی راہ سوجھانے کو قوم سے کہا کہ هٰذَا رَبِّيْ یعنی تم لوگون کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار
یہ ستارہ ہو۔ فَلَمَّآ اَفَلَ جب غروب ہو گیا وغائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ تو فرمایا کہ مین غروب ہو جانے والون کو نہین
دوست رکھتا ہون کہ ان کو معبود بنالون کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہین روا ہو کیونکہ تغیر و
انتقال تو حادث کی شان سے ہو۔ اسمین اشارہ ہو کہ تم لوگون نے اپنی پسند وخواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود
بنائے ہین کیونکہ عقل نہین روا رکھتی کہ متغیر ومنتقل ہونیوالا معبود وآلہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگون مین کچھ کام نہ کیا اور آزر
وقوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر ان کو تنبیہ فرمائی۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ قوم سے کہا کہ یہ
میرا رب ہو یعنی تمھارے اعتقاد کے موافق۔ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت
نہین خواہ اول مین یا حالت ثبات مین چنانچہ مجکو ہدایت فرمائی ہو اگر اسپر مجکو ثابت نہ رکھے لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔ تو
مین بھی گمراہ قوم مین سے ہو جاؤن۔ اسمین قوم پر تعریض فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر ہو ہوش مین آؤ اور اللہ پروردگار حق عز وجل کو ہدایت
مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا۔ اس لفظ ہذا سے اشارہ ہو شمس کی طرف اور وہ اگرچہ
مؤنث سماعی ہو لیکن یہان خبر کی رعایت بھی ہو کہ خبر اسکی مذکر ہے اے ہذا المرئی رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب
ہے یہ سب سے بڑا ہو یعنی انتہا کر دی کہ کوکب کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال تھا اب نجوم وستارون مین سے ایک یہی آفتاب ہے

Marfat.com

بڑا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہوگئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا آبے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں
بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک ہے کہ تو پھر کیا پوچھتا ہے تو کہا۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ قصدت بعبادتی۔ میں نے اپنی عبادت
کرنے سے مقصود رکھا۔ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ
حَنِیْفًا۔ مائلا الی الدین القیم۔ درحالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَمَآ اَنَا
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے قال المترجم شیخ امام الحافظ العمادؒ نے لکھا
کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے
علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر
توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریرؒ نے خود اختیار کیا ہے بدین دلیل کہ کہا۔ لئن لم یھدنی ربی لاکونن الآیۃ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا
یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اسوقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جسمیں ان کی والدہ بخوف نمرود بن
کنعان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا
جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہوگا پس اس خوف سے ان کی والدہ بروقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر
وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے یہ بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیم کی غذا ان کی انگلیوں سے
دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے بیان چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسے اور
مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المترجم مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے
بڑھتے اور نشوونما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ
نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں
استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ و فی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی
قولہ ہذا ربی یعنی اہذا ربی۔ کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فائن مت فھم الخالدون یعنی افھم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ
قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص
نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہوگئے۔
یہانتک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں
نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور
کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہوگئے۔ قال واصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔
مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلالؒ نے اختیار کیا۔ و قال الحافظ۔ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ
کرتے تھے تاکہ ان پر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

Marfat.com

بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہی خطا و غلطی پر ہو اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطا کار غلطی پر ہو۔ قال المترجم سورۂ قصص مین انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب ان پرستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ ستارون کی پرستش اور ان مین الوہیت کا گمان کرنا محض غلط ہو بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق نہین یہ تو حکم الٰہی عزوجل کے تحت مین مسخر ہے کہ جس طرح حکم ہے برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کرسکتا جیسے اور اجرام سماویہ روشنی والے ہین پھر اس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برأت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض والنجوم وکل شئی کی طرف عبادت کے لئے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر کرنیوالے ہودین حالانکہ ابراہیم کے حق مین اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد اتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ ماہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوتے ہین چنانچہ آیات و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے پس سب خلق کے حق مین ایسا ہی تو ابراہیم تو آسمین اولیٰ ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلاشک و بلا ریب اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہی کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس لانا ضرور ہو اور اگر بالفرض ابراہیمؑ اس مقام پہ ناظر ہون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہی کہ اراءۃ ایک تو بطور بیان کے بدون نمائش ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کہلاتی ہو اور دوم ہدایت الٰہی ہی بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی پس اوتعالیٰ نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالیٰ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ قال ابن کثیرؒ ابن جریر وغیرہ نے عطاء و سعید بن جبیر و سدی و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے حکایت کیا کہ آسمان انکی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتیٰ کہ جو کچھ آسمین ہی سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہونچی اور ساتون زمینین بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر ان پر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ مین تجھ سے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیرؒ محتمل ہی کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معائنہ اسکو دیکھا اور احتمال ہی کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت رب تبارک وتعالیٰ کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت لا ادری فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شئی الحدیث۔ میرا رب میرے خواب مین آیا باحسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد ملاء اعلیٰ کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا مجھے دریافت نہین ہی پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لئے ہر چیز کھل گئی الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ ہکذا ذکرہ الحافظ اور یہ تجلی صوری کے اقسام مین سے ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہی پس نسخہ صحیحہ ترمذی یون ہی کہ ہذا حدیث حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہی ف فی العرائس قولہ۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ جیسے

Marfat.com

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل مین خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان و زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات ارض
سے جو انوار ذات وصفات ظاہر ہین وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تا کہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت مین راسخ و مستقیم تھا
پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تا کہ بواسطہ ملک و ملکوت کے مقام یقین مین ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والون مین سے ہو جاوے
قال المترجم یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت
رکھین اور واصلین مین ہون۔ فارس رح نے کہا کہ یہ ابتدا اعلام غیوب ہے کہ نفس مین سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہین رہتا اور مشائخ
کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونون قول جمع ہوگئے باین طور کہ حضرت ابراہیم
نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہے
اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلا دے اور
اپنے واسطے اسمین سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کرے فلیتامل۔ بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تا کہ انکی
طرف رجوع نہ ہون اور ان سے خالق کی طرف جاوین اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے
بیزار ہوگئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذلک نری فرمایا اور یون نہ فرمایا کہ کذلک
رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت الٰہی ہے۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ
اللیل رای کوکبا۔ منجملہ امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادث مین مشغول نہ ہون پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل
علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکون کے زعم مین یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور
مقام خلت مین پہونچا پس جب معدن ذات سے نور صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر مین دیکھکر فعل مین صفت کا مشاہدہ کیا
اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس وہ درخلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق مین پہونچا اور زیادت طلبی کا رجحان ہوا
پس نور ذات کا صفات مین اور صفات کا افعال خاصہ مین ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفاء وقت حاصل ہوئی تو سورج سے
مشاہدہ جلال قدم پا کر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آکر اسکو دیدار قدم مین وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا
کہ وسائط تمام عظمت قدم مین غائب و غروب ہین اور ظہور قدم بتجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام
وسائط سے بیزار ہوگئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الآفلین۔ یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب
و نیست و ساقط ہونے والے کو نہین چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے۔ کہا کہ لئن لم یہدنی
ربی لاکونن من القوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگون مین سے ہو جو خاص صفات کے دیدار سے مقام التباس مین پڑے رہے۔ قال المترجم قمر کے
دیدار سے بیزاری کرنے مین کہا کہ لئن لم یہدنی ربی۔ اسمین اشارہ ہے کہ معرفت رب تبارک تعالیٰ اجاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق
مین وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچاتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہوئے پر دیدار وسائط
سے بیزار ہون اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض۔ یعنی مین اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہون جسکے انوار فعل سے ہر وسیلہ
کا ظہور ہے چنانچہ کہا۔ حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین جو شرک کرتے
ہین کہ وسائط پر نظر رکھتے ہین بلکہ مین اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہون کہ اسی سے میری بقا ہے۔ اور واسطی رح نے کہا

Marfat.com

کہ قولہ لئن لم یہدنی یعنی اگر مجکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ مین جو مین نے ظہور وکشف افعال خاص مقام الفنا میں
مین دیکھا تو مین بھٹک جاؤنگا اور ان لوگون مین سے ہوجاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہین۔ قولہ انی بری مما تشرکون
بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے مین شرک کرنیوالون سے بری ہون کیونکہ سوائے او تعالیٰ کے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف
دلیل نہین ہو قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہو اور یہی تحقیق ہو ولیکن اہل نظر پر الزام ہو کہ ہمارے نزدیک معرفت ظاہر ہے پس توحید
اُن پر لازم ہو ولیکن یقین ہو کہ ہدایت بدون او تعالیٰ سبحانہ کے ناممکن ہو اگرچہ افلاطون کیون نہ دلیل لادے چنانچہ آخر افلاطون وارسطو
سب کے سب کافر رہے۔ فافہم۔ قولہ ما انا من المشرکین۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہوسکتا ہے اور ہدایت کرنا
اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص
اس سے کینہ وملال کرے تو مشرک ہو اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہو وقد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ
العباد بن العباد الخواصی الشامی کما رواہ عنہ الداری جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی۔ یعنی قلب کو مین نے اپنے خالق کا مطیع
کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے
یہ مخلوق ہو وہ خوب ہی قادر ہو کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہین ہین۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم
علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام الفاقہ جسمین بزبان دعا کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ۔ دوم مقام نعمت
جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ۔ اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان
یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ۔ چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی بری مما تشرکون۔ پنجم مقام معرفت جسمین بزبان
انبساط کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ ششم مقام ہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل نے جسوقت آگ
مین پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپکو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمایئے تو کہا اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہین ہو۔ پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر نہ تھے بلکہ قوم پر حجت لانے ومناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تعالیٰ

وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَآجُّوٓنِّى فِى ٱللَّهِ وَقَدْ هَدَىٰنِ ۚ وَلَآ أَخَافُ
اور اس سے جھگڑی اسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھکو سوجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں

مَا تُشْرِكُونَ بِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَشَآءَ رَبِّى شَيْـًٔا ۗ وَسِعَ رَبِّى كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۗ
ان سے جو شریک ٹھہراتے ہو اسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کی علم سب چیز کو

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم
کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو اور میں کیونکر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا ۚ فَأَىُّ ٱلْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِٱلْأَمْنِ ۖ
اللہ کے ساتھ جس پر نہیں اتاری اس نے تم کو کچھ سند اب دونوں فرقوں میں کس کو چاہیے خاطر جمع ہو

وقف لازم — إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ
اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر انھیں کو ہے

۹ ع ۱۵

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى

خاطرجمع اور وہی ہیں راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اسکی

قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ

قوم سے مقابل درجے بلند کرتے ہیں جسکو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۔ محاجہ۔ یہاں یعنی جھگڑا وجہالت کی باتیں کرنا، ورنہ یہ معنی نہیں کہ ایسی دلیل لانا جس سے دوسرے مقابل پر حق ظاہر ہو جاوے کیونکہ مشرکون کے پاس ایسی دلیل کہاں تھی اور شاید کہ طرفین سے محاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو محاجت فرمایا اگر مفسرؒ نے معنی اول پر اکتفا کر کے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید میں جھگڑا کیا اور دھمکایا کہ اگر بت چھوڑیگا تو وہ ہمارے معبود تجکو برائی پہونچاوینگے۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ ۔ بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالی کی وحدانیت میں۔ وَقَدْ هَدٰىنِ والحال انہ قد ہدانی الیہا۔ حالانکہ اللہ تعالی نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک قراءۃ میں تحاجونی کے نون کو تشدید ہے باین طور کہ نون رفع اور نون وقایہ کا ادغام کر دیا اور ایک قراءۃ میں تخفیف نون ہے باین طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نحویون کے نزدیک نون رفع حذف ہوا اور فراء رحمہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون رفع مع بقاء نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون رفع بدون ناصب و جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہیں۔ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ ضمیر بہ راجع بموصول ہے اور مراد اس سے بت ہیں یعنی جن بتون سے تم شرک کرتے ہو میں اُن سے خوف نہیں کرتا) کہ مجھے کوئی برائی پہونچائیں گے کیونکہ بتون کو کچھ قدرت نہیں ہے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ پہونچے گی پس استثناء بمعنی لکن ہے۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اے وسع علمہ کل شی۔ ہر شئے کو میرے رب کا علم وسیع ہے۔ علماً تمیز ہے جو فاعل سے محول کر کے تمیز کرائی گئی ہے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا تم نصیحت نہیں سمجھتے کہ ایمان لاؤ۔ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ ۔ میں کیونکر ایسی چیز سے خوف کروں جس سے تم نے شرک کیا اللہ تعالی کے ساتھ ف حالانکہ نہ اس سے ضرر پہونچنا ممکن اور نہ نفع وَلَا تَخَافُوْنَ انتم من اللہ تعالی۔ حالانکہ نہیں ڈرتے تم لوگ اللہ تعالی سے اس بات میں کہ۔ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۔ اے لم ینزل بعبادتہ حجۃ وبرہانا۔ نہیں نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت و برہان۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے میں اللہ تعالی سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۔ پھر دونوں فریق میں سے کون امن نجات کا حقدار ہے۔ ف ہم کہ تم یعنی ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ میں بعضے علماء بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور بعضے علماء قائل ہیں کہ نہیں جائز ہے پس احتیاط والون نے کہا کہ اگر جواز کا قول حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل معجزات سنے اور اردو میں کتابیں دیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالی و احادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت ہے بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلی و اولی ہے واللہ الموفق۔ بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنانے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید الہی سے ڈرنیوالے۔ کون مستحق امن ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہیں توحید کرنیوالے اور شرک سے بیزار ہونیوالے پس تم

Marfat.com

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ۔ اَلم یخلطوا ایمانھم بظلم۔ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے نہیں ملایا تو انھیں کے واسطے امن ہے۔ اور حدیث بخاری و مسلم میں آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانیوالا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہیں تو وہ مشرک ہو گیا پس اسلام و توحید یہ ہے کہ خلط کرے وقد قال تعالیٰ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ اور جو شرک نہیں کرتے یہاں ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہیں ہوئے تو۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ اُن کیلئے امن ہے یعنی عذاب سے امن ہے کہ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہدایت پائے ہوئے ہیں اور ظلم کی تفسیر شرک سے کما فی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت کثیر تابعین رحمہم اللہ سے بھی تفسیر مروی ہے پس زمخشری نے جو کشاف میں اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہے کہ ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زمخشری کا ظلم باطل ہے درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بےخبر اپنے اعتزال کی بیماری میں گرفتار رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہاں گناہ ہے اور شرک مراد نہیں کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونوں کا اجتماع لازم آتا ہے حالانکہ دونوں ضدین جمع نہیں ہوتے ہیں جواب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ بریں یہ اعتراض درحقیقت خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہے کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہیں ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہیں ہوتے ہیں کیونکہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہے پس مرتکب کبیرہ گناہ کا تمھارے نزدیک مومن نہ ہوگا پھر تم یہاں گناہ سے کیونکر تفسیر کر سکتے ہو۔ وَتِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ۔ اسمیں تلک مبتدا ہے اور وہ مبدل ہو کر حجتنا بدل سے ملکر مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہے۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کواکب کے غروب و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کر دی اور مبتدا مذکور کی خبر آیندہ ہے۔ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ ؕ اے ارشدنا ہ حجتہ علی قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہے ہم نے ابراہیم کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ ہم جسکو چاہتے ہیں مراتب میں بلند کرتے ہیں (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں ف۔ درجات کو اکثر قرائے کے قرات میں اضافت ہے ای درجاتِ مَن۔ بدون تنوین کے اور کوفیوں کی قرات میں درجات کو تنوین ہے۔ اور وہ تمیز واقع ہے اور من مفعول ہے اور بنابر قراۃ اول کے درجات مفعول ہے۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت الٰہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں اور جسکا نہیں چاہتے نہیں بلند کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اسپر کچھ بھی واجب نہیں جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جو بات بہتر ہو بندے کیواسطے وہ واجب ہے حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے پس ابراہیم کو یہ تمام فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور اُن کی قوم کے سب کے سب مشرک ہے ان کو یہ ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت الٰہی میں بھی مشیت نہی اسیواسطے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ یعنی تیرا پروردگار ہر کام میں حکمت والا دانا ہے ف۔ فی العرائس قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم۔ یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے استدلال کر کے نہیں پہچانا اور مقام مشاہدہ میں درجہ عبودیت سے تجاوز نہیں کیا اور احکام ربوبیت میں پڑکر اسکے حسن و تجلی سے انانیت کا دم نہیں مارا۔ کیونکہ عارف جب مشاہدہ میں مقام عبودیت میں ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین میں ہے اور یہ انتہار درجہ معرفت ہے

Marfat.com

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا آلہ الا اللہ کی توحید مین انا العبد مین بندہ مخلوق ہون مطیع رہے قال المترجم لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے مین یہ مقام آسان نہین ہے جسکو اللہ تعالی دیوے اور یہی بھید ہے کہ قیامت مین جب ظہور عظمت وجلال کے ساتھ حضرت عیسی ؑ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگون سے کہدیا کہ مجکو اور میری مان کو معبود بنالو تو وہ کانپتے ہوے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور او تعالی کی حمد وثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر وتلوین مین کوئی چوک زبان سے بیخبری مین نکلے اور اللہ تعالی جل جلالہ علیم وخبیر ہے حالانکہ اُن سے ایسی خطا نہین ہوئی ہے۔ قال الشیخ اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت مین پڑگیا تو وہ سکر وتلوین مین رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک نہین پہونچتا جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بیخودی مین نکالا اگرچہ معذور ہین ولیکن یہ ظلم ہے اور ظلم یہی ہے کہ کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ مین اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالی توحید ومعرفت خاصہ سے نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر وتلوین کی نہین پہونچتی کما قال تعالی اولئک لہم الامن وہم مہتدون یعنی اُسی کے ساتھ اُسکی طرف ہدایت پائے ہوے ہین اور نیز آیت مین اشارہ ایسے بندون کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت مین جہان کی کسی چیز کی طرف رجوع نہین کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ مازاغ البصر وماطغی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب مین کسی غیر کی طرف ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہ ہو وہ حقائق توحید مین مشرک ہے پس جو اس طرح مشرک نہ ہوا یہ اس کی تعریف ہے کہ اولئک لہم الامن۔ کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہین اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیت مین پڑا ہوا اپنے نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالی کو وصف قدم وبقا وقہر وجبروت سے پہچانتا ہے قال اللہ تعالی لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون جب اس نے اللہ تعالی سبحانہ کو بوصف محبت وعشق وشوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عزوجل سے متصف ہوا تو اول امن سے پاتا ہے کیونکہ صفت قدم مین خوف وامید کا نشان نہین ہے وہان تو جنت قرب ووصل ہے اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی تجلیون سے بالکل امن مین اور جب تک متصف بصفات آلہی ہین مہتدون ہین اگرچہ پوشیدہ مکر کے رقائق سے اللہ عزوجل کے مناقشہ سے چشم پوشی کئے ہوے ہون۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالی ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اسمین داخل ہے کہ کسی دکھ ومصیبت وخوشی وناخوشی مین ان کی نظر سوائے اللہ تعالی کے کسی اور پر نہین پڑی۔ اولئک لہم الامن۔ ہر طرح کی کفایت ان کی او تعالی جل جلالہ کی عنایت وتقدیر پر ہے وہم مہتدون۔ انکا رجوع ہر حال مین اللہ تعالی ہی کی طرف ہے پس وہ راہ پائے ہوے ہین بھٹکے نہین ہین۔ قال الاستاد رح یعنی جو لوگ اللہ تعالی کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہین رجوع ہوئے قولہ تعالی نرفع درجت من نشاء۔ درجات چند چیزین ہین معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت کے کرامات اور یہ سب خود ہی او تعالی کی طرف راہ ہین پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہوکر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہان کچھ درجات جنت وغیرہ نہین بلکہ وہان شان معرفت کے درجات ہین یہان عارفین وموحدین کے لئے ازل وابد مین سیر ہے جس کی انتہا نہین بلکہ وہان انتہا دلاانتہا کسی کو دخل نہین قال اشارہ ہے کہ مریدین مین سے ہم جس کے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین پس اسکو واصل کرتے اور وصول مین ان درجات سے سیر عرفان ہے اور نیز درجات مین عشق ومحبت وشوق کے درجہ ہین اور نیز درجات مین صفاء سر باطن وصحت نیت ہے اور نیز اخلاق پاکیزہ ہین اور بعض نے کہا کہ پرتو علم آلہی وفہم حکمت از و تعالی ہے۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حلیف ہوئے۔ اللہ تعالی نے

Marfat.com

اعلیٰ درجات علم و حکمت دیئے اور مزید بران یہ کہ اولاد صالح دی۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ

اور اس کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سے پہلے اور اسکی اولاد میں

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ ذٰلِكَ

اور بھائیوں میں اور ان کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

اللہ کی ہدایت ہے اسپر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں ان سے منکر وہ لوگ تھے

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل ان کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اسپر کچھ مزدوری

ع ۱۰ ۱۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۙ

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحق اور یعقوب یعنی پسر اسحاق کو۔ پس یعقوب علیہ السلام پوتے حضرت ابراہیم کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہی جو کرم و فضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیر نے یہاں قصہ بشارت مطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جس کا خلاصہ یہ ہی کہ ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام قوم عزیزوں قریبوں کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا و دین میں انکو بزرگ و نیک نام کیا اور عجیب قدرت و کھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی امید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکر یہ کیا اور عجیب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے

یعقوب کی بھی اُسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں بیٹا و پوتا ہوے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا
او تعالیٰ نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ یہ نہایت اکمل بشارت ہو کہ نبوت و کتاب کو انھیں کی اولاد میں کردیا اور یہی حضرت
نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا وابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ درحکم
ذریت نوح علیہ السلام ہیں پس نوح کی تمام ذریات میں سے نبوت و کتاب حضرت ابراہیمؑ و ان کی ذریات میں مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام
حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا ۔ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیمؑ کے پس
نوح کی ذریت میں نبوت و کتاب ہونا حضرت ابراہیمؑ کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گروہ خاص میں مراد تھا۔ ایسا سبط
علماء نے مرجع ضمیر دونوں طرف جائز سمجھا فی قولہ ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ ۔ یعنی ذریت نوح سے بسبب آنکہ مرجع قریب ہی مذکور ہیں اور بعض نے
حضرت ابراہیمؑ کو مرجع قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہو کہ جو انبیاء مابعد مذکور ہیں مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ ہیں یعنی ۔ دَاوُدَ
وَسُلَيْمَانَ ۔ اور یہ دونوں نبوت و بادشاہت کے جامع تھے ۔ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ ۔ یعنی یوسف بن یعقوب ۔ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ
وَكَذَٰلِكَ ۔ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۔ اور جیسے ہم نے ان خالص بندوں کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندوں کو
بدلا دیتے ہیں ۔ قال ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داؤد ۔ اسمین ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوحؑ ہر دو مرجع میں سے
نوح ہی اقرب مذکور ہیں تو یہ ظاہر ہے اور اسمین کچھ اشکال بھی نہیں اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیمؑ کی طرف راجع ہو
کیونکہ سیاق کلام انھیں کی شان میں ہو تو بہتر ہے ۔ لیکن یہ اشکال ہو کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہیں اور لوط بن ہاران بن آزر ۔ یعنی ابراہیمؑ
کے بھتیجے ہیں اُن کو ذریت میں شمار کیا اور جواب یہ ہو سکتا ہو کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمعیل کو یعقوب کے آباء میں شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک
والٰہ آبائک ابراہیم واسمعیل واسحاق الآیۃ ۔ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہو ۔ وَزَكَرِيَّا ۔ اور اسکا بیٹا يَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا
وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۔ ای کل واحد منہم من الصالحین ۔ ہر ایک انمیں سے صالحین بندوں سے ہو ۔ واضح ہو کہ یہاں ان
انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہیں بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اسمین بحث
کرنا بیفائدہ ہو پس داؤد بن ایشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہیں اور معالم میں جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا
حلیہ پست قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیوں کا بہتان محض غلط ہو بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام
نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام
ہیں ۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب ۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا
بن ادن بن برکیا ۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکاً
نام رکھا تھا اور محمد بن کعبؒ نے کہا کہ ماموں اور چچا بھی والد کے حکم میں ہو چنانچہ لوط کو ذریۃ ابراہیمؑ میں شمار کیا اور عیسیٰؑ کو ذریت میں شمار کیا
حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ماں کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے عبدالملک بن عمیر سے روایت ہو کہ یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ حجاج
ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے نہ تھے تو یحییٰ
بن یعمرؒ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا ۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ ۔ یحییٰ نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی
پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے نسب سے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے ہیں تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

Marfat.com

رواه ابو الشیخ والحاکم والبیهقی وقد رواه ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہین کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسنؓ وحسینؓ دونون آنحضرت صلعم کی ذریت ہین اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہو حالانکہ مین نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہین نہ پایا تو یحییٰ نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہین پڑھی ثم ذکر نحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰ کے ذریہ مین شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیون کی اولاد کو بھی شامل ہو۔ قال الحافظ۔ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کیواسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یون کہا کہ مین نے یہ گاؤن مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلئے وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت مین دخترون کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ وقفت علی بنی۔ وقف کیا مین نے اپنے بیٹون پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتون کو شامل ہوگا اور ناتیون کو شامل نہ ہوگا اور دیگر علمائنے کہا کہ ناتیون کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید۔ یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث ملہا فی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجاز ہے یعنی ذریت و اولاد کے۔ قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف مین تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق الیاس مین اختلاف ہو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادریس ہین اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن ستابن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہین یعنی حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون کی اولاد مین سے ہین اور یہی صحیح ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الیاس کو نوح کی ذریات مین گنا اور تاریخ نسب بیان کرنیوالے کہتے ہین کہ ادریس حضرت نوحؑ کے اجداد مین سے ہین۔ ضحاک رح نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمٰعیل ہین اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع بن نون کے پوتون مین سے ہین۔ اور واضح ہو کہ ان بندون کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام واحسان قرار دیا کیونکہ بیٹون کی شرافت وبزرگی اپنے باپ دادون سے ملتی ہے۔ وَاِسْمٰعِیْلَ ابن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے مؤخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور موہبت الٰہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت مین مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ وَالْیَسَعَ مفسر رح نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہین اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہین اور یہ غلط ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہین۔ وَیُوْنُسَ بن متی۔ حدیث صحیح مین آپنے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ وَلُوْطًا ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیم کے ماتحت نبی تھے اور ان کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا۔ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ اور ان مین سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ آپس مین ان مین سے کون کس سے افضل ہو۔ اور اہل فقہ وعلم اسمین کلام نہین کرتے ہان دلائل شرعی جبکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین لہذا آپکی افضلیت کو جمہور نے کہا ہو اور جو اسمین اختلاف کرتے ہین اُن کا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہین ہو۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہو کلا پر یا نوحا پر اور من بیان تبعیض کے واسطے ہو یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیون مین سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہین ہوسکتا کہ کل باپ دادے وجملہ ذریات وبرادر مراد ہون کہ ان مین سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد مین بعض کافر زند ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا۔ المعنی۔ اور اُن کے آباء و ذریات

Marfat.com

وبرادرون سے ف۔ ہم نے فضیلت دی۔ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ اختر ناہم۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور
برگزیدہ کرلیا۔ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف۔ اسی مقام سے خاص بشر کو
خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والون نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالیٰ
کے سب کو شامل ہی۔ وقال المترجم اس مسئلہ مین گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہی کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے
حالانکہ اس گفتگو مین ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہین اور برعکس بس عقائد مین جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہی
واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذٰلِكَ الدین الذی ہدوا الیہ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہی جس کی ان کو ہدایت لگئی تھی اور مترجم
کے نزدیک اولیٰ یہ ہی کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا۔ کما جاوے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہی اس کی
طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین واعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہی اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام
کو شامل تھی بس یہی کہنا چاہیئے کہ المعنی۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا ہُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یہ ہدایت
الٰہی ہی اس سے جسکو اپنے بندون مین سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام
پر تھا وہ محض اپنی مشیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندون کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کرین اور راہ سنت پر مستقیم رہین
اور باطل وشرک سے بچین بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص
جہان کمال مطیع تھے وہان سب سے پہلے شرک سے بچے تھے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ
اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط ونیست ہو جاتا ف۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہان تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ
لوگ کہین کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے حبط اور نیست ہو جاتا پس شرک کو مکرر باز کر دیتا ہی قال الحافظ۔ اسمین شرک
کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہی جیسے فرمایا۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک
الآیۃ۔ یعنی اے محمد تجکو اور تجھ سے پہلے والون سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً تیرے عمل نیست ہو جاوینگے۔
پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہی اور شرط اس بات کو نہین مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہی بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا
جائز نہین بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو مین پہلا عبادت
کنندہ ہوتا۔ ھ۔ اور فرمایا۔ لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بنا دین تو ہم اپنے یہان
بنا لیتے۔ ھ۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق ما یشاء الآیۃ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بنا دے تو جو کچھ مخلوق فرماتا
ہے اسمین سے جو چاہے چھانٹ لے۔ ھ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہین محال ہی۔ قال المترجم پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا مین یہ جائز
نہین کہ شرک ان بندون سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالیٰ عزوجل نے تقدیر ازل مین ان کو برگزیدہ پاک اعمال کر دیا تھا۔ لہذا مفسر
سیوطی رح نے بالفرض کے معنی بیان کیے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہین ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہین پس یہ لفظ توضیح
کے واسطے ظاہر کر دیا ہے اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہی اسکے معنی یہ ہین کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع
داخل نہ ہوگا اور جو متردد الوقوع ہو یقینی نہ ہو اسپر حرف شک نہین داخل ہوگا مثلاً اذا حبلت الشمس اتیتک۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو مین تیرے
پاس آؤنگا۔ یہ غیر ممکن ہی کیونکہ یہان حرف ان لاؤ اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتیتک۔ اگر سورج غروب ہوگا آخر یہ شک غلط ہی

بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیئے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جس پر داخل ہوا اسکا وقوع محل ہوتا ہو تو وہ غلط سمجھا | اُولٰٓئِكَ الموصوفون المذکورون۔ یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے ہیں یہی ہیں کہ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کو ہم نے دی ہو کتاب ف یعنی آسمانی کتابیں عطا فرمائی ہیں خواہ باین طور کہ ان پر نازل ہوئی یا ان کے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت آلہیہ۔ وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت ف۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب وحکمت ونبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی ماہیت بیان کی اُس نے خطا کی ہاں لوازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا۔ اے بہذہ الثلثۃ۔ پھر اگر کفر کریں اس سے یعنی انھیں تینوں باتوں کتاب وحکم ونبوت سے اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی۔ ورجحہ الشیخ الحافظ۔ یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں هٰٓؤُلَآءِ اہل مکہ۔ کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وسعید بن المسیب والضحاک وقتادہ والسدی وغیر واحد رحمہم اللہ تعالی۔ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا ارصدنا لہا یعنی توکیل بمعنی ارصاد ہو المعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ ایمان لانے کیلئے۔ قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ایسی قوم کو جو کبھی اس کے منکر نہیں ہیں اور بکافرین پر باء زائدہ ہو بغرض مزید تاکید ہے قال المفسر یہ قوم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اسی کے مانند ابن عباس سے مروی ہو اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لئے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لئے اور یہ بعید ہو اور حق یہ ہو کہ جیسے کفر انکار کرنیوالے اہل مکہ تھے مگر یہ انکار کرنیوالا انہیں میں شامل تھا اسیطرح ایمان لانیوالے اولاً تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور جو اس طرح ایمان لاویں ایمیں شامل ہو اور ان کی تعیین علم آلہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا۔ قال الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم و یہود و نصاری نے انکار کیا تو ہم نے اسپر ایمان لانیوالی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اسپر ایمان لاویگی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں سے منکروں کا کفر مقدر کیا اور ایک قوم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک اسمیں ان کے پیرو ہیں اسطرح کہ اسمیں سے ایک حرف سے بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات آلہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ اے ہداہم اللہ تعالی۔ یہی ہیں جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی ہے۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اے بطریقہم من التوحید والصبر اقتدہ پس تو بھی ان کے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایذا پر صبر کرنے میں اقتدا کر ف۔ یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔ رواہ البخاری والنسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ خصائل عمدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقوی و احسن ہیں اور اس مقام پر جملہ خصائل ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدا ہوگی اور اولی یہ کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہونچایا اسمیں اقتدا کرنیکا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہ ہوں اس امر سے کہ مشرکین نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے ہیں و دیگر امور میں بالخصوص صبر بر ایذائے کفار میں اقتدا کریں بمانند قولہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل یعنی جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر۔ اور اقتدار کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں موافقت چاہنا۔ پھر اقتدہ۔ ہاء سکتہ ہو پس وقف میں یہ ہاء آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو باین طور کہ وصل کو وقف کے بجائے جاری کیا اور حمزہ و کسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہو اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہو نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہے اور

اور راجح بجانب مصدر ہی یعنی اقتدہ بمعنی اقتدا الاقتدار ہے - قُلْ لاہل مکہ - کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ - اے علی القرآن - نہین مانگتا مین تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض - اَجْرًا - ان تعطونہ - کچھ اجرت جسکو تم لوگ دیدو - بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالی عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو - اِنْ هُوَ - ما ہذا القرآن نہین ہی یہ قرآن - اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ - مگر نصیحت واسطے عالمین کے - یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آیندہ قیامت تک پیدا ہوجاوین اور اسمین دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق پر آپکی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہی اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہی اور دلیل یہی لفظ عالمین ہی جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جسمین سے ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم - فی العرائس قولہ اجتبینا ہم وہدینا ہم - اپنی معرفت کیواسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ مین یون ہے کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین اور بشریات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب ہو اور جنیدؒ نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑکر صرف او تعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی - قولہ تعالی اولئک الذین ہدی اللہ - او تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیائے سابقین کی اقتدا کرین کیونکہ اس مقام مین وسائط کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کرے چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الآیۃ - کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال المترجم علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص وحی نہین آئی اسمین آپکو انبیاء سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہوا اسپر ہم کو عمل کرنا چاہیئے ہی اور مترجم اس بحث کو پہلے ذکر کرچکا ہے فتذکر - قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہی چنانچہ او تعالی نے فرمایا - شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ - واسطیؒ نے اس آیت مین کہا کہ او تعالی نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب اُن سے ساقط کردی اور اُن کے اسرار باطنی مین اشارات حقائق کو بھر دیا - اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت پوری نہین ہوتی جب تک کہ پیشواؤن سے نہ لیوے اور اُن کی نظر کی برکتین حاصل نہ کرے - بھلا تو نہین دیکھتا کہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونون وزیرون سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا - اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر - یعنی تم لوگ اقتدا کرو دونون سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتین وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین پس ایسے ہی شخص کی اقتدا صحیح ہی جو پیشواؤن کے طریقہ پر ہو اور انکی برکتون نے اسمین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے - فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ
اور نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو جیسا پہچاننا چاہئے جب کہنے لگے نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کچھ چیز تو کہہ کس نے اتاری
الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ
وہ کتاب جو لایا موسیٰ روشن اور ہدایت لوگوں کی تم نے کیا اس کو ورق ورق
تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ
دکھلاتے ہو اور چھپاتے ہو بہت سا اور تم کو سکھلا دیا جو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے تو کہہ
اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
اللہ نے اتارا پھر چھوڑ دے ان کو اپنی بکواس میں کھیلا کریں اور یہ قرآن کتاب ہے کہ ہم نے اتاری
مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ
برکت کی سچا کرتی ہے اگلی کتابوں کو اور تاکہ تو ڈر سناوے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس
حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾
والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اس کو مانتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی جیسا اسکی عظمت کا حق ہے ف۔ کذا حکی عن ابن عباس رضی اور یا یعنی کہ نہیں پہچانا اللہ تعالیٰ کو حق اسکے پہچاننے کا۔ حاصل انکہ حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اتاری کیونکہ یہ تو ادنیٰ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندوں پر بہت ہے از انجملہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگوں نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔ اِذْ قَالُوْا۔ جبکہ کہا ان لوگوں نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے میں جھگڑتے تھے۔ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ مِنْ ادہ بغرض تاکید وشمول نفی ہے یعنی نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز۔ قال المفسر رح یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرتے ہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہود نے کہا کہ اے محمدؐ آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ سدیؒ نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہؒ سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ شاید ان یہودیوں نے عوام کو شک ڈالنے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت میں مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ میں تھے بالاتفاق سے مکہ میں گئے ہوں اور یہ سورۃ مکیہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ قولہ وما قدروا اللہ حق قدرہ یعنی نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ انہوں نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا۔ ابن عباس و مجاہد و عبد اللہ بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق میں ہے اور ابن جریرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کرکے کہا کہ اصح یہ ہے کہ قریش کے حق میں نزول ہوا کیونکہ یہ سورۃ و آیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کئے جانے سے منکر نہیں ہیں ہاں قریش و عرب اے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کما فی قولہ قالوا ابعث

اللہ بشرا رسولا الآیۃ ۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہان انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکون نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شیء ۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتین سب واقع ہو سکتی ہین اگرچہ سبب نزول مین رائے کو دخل نہین مگر توفیق یون ہو سکتی ہے کہ یہود کمبخت نے مکہ مین یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات مین بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے مین کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش تو اس بات مین یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا ۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی ۔ ان لوگون سے کہدے کہ کس نے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ ۔ ف یعنی توریت پھر کس نے اُتاری ۔ بہ مین بار تعدیہ اور ضمیر مفعول بہ ہے اور اسی سے حال ہے ۔ قولہ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگون کے لئے یعنی منور وہادی ہے ۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے مین اس کتاب سے روشنی لیجاتی تھی ۔ اور قریش پر یہ اسوجہ سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہین کر سکتا اور اگر نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہین کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت کر دیا اور قریش نے انھین جھوٹون وبہتان کرنے والون کی تصدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہو گیا ۔ یہودی اس سے کسی طرح انکار نہین کر سکتے ۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا ۔ بقولہ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ ۔ درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزاء متفرقہ بناتے ہو ۔ ابوعمر اور ابن کثیرؒ نے یجعلون بیاء تحتانیہ تینون جگہ پڑھا یعنی یجعلون اور یبدونہا اور یخفون ۔ سب بیاء تحتانیہ پڑھے ہین اور باقیون نے یجعلون وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہو گا جسکے فوائد مین سے یہ بھی ہے کہ بالمشافہ وخطاب مین جھوٹ بولنے سے شرم کرین اور قراطیس جمع قرطاس یعنی پارہ پارہ ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو قراطیس مین یا تقدیر کلام آنکہ یجعلونہ ذا قراطیس ۔ یعنی اسکو اصلی کتاب مین سے نقل کر کے قراطیس مین لاتے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہے وہ پوری ہو کہ تحریف کرین اور تبدیل کرین اور کچھ ظاہر کرین اور جو چاہین وہ چھپا ڈالین جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی ۔ اور یہ اُن لوگون کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہین اسی واسطے فرمایا تُبْدُوْنَهَا یعنی جو کچھ اسمین سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہین) وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (یا) وے لوگ اسمین سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ ۔ پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولیٰ ہے بقرینہ قولہ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ۔ ہے وعلمتم ایہا الیہود من القرآن مالم تعلموا انتم ولا آباؤکم من التوراۃ ۔ بیان ما التبس علیکم واختلفتم فیہ ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتین جنکو نہین جانا تم نے اور نہ تمھارے باپ دادون نے توریت مین سے بایں طور کہ قرآن مین بیان آ گیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہو گئی تھی اور تم اسمین باہم جھگڑتے تھے ۔ (السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی وپچھلی وہ خبرین وعلوم سکھلائے جو تم وتمھارے باپ کوئی نہین جانتے تھے ۔ لیکن پوشیدہ نہین کہ استفہام کے تحت مین یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اُتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم وتمھارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہون کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت واحسان کے ہے یہود پر

اور نعمت کی یاد دہانی ہو تاکہ جان بوجھکر جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین - پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار
کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کس نے توریت موسیٰ پر اُتاری تھی جوابدے لقولہ قُلِ اللّٰہُ اے اللہ تعالیٰ انزلہ - رواہ علی بن
ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُتارا - یعنی یہودی جھوٹے معترض شرمندہ ہو کر کیا جواب دینگے جواب
تو یہی ہو تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اُتارا پس جیسا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو منکرون و
یہودیون کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہے رد ہو گیا اسلئے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کیواسطے موجبہ جزئیہ
کافی ہے - ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ باطلہم - يَلْعَبُونَ - پھر اُن کو اُن کی جہالت و گمراہی اور بہتان و افتراء مین چھوڑدے
لہو و لعب کرین ف - یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت ہو انمین جاری ہو - اور یہ بیان مشیت ہو کہ صریح الزام ان پر
عائد ہین دیکھتے وجانتے ہین پھر ہدایت نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے یہ بعید ہو کہ پھر قرآن مجید کو
بیان فرمایا - وَهَٰذَا یہ قرآن كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ایسی کتاب ہو کہ ہم نے اسکو
اُتارا مبارک ہو اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتی ہو
وَلِتُنذِرَ دو قراءۃ ہین بتا خطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہو اور بیاء تحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہو اور یہ اپنے ماقبل پر
از راہ معنی کے عطف ہو اور حاصل آنکہ یہ قرآن ایک کتاب ہو کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت و اگلی کتابون کی تصدیق کے اور
واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈرسناوے - أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ام القری کو یعنی ام القری والون کو اور ان
لوگون کو جو اسکے گرد ہین - قتادہ ؒ نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتدائے خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے
مکہ کو ام القری کہتے ہین کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود یہین سے ہو اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہو - بالجملہ ام القری کے گرد والے
تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند مان کے ہو چنانچہ دوسری آیت مین ہے قل
یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الآیۃ - اور فرمایا - تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا - اور فرمایا - لانذرکم بہ
ومن بلغ الآیۃ - پس یہ وارد نہ ہوگا کہ قولہ لتنذر ام القری - سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہو - کیونکہ من حولہا کے
معنے عموم بعثت کے نسبت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفسر بعموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا سے مضافات مکہ مراد
ہون تاہم ایک خاص محل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین باین معنی کہ جسکو بواسطہ
آپکے بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہو ورنہ کافر مریگا - فافہم - وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ جو لوگ آخرت
کو حق جانتے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین ف - کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہے وہ ڈرسنانے پر متنبہ ہوتا
اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہے کیونکہ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہے اور لہو و لعب بیکار ہو اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار
آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین - وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت
رکھتے ہین ف یعنی عذاب الٰہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین - قال فی المدارک نماز کی خصوصیت باین معنی کہ وہ دین کا
ستون اور اصل اعمال ہو جسنے اسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہو کہ سب کو نگاہ رکھیگا قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام
بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے حضور مین عاجزی اور سر جھکانے

Marfat.com

کو خیال نہین رکھتے اور سورۂ الحمد مین جو دعا و مناجات ہی اسکو دل سے نہین مانگتے ہین اللہم وفقنا ایای والمسلمین جمیعا وانت ارحم الراحمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالی وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کنہ قدم کو پا دین
کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہی کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریا کو کوئی
کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین و
لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان
سے ممکن ہی حضرت باری تعالی کی درگاہ پاک ہی ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی ندارد ہے
سبحان اللہ تعالی وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہی وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہی اسکا ادراک کسی بندۂ مخلوق کی طاقت
نہین یعنی کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہے وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہی اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہی کہین
مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہی وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہی کہ زبانین جتنی بے انتہا تعریف کرین اسکی
پاک برتر شان مین تھوڑی سی تھوڑی ہے اس کی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہی۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
عارف کہلایا اور جس حال و بزرگی مین یہ بندہ پہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گرد
ہے وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم ویعلم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیواسطے گردن جھکا و سبحانک
اللہم آمنا بک بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ اوتعالی پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہے بس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الہی
ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا بعض نے کہا کہ اوتعالی کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الہی کے وارد ہونے پر ان کی روحین
پگھل جاتین اور فنا ہو جاتین قولہ قل اللہ ثم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت
مین ان کی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے لمعات
سے جان پر وارد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانے پس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو زبان ادائے
محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہی تم اللہ تعالی کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو اور جب وہ لوگ
تجھ سے پوچھین جو قہر الہی مین پڑکر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کہان سے ہی تو کہدے کہ مشیت الہی نے تم کو اسمین ڈالا ہے
اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہی اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہے پھر چھوڑدے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
جس دل مین اللہ تعالی کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہے۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ
مین داخل کی مترجم کی سمجھ مین تو جب شاید نہین آئی اور شاید قولہ علمتم ما لم تعلموا انتم ولا آباؤکم۔ کی تفسیر مین حضرت قتادہ رح سے مروی ہوا کہ یہ
مشرکون کیواسطے ہی اور حضرت مجاہد رح سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانون کے واسطے ہی پس یہی اشارہ ہی ان دونون گروہ اہل ایمان و ولایت
کے اور اہل قہر و ضلالت کے اسکے حکم مین شامل ہونے کا دو جہت سے واللہ تعالی اعلم۔ قال الشیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہ ہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہو جانا بندہ کے واسطے پردہ ہی اور نیز جب تبلیغ
رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے اوتعالی کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ غیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑدے

Marfat.com

تاکہ زبان باطنی موافق زبان ظاہر ہو بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کیواسطے بلکہ وہی ہو رہے۔ بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی ہیں تھا اور وہان کے حسب حال ادا کر اور زبان سے چھوڑ دے۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتے اور اللہ کہتے ہیں اسمین کیا بات ہے فرمایا کہ اسکا ضد کہان ہے جس کی نفی کرون پھر زیادہ کہا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہیں ہوتی پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہو جاؤن پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم پس وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے وارثون نے شبلی رح پر خون کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کے پاس لیگئے پس خلیفہ نے شبلی رح سے دعوے کا استفسار کیا تو شبلی رح نے کہا کہ ایک روح حقی کہ محبت میں سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا کیا قصور ہے پس خلیفہ نے حاجیون کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ قصور نہیں ہے قال المترجم کمال الیقین و کمال محبت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انہین کو حکم ہے کہ آلہہ باطلہ بناتے ہین اور جن کو یقین بڑھتا جاتا ہے وہ کافرون مشرکون پر تعجب کرتے ہین کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہیں پھر کس معبود کی نفی کرین یہان تو فقط ایک اللہ پاک معبود برحق ہے ہان اگر کوئی اور وہم خیال میں آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلی رح نے کہا کہ ضد کہان ہے جس کی نفی کرون حاصل آنکہ اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بد خلقی کا تصور ہو سکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھا یا جانور نہیں ہے تو بات اگرچہ سچی ہے ولیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافرون کے معبودون کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہیں سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار ہی کچھ نہیں ہے کیا اُن میں الوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے۔ فافہم۔ قولہ وہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیہ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہیں ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہیں کر سکتے ہین اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور تیری امت پر جو صادقین ہین کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہین اور یاد و ہیبت کے ساتھ اُسکو سمجھتے ہین جس سے دیدار صفات قدم کے خزانون تک پہونچتے ہین کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہین جنسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزائن صفات کی کنجی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اسمین نورانی عقل سے غور کرے نو الاہوا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور نیز مبارک ہے بایں معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جسمین اسرار قرب وصال ہین اور تشویق بحسن و جمال ہے اور تحذیر از ہجر و فراق ہے اسمین اہل نور و تقویٰ کے واسطے راز و نیاز کی باتین ہین اسمین عارفین کے لئے اشارات ہین اور موحدون کے لئے مفرحات ہین اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غدر سے دور ہین یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثنا و صفت مین سب اگلی کتابون سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صدور ہین اور یہ زیادہ جامع و کاشف مقامات ہے بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والون کے لئے۔ اور ایسی ہی تصدیق و عمل کرنے والون کے لئے اور ایسے ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والون کے لئے اور ایسے ہی حضور دل سے سمجھکر پڑھنے والون کے لئے۔ قال الاستاد حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ وجد و حال مین تسکین اور شفا اور درد ہجر و فنا رہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ

اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہین

شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ
آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں

فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ
موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ
آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ
اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا
پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ
دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ ع
ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

وَمَنْ أَظْلَمُ - اے لا احد اظلم - کوئی زیادہ ظالم نہیں - مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا - یا دعاء النبوۃ ولم یکن نبیا ایسے شخص سے جس نے بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر - باین طور کہ نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا - اَوْ قَالَ عطف خاص برعام ہے بنابر قول شیخ ابوحیان کے - یا کہا کہ - أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ - مجھے وحی الٰہی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے - عکرمہؓ سے ابن جریرؒ نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور معالم نے قتادہؒ سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے - وَمَنْ قَالَ اے ومن قال پس عطف ہے من افتریٰ پر یعنی اور کون اظلم ہے اسلیے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اس سے جس نے کہا - سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - کہ مجھ پر اُترنے والا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر اُتارا الخ اور یہ ان لوگوں نے بیباکی و حماقت سے کہا ذیا (مطلب اُنکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنالیں کما قال تعالیٰ واذا تتلیٰ علیہم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ہذا - اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبداللہ بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ ثم انشأناہ خلقا آخر - اسکو لکھوایا تو عبداللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یوں ہی نزول ہوا ہے اور یہ مکرقدم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ پر بھی اُن کے مثل وحی کی گئی جو آیا کرتی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے اُن کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہونچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا - قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبداللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا ہاں خبر غیب ہو سکتا ہے اور عموم کلام میں عبداللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُسکے مصداق وہی خوض کرنے والے

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰى یا محمد اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے غمرات جمع غمرہ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس رضہ غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہون گے ف ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کیواسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہون گے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ نکالوا پنی روحون کو ف۔ ہم اُن کو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہے روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان و انصار ہین۔ قال ابن کثیر رح باسطوا ایدیہم یعنی مارپیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو ترٰی اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوہہم وادبارہم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی وخواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اُسکی روح اُسکے جسم مین ڈری ہوئی دبکتی ہو اور نکلنا نہین چاہتی ہو پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت وخواری دیے جاؤ گے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر ف۔ یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کئے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب سے۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور اوتعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر جواب لو محذوف ہو بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا و کذا الرأیت امرا عظیما یعنی اگر تو دیکھا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہو کر بدحال ہون گے تو البتہ تجکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا یا بجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اُٹھائے جاوین گے تو اُن سے کہا جاویگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار و مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ لئے ہوئے یہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدانکہ فرادیً تنوین بنابر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور بالف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنابر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فردی جمع فرادی نہین بس اسم جمع ہو اور راغب رح نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ وہ حال واقع ہے۔ اے جیتونا منفرد ین الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ عکرمہ سے مروی ہوا کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑ آئے تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہون قال ابن کثیر رح یعنی جو نعمتین و مال تم نے دار دنیا مین جوڑ جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے پس اگر ایمان لاکر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر مین صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہان ملتا اب آخرکار چار و ناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح مین ہو کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ

Marfat.com

تیرا مال بھی ہے سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا - اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اوروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے - وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ - الاصنام - الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا - یعنی ملامت کرنے کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ میں لات عزی وغیرہ بتوں کو جو تمھارے زعم میں تمھارے شفیع تھے اب نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق میں یہ لوگ اللہ تعالی کے شریک ہیں - لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ - وصلکم - ٹکڑے ہو گیا وصل وصل میل تمھارا - یعنی تمھارا جتھا ٹوٹ گیا اور یہ بنا بر قرأۃ رفع کے ہے یعنی بینکم فاعل واقع ہے اور یہی اکثر قرار رحمہم اللہ کی قرأۃ ہے - بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج رح نے کہا کہ بین ایک لغت ہے جو وصل اور جدائی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے اور یہاں بمعنی اول ہے اور حفص و نافع وغیرہ کی قرأۃ میں بینکم منصب ہے یعنی تقطع ما بینکم اور یہی ابن مسعود رض کی قرأۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے - وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ - یعنی دنیا میں جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورا والعذاب و تقطعت بہم الاسباب لآیۃ - ف - فی العرائس قولہ تعالی و من اظلم ممن افتری لآیۃ - اسمیں اشارہ ہے کہ امر الہی میں ہر مفتری و جھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الہی کا دعوی کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں کو بہکاتا اور ناحق خراب و برباد کرتا ہے انجام کار خود دین و دنیا میں برباد ہو گا - بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الہی نہ ہو اسکو بیان کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے - سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہے - قولہ تعالے ولقد جئتمونا فرادی - اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت و جلال کے ظہور میں ہیچ و مضمحل ہیں جب بندوں پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھیں گے اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی سمجھیں گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہوں گے جیسے عدم سے نکلے - بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اوتعالی کی درگاہ میں رجوع لاوے - شیخ ابو حفص رح سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الہی میں جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے غنی کی درگاہ میں لیجاوے - قال تعالی لقد جئتمونا فرادی - یعنی اپنے اعمال و احوال و طاعات سب سے خالی آئے - قال الشیخ مجھے یہاں ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے در حالیکہ موحد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال میں عدم سے پیدا کر کے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تم نے الست بربکم کے جواب میں بلی سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ الی آخرہ میں اشارہ ہے کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہے اور اوتعالی نے قولہ و ترکتم ما خولناکم وراء ظہورکم سے سبقت ارادہ ازلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات

Marfat.com

الَّيۡلَ سَكَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۝

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب براندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ النُّجُوۡمَ لِتَهۡتَدُوۡا بِهَا فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَـرِّ وَ

اور اُسی نے بنا دیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

الۡبَحۡرِ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝

دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہین

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰى - یہان سے عجائب قدرت الٰہی کا بیان ہو اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہو اے چاک کر دینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہو۔ کما قال ابن جریرؒ اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گیہون وغیرہ کے اور نوی گٹھلی جیسے خرما کی گٹھلی ہوتی ہے یعنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالیٰ درخت اُگاتا ہو جسمین بالیان ہزار دانہ لاتی ہین اور گٹھلی سے درخت جمتا ہے جس کا سر ہوا مین بلند ہوتا اور ہری ہری پتیان و شاخین ہوتی ہین یہ اسی کی قدرت کاملہ ہو اور مشرک دکافر جن کو اپنا معبود بناتے ہین انہین سے کسی کو ایک پتی کی قدرت نہین ہو کہ پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ يُخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے ف۔ ہر دانہ و گٹھلی وحیوان و انسان کا نطفہ مردہ ہین اس سے زندہ نکالا اور یہان سے استیناس ہو کہ ہر درخت سبزہ و نباتات مین جان ہے وقد قال تعالیٰ فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الآیۃ۔ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ وَمُخۡرِجُ الۡمَيِّتِ مِنَ الۡحَـىِّ - زندہ سے مردہ نکالتا ہو ف۔ جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ و انڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے مین ذرہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہین مگر آنکہ آدمی ہو تو بت اندھا ہو۔ پھر اپنی توحید کی طرف بلایا۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یعنی جس کی قدرتون مین سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالیٰ ہے اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ - یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہین تم کہان منہ موڑے جاتے ہو اور مفسرؒ نے انّی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدرتین بیان فرمائین۔ بقولہ۔ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ - اصباح کو شق کرنے والا ہو ف۔ مفسرؒ نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہو جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہو۔ قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہو اور حاصل یہ کہ اوتعالیٰ اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہو چہرۂ شب سے کھولنے والا ہو پس جو وہم یہان وارد ہوتا تھا کہ مشقوق تو تاریکی حتی کہ صبح ظاہر ہوتی ہو اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہو یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ اوتعالیٰ شق فرمایا ہو صبح کے عمود کو جو عکس ہے دن کی روشنی سے دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہے۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح - وَجَعَلَ الَّيۡلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانیوالا ہے ف۔ سکن یون کہ اسمین تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون اور راحت حاصل کرتی ہو سکن محل سکون قال قتادہ اسمین ہر چوپایہ و پرند سکون لیتا ہے۔ قال ابن کثیرؒ صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ اوتعالیٰ نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اُڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۔ اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہے ف۔ واضح ہو کہ
شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنابر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہی کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہی یعنی بحسب المعنی مفعول ہی پس
اسی پر شمس و قمر کا عطف ہی اور حسبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہی یعنی یجریان بحسبان۔ پس با محذوف ہی
چنانچہ سورہ الرحمٰن میں ظاہر مذکور ہی اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہی کہ حسبانًا
یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں بحسبان مقدر بقانون معین کہ نہ تغیر ہے اور نہ اضطراب ہی
بلکہ ہر ایک کیواسطے منزلیں ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہی۔ کما فی قولہ وجعل
الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل ۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو
غالب ہی اپنی بادشاہت میں دانا ہی اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عز و جل ہی۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ ۔ جمع نجم
ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر یہان ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عز و جل نے تمہارے
لئے ستارے بنادیئے لِتَهْتَدُوْا بِهَا ۔ تاکہ راستہ تلاش کرلو ان نجوم کے ذریعہ سے فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔ یعنی اپنے
سفروں میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونوں کی طرف بسبب
ملابست کے ہی یا ظلمات سے مراد ان دونوں کے اندر راہوں کا اشتباہ ہی کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ
اکثر روئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہان ریگستان
و جنگل و پہاڑ ہیں ہمہ گز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاویں اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہوجاتے ہیں پس او تعالیٰ نے ستارے ثوابت
پیدا فرمائے جن سے خوب راہ ملجاتی ہی اور آنحضرت صلعم نے انھیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی
کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جس سے اقتدا کروگے اُسکے پیچھے راہ پر پہونچ
جاؤگے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدائش اسلئے نہیں کہ کافر و مشرک اُن کی پرستش کریں یا اُن کی طرف سے اپنے حق میں رزق
وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہی کہ راہ بھول جاویں تو راستہ کا پتہ لگاویں۔ قال ابن کثیر رح بعض سلف رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُسنے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ایک یہ
کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسمان کی زینت کیا ہی اور شیطانوں کیلئے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دریاؤں میں اُن کے پتے
سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں
راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو رد کو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کیواسطے اور شیاطین
کے رجم کیواسطے اور علامات کیلئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو۔ قتادہ رح سے اسی کے مانند مروی ہی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو۔ پھر اور باز رہو۔
رواہ ابن مردویہ والخطیب۔ امام غزالی رح سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرفتیں ہیں جو اہل علم کی شان ہی اور عوام
اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی اسنے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات
والارض میں شامل ہی اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہی اور حق یہ ہی کہ ان میں اس معنی

کرکے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم مین نظر کرنے سے۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب و حضرت ابوہریرہ سے مرفوعًا اسکے مثل انھین و لوزن انا مونن ومرہبی نے روایت کیا اور خطیب نے حضرت عائشہ رض سے مرفوعًا اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو رواہ الطبرانی والخطیب۔ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے جادو مین سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ بن ابی شیبہ و ابوداؤد و ابن مردویہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے مجمل معلوم ہوتا ہو کہ ستارون وغیرہ مین نظر کرنا روا ہی تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہو کہ تین اُمور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان مین نظر کرنا روا ہو۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندے وہ ہین جو نگاہ رکھین سورج و چاند کو اپنی نماز کے وقتون کیلئے رواہ الحاکم و صححہ۔ وعن بن ابی اوفی و ابی الدرداء و ابی ہریرۃ نحوہ رواہ ابن شاہین والطبرانی والخطیب و الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستارون کی بہت سی تاثیرات کتابون مین لکھی ہوئی جمع ہین اور وہ موافق ہوتی ہین تو جواب یہ ہو کہ تاثیر کے معنی مین کسی چیز مین اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہو کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز مین اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر مین جو اسباب نظر مخلوق مین رکھے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہو تو اب یہ غور ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہین اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہین تو انکا کیا اعتبار ہو اور کیونکر یہ یقین ہوا کہ آیندہ زمانہ مین یون ہی ہوگا خصوص جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جنتری مین چاند اُنتیس کا لکھا ہو اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ امسال ۱۳۰۷ہجری مین مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان مین خود تاثیر نہین دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے۔ سوم تاثیر کا حال معلوم نہین کہ اللہ تعالیٰ تاثیر دے یا نہ دے۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہو نجم چاند نکلنا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور جنین و حیوان جو نجومی بیان کرتے ہین صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی چیزین کھلی ظاہر ہین پھر مرد مسلمان مومن کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہین کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح مین صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق مین مذکور ہو چکی ہین اور دل یون مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالیٰ نے مقدر فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہین کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنی مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیون کیطرح رات دن حرکت مین یا ثابت ہین اور اسی کی یاد مین مصروف ہین اسی کے حکم مین مسخر و مجبور ہین وہ بھلا کیا کر سکتے ہین لہذا ایسے عمل کرو جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہین اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہو پس آخرت کا توشہ درست کرو جسکو قبر مین ساتھ لیجاؤ حدیث صحیح مین ہو کہ قبر یا تو جنت کیلئے ایک باغ ہو یا دوزخ کا ایک گڑھا ہو پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس ہدایت مانگو اور کفر و شرک و بد اعتقادیون سے بچو اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تم پر رحم فرماوے وہی ارحم الراحمین ہو والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ اے قد بینا الدلالات علی الوحدانیۃ والقدرۃ لقوم یتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر دلالات بیان کر دین ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت مین فکر کرتے ہین۔ یہ ایسا کھلا بیان ہو کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ

نے علم وہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت و جلال و توحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے مین اوندھے گھسے جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال ف۔ فی العرائس قولہ تعالی فالق الاصباح الآیۃ۔ صبح انوار شہود کو اہل ایمان و معرفت کیلئے منکشف فرمایا۔ ازانجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام واولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے اُن کے چہرون سے ظہور کرکے نیک بندون کو منور کردیا۔ قال المترجم حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجۂ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور پروانہ کی طرح اُن کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث و آثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت وہدایت پاتا ہے فتذکر۔ قولہ جاعل اللیل سکنا جنکو اُنس ہے وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور اوراد تعالی دامائر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہین۔ قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہے کہ جس نے تنہائی مین او تعالی کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے۔ یہ جوش محبت کی خبر ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب و سینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور کرنیوالا۔ قولہ تعالی وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیۃ۔ واضح ہو کہ عوام لوگ جسم و جسمانیات کے متعلق جو قوت ہے اُس کو عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری و باطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین ویسی ہی یہ عقل کچھ چیز نہین ہے بلکہ عقل اُن کے نزدیک جسکا نام ہے وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت و سنت اس سے فیض پاتا ہے پس اشارہ ہے کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین توضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہے کہ نفوس کی تاریکین مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات و انوار صفات کی راہ ملتی ہے اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی۔ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے رات کو سکن کردیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہو کر رضا و تسلیم کے ساتھ درجہ قرب و منزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ رضاء حق عز و جل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

اور اسی نے　بنا دیا تم کو　نکالا ایک جان سے　پھر کہین تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا　ہم نے کھول سنائے پتے

لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ

اُس قوم کو جو بوجھتے ہین　اور اسی نے اُتارا　آسمان سے　پانی　پھر نکالی ہمنے اس سے اُگنے والی　ہر

شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

چیز　پھر اسمین سے نکالا　سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے جڑے ہوئے　اور کھجور کے گابھے مین سے　گچھے

دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

لٹکتے ہین　اور باغ انگور کے　اور زیتون اور انار　آپس مین ملتے　اور　جدے

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے　اور اُسکا پکنا　ان چیزون مین سب پتے ہین　یقین لانے والون کو

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ خلقکم۔ تم کو پیدا کر دیا بعد از انکہ تم نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ کے علم مین تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالیٰ خالق پاک ہے جسکی عجائب قدرت پاک مین سے ہے کہ تم کو پیدا کر دیا۔ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے۔ اگر کہا جاوے کہ آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہین تو جواب آنکہ حوا بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ فَمُسْتَقَرٌّ بکسر قاف قراۃ ابوعمرو اور ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی بعض تم مین سے قرار پکڑ نیوالے ہین رحم مین۔ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ بفتح دال یعنی بعض دیگر تم مین سے اپنے باپون کی پشت مین ودیعت رکھے ہوئے ہین اور اس تفسیر کو عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن مین باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا۔ قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطاء الخراسانی اور نیز ابن مسعود رض و ایک گروہ علماء سے اس کے برعکس مروی ہوا یعنی مستقر تو پشت پدر مین اور مستودع رحم مادر مین۔ وفی الکمالین عبدالرزاق نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ مستقر تو دنیا مین اور مستودع آخرت مین۔ اور طبرانی نے ابن مسعود رض کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے۔ قال المحقق اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی یہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہے اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ونقر فی الارحام ما نشاء اور روایت عبدالرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہے قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت مین ہوگی کہ موافق قراۃ باقی قراء رحمہم اللہ کے مستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغہ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر وظرف دونون محتمل ہونے مین اتفاق ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ہم نے آیات کو مفصل کر دیا ایسی قوم کیلئے جو فقہ رکھتے ہین یعنی یفقہون ما یقال لہم۔ جو ان سے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہین۔ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ ما یعنی مینہ پہلے آسمان سے ابر مین اترتا ہے پھر ابر سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہین ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ موقع پر مذکور ہوگی یہان اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہر چند جاڑے وگرمیون وغیرہ مین بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم برسات مین ہوتی ہے اور کسی مینہ سے نہین ہوتی ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے پانی اتارا۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ اسمین غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالماء المطر نبات کل شئ ینبت۔ یعنی پھر ہم نے باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اگتی ہے اگایا۔ حاصل آنکہ کل شئ سے مراد اگنے والی ہر شئے ہے۔ رہا قولہ تعالیٰ وجعلنا من الماء کل شئ حی۔ مین بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر شئے جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جس طرح فرمایا ہے بلا تقیید وتاویل کے درست ہے ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور یہ تحقیق بھی انشاء اللہ تعالیٰ آویگی۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا۔ فاخرجنا من النبات شیئا خضرا۔ پھر ہم نے نبات مین سے ایک شئی سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر ہے۔ بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شئ۔ ہم نے پانی سے ہر شئے کی نبات نکالی یعنی آدمیون و ہر قسم کے جانورون وچرند وپرند وحشی وپالو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا۔ نکالتے ہین ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہون وغیرہ کی بالیان ہوتی ہین اور بجائے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدائش کی تصویر عقل مین آوے۔ سبحان اللہ تعالیٰ عجیب نادر صنعت ہے

جسمیں نادر حکمتیں ہیں ولیکن گویا آنکھیں دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں حالانکہ ہر وقت وہر بار ان کو معرفت زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ مبدل منہ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض ودونوں ملکر خبر مقدم ہوئی قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا موخر ہے۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع اول ما یخرج منہا فی اکمامہا یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ میں سے ہے اس کے اکمام میں۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو طلع پر ہوتا ہے قبل طلع وہ کفری ہے قبل اسکے کہ اغریض جاکر ہو اور اغریض کے اندر عذق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف کھل گیا تو عذق کہلاتا ہے اور اسی کو قنو کہتے ہیں جسکو ہندی میں گچھا و گودھ بولتے ہیں اور عذق خاص خرما کے گودھ کو کہتے ہیں اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو وصنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ جمار اور دانیہ اے بعض قریب ببعض یعنی آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندلیہ یعنی لٹکے ہوئے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جن کی گودھیں لدی ہوئی زمین پر چھٹی پڑتی ہیں اور ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودھ خوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ اسکا بوجھ نہیں سنبھال سکتی ہے۔ وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغوں کو انگور کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے حبوب اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونوں ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی درحالیکہ مشتبہ ہیں زیتون و رمان کے پتے اور نہیں متشابہ ہیں پھل دونوں کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالی کیونکہ زیتون و رمان کے پتے زیادہ مشتبہ ہوتے ہیں۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ۔ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اس کے ثمر کو جب اسمیں پھل آوین۔ الثمر بفتحتین احد ہے اور بضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتدائے حال پھل آنے میں دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہیں بدمزہ ہوتا ہے وَيَنْعِهٖ۔ والی ینعہ یعنی اسکی پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ یعنی ان فی ذلک اور اتصال خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم میں۔ لَاٰيٰتٍ یعنی دلالات ہیں او تعالی عز وجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتوں سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے وہ ضرور بدرجہ اولی بروز بعث وحشر کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ قوم مومنین کیلئے ہیں ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر وتدبر کا اشارہ فرمایا اور یہاں قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صنعت او تعالی عز وجل سے انتفاع انھیں لوگوں کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدرتہائے گوناگوں کے مشیت میں چونکہ کافر و مشرک مطرود ہوئے ہیں ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں کہ ان کو یہ نظر ہی نہیں آتا اور یہ خود چشم ایمانی میں عجیب قدرت نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالی یہ کہ آنکھوں والے موٹے تازے یہاں اندھے ہیں اللھم ثبت قلبی وقلوب المومنین علی دینک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت ہم کو ہبہ فرمائی ہے تو وہاب ہے ہم امیدوار ہیں کہ یہ موہبت عظمی ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہے ف۔ فی العرائس قولہ وہو الذی انشاکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق میں تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان ہو چکی ہے۔ سب کو جوہر فطرت سے

Marfat.com

پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشار وجود اسکے فعل خاص کا نور ہے اور نور فعل خاص کا منشار وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہے اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہے - قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کردیا اور لطائف خطاب میں سے اشارہ کیواسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس واحدۃ - ہے یعنی بظہور نفس واحدۃ ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہے پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہے اور مستودع اسکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہے یا بن جلوس کہ صفات میں تو بقاء دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات میں فناء وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہے کہ وہاں کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن و حوادث وہاں فانی ہیں اور یہی فنائے توحید ہے اور نیز مستقر جو آیت کریمہ میں مذکور ہے پس دلوں کا مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا کرامات ہیں اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے - ابن عطاؒ نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہیں جنہیں مستقر و مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت ہیں مکشوف عنہ ہے اور مکشوف حال معرفت ہیں مستقر علیہ ہے - قال المترجم معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہے اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد مقدر ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کرم و بخشش عطا ہوتی ہے پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہیں وہ دو قسم کے ہو جاتے ہیں اس جہت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا پس وہ مکشوف عنہ ہوا یہاں تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب وہ اسمیں مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا - ہکذا افہم واللہ اعلم - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسپر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کہ اس سے زائل ہے - واسطیؒ نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات تا ابد ہے اور مستودع اس کی طرف عود کر گیا جبکہ اس سے جدا ہو چکا ہو - محمد بن عیسیٰ ہاشمی نے کہا کہ ہر ایک وہ اپنی مخلوق کا عالم ہے جیسا کہ چاہا دیسا کیا جو اسکے کلام میں مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ میں لکھا پھر لوح کو مقادیر میں ودیعت رکھا جو اسمیں مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں جو تا رہا یہانتک کہ اسکو جہت شقاوت یا سعادت پر پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الۡجِنَّ وَخَلَقَہُمۡ وَخَرَقُوۡا لَہٗ بَنِیۡنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ سُبۡحٰنَہٗ

اور ٹھہراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اسنے اُن کو بنایا اور تراشتے ہیں اسکے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بن سمجھے وہ پاک ہے

ع ۱۲/۵ ۱۸ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ

اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو بتلاتے ہیں نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اسکو کہاں سے ہو بیٹا

وَّلَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ؕ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ ۚ وَہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۰۱﴾

اور اُس کو کوئی عورت نہیں اور اسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الۡجِنَّ - اور مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات ساجھی بنائے ف ۔۔۔۔ یہ وہ مشرکین کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب غریب اوپر مذکور ہوئے ہیں اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت میں

Marfat.com

پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہیں اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہے اور شرکاء مفعول اول ہے اور الجن اس سے بدل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنوں کو نہیں بلکہ فقط بتوں کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ جنوں ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت کا حکم دیا پس انھوں نے عبادت کرنا شروع کیا حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ مصرح مروی ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم الآیہ۔ حالانکہ مشرکوں نے عبادت کے استحقاق میں جنوں کے کہنے سے بتوں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ وَخَلَقَهُمْ۔ اے والحال انہ قد خلقہم فکیف یکون شرکاء۔ حال یہ کہ اوتعالیٰ نے جنوں کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہو سکتے ہیں۔ مشرکوں نے بتوں کی عبادت کی اور جنوں کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر میں ثابت ہوا کہ عالموں و درویشوں کا قول جو کچھ وہ خلاف و باطل کہتے اسکو اُن کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی اُنکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتوں کی عبادت کرنے میں مشرکوں نے جنوں کا قول مان کر ان کو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الٰہی ہیں اگرچہ مشرکوں نے اپنے ہاتھ سے گڑھے ہوں اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیئے جیسے مشرکوں نے جنوں کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہے اور عالم و درویش اگر اوتعالیٰ کا حکم بتادے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم موافق قرآن یا حدیث کے نہیں ہے تو فوراً ترک کر دے بالجملہ مشرکوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھوں نے جنوں کا حکم مان لیا بتوں کی عبادت میں اور شریک بنایا۔ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اکثروں کی قراءۃ میں خرقوا بتخفیف رائے مہملہ ہے اور معنی اسکے تراش لیا ان لوگوں نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا ان معنی ایک قراءۃ نافع رہ میں خرقوا بتشدید رائے مہملہ ہے یعنی کثرت سے ان کافروں نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیاں بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالیٰ کا اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستوں نے کہا کہ ملائکہ بیٹیاں ہیں المعنی اور مشرکوں نے اسکے لئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیاں تراشیں۔ سُبْحَانَهُ پاکی ہے اُس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ۔ اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے ہیں کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے یعنی بدون کسی نمونہ کے اُن چیزوں کو پیدا کرنیوالا ہے اس سے ان کافروں کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگوں نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہے اس بات سے کہ اوتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانوں و زمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہیں غور سے نہیں دیکھتے تاکہ اس وہم میں خوار و برباد نہ ہوں ایسے پاک خالق قادر مطلق ذو الجلال و الاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج کی باتیں کہاں ہو سکتی ہیں محال ہیں۔ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ۔ کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجۃ۔ یعنی کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہیں۔ اسمیں بھی کافروں کو ارشاد ہے کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰؑ کی پیدائش میں تو بیٹا سمجھے اور اللہ تعالیٰ عز و جل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیوں نہیں سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہے کہ بعضے کافر مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہیں حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتوں کے اللہ تعالیٰ کی لونڈی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی و شاکر ملکوں ملکوں فقیری و محتاجی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائی اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام الآیۃ - پس او تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے - وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور او تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرماتا ہے - وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے قال البیضاوی وغیرہ اس آیت مین کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا - اول آنکہ او تعالیٰ مبدع سموات وارض ہے اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہین جس جنس کا فرزند بتلاتے ہین کیونکہ یہ بھی مخلوق ہین پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہین اور ولادت سے مبرا ہین کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہین - ایک زمانہ دراز گذر الیس او تعالیٰ اُن کی بہ نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہیں ہے دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ او تعالیٰ جل جلالہ مجانست سے پاک ہے - سوم آنکہ او تعالیٰ کا کوئی کفو نہیں ہے اور جسکا فرزند ہوتا ہے فرزند اسکا کفو ہوتا ہے پس او تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہین ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز جو سوائے او تعالیٰ عز وجل کے ہے وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہین ہوسکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ او تعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اسکے سوائے کوئی ایسا نہین ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہے - فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمین ذرہ برابر بھی تفاوت نہین ہے پس کوئی چیز او تعالیٰ سے مشابہت نہین رکھتی ہر ایک کو او تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندون کی معاش و زندگانی کردیا - بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہے اور بعض نے کہا کہ او تعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہین جمال و کمال مین فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہین ہے -

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہین بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اُس پر ہر

شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہین پاسکتی آنکھین اور وہ پاسکتا ہے آنکھون کو اور بھید جانتا ہے خبردار

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ - یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہے - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین کوئی معبود آلہ مگر وہی - اگر کہا جاوے کہ مشرکون و کافرون نے اور چیزون کو مخلوقات مین سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جاہل بدتر عقل سے خارج لوگون نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُن کی عبادت کرنی شروع کی مگر انکے معبود بنانے سے یہ چیزین آلہ نہین ہوسکتی ہین کیونکہ آلہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم و خبیر جس پر کسی مخلوق کی کنہ و ماہیت کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہین اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہین جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدایش مین ظاہر و باہر ہو پس ایسا پاک پروردگار تو آلہ او رہی اللہ تعالیٰ وحدہ لہ لا شریک لہ ہے اور اسکے سوائے کوئی بھی آلہ نہین ہے اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عز وجل کے واسطے عبادت کا

Marfat.com

حق ہے اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہین رکھتا پس جب کافرون مشرکون نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر و شرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا۔ پس اوتعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین ان کو ڈالا تو عین انصاف ہے کیونکہ الٰہ معبود فقط خالق ہے۔ وہ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اے لوگو قبل موت کے ہوش مین آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فَاعْبُدُوْهُ وحدہ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ اے حفیظ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہین اور اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہے خود فرمایا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ نہین ادراک کرتی ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین۔ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہے۔ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اور وہ لطف و مہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی و شرک و کفر و عصیان بندون کے جسکو وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہے یہ صرف اسکا لطف ہے کہ ان کو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم ہوتا ہے تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی و رافضی و معتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہے کیونکہ اوتعالیٰ فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار۔ اور جماعت اہل سنت نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح و حق ہے اور جماعت صحابہ و تابعین و سلف صالحین و ائمہ علماء سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار الٰہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسمین تفصیل کیسا انشاء اللہ تعالیٰ آویگا یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہے کہ قولہ لاتدرکہ۔ جملہ نافیہ ہے اور نفی و محال مین فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہے جو ممکن ہی نہ ہو اور نفی کیواسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہے کہ کل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہے کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے والحمد للہ رب العالمین اور درجہ دوم آنکہ لاتدرکہ سے ادراک کی نفی ہے اور روئیت کے نفی نہین اور دونون مین فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور روئیت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ و حقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور روئیت فقط دیکھنا بس دیکھنا بدون ادراک احاطہ کے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کما فی قولہ تعالیٰ قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا۔ یعنی جب موسیٰ مع اسرائیل کے تیز روانہ ہو کر سمندر کے کنارے ہوپنچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب ہوپنچ گیا تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم ادراک کر لئے جاوینگے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہین۔ پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ صرح بھی ہے پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہے کہ اوتعالیٰ کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولایحیطون بہ علما پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد و علم مومنون کو موجود ہے وکما فی صحیح مسلم لا احصی ثناءً علیک الحدیث۔ یعنی احاطہ ثناء الٰہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثناء موجود ہے۔ قال سعید بن المسیب قولہ لاتدرکہ الابصار یعنی ابصار اسکو احاطہ نہین کرتے ہین۔ قال عطاء رح ابصار اسکو احاطہ کرنیسے عاجز ہین۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالیٰ کو احاطہ نہین کر سکتی۔ عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالیٰ نے لاتدرکہ الابصار فرمایا ہے تو کہا کہ اسے کیا تو آسمان کو

Marfat.com

نہین دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہین سکتا تو دیکھ سکتا ہو۔ وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہان مستعمل ہوا ہو تو بھی بدعتیون کا قول نہین بنتا ہو کیونکہ الابصار سے بالاتفاق بدعتیون کے نزدیک بھی جمیع البصار مراد ہین پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر اے لا یدرکہ کل بصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ جزئیہ ہو کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہین کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہین ہین اسکے منافی نہین کہ بعض انسان عالم ہین اسی طرح ہم نہین کہتے کہ قیامت مین سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہین اور کافرون کو نہ ہوگا چنانچہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب مین محروم رہین گے۔ امام مالک و شافعی نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملیگی۔ وجہ چہارم نفی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال کی نفی مراد ہو عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک و تعالی کو دیکھا تو مین نے کہا کہ اللہ تعالی نے تو یون فرمایا کہ لا تدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ اے تیری مان نہ رہے یہ تو وہ نور ہی جو اسکا نور ہو جب اپنے نور سے تجلی فرما دے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور حدیث ابو موسی اشعری مین جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ مین خود موجود ہو کہ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابون مین ہو کہ موسی نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اے موسی کوئی زندہ مجھے نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاویگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھے گا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات مترجم کہتا ہو کہ لالکائی ہبۃ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ مین بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰ خود دلیل اہل سنت ہو چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگا اور خود ابن عباس رض و ایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل مین انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگا۔ عائشہ رض سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق رح نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلعم نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہو لا تدرکہ الابصار الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح پس عائشہ رض کے کلام سے دنیا مین دیدار کی نفی نکلتی ہو۔ قال اسمعیل بن علیۃ غیرہ فی قولہ لا تدرکہ الابصار۔ یہ دنیا مین ہو اور رہا آخرت مین تو مومنین اپنے پروردگار کو دیکھین گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر۔ قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے اور یہ نہین دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس رض وغیرہ کے انسے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کہتا ہو کہ قول ام المومنین رض سے یہ ثابت ہی نہین ہوتا کہ آخرت مین دیدار نہ ہوگا اور دیدار محال ہو بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھین صرف دیدار بمعنی جلال و عظمت آلہی کے دیکھ لینے سے جس شان پر اللہ تعالی عز و جل ہو انکار کرتی تھین قال الحافظ ابن کثیر رح دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت باری تعالی جس شان پر وہ ہو اسکو ابصار ادراک نہین کر سکتی اسیواسطے ام المومنین عائشہ رض مومنون کے حق مین آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھین اور دنیا مین اسکی نفی کرتی تھین قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح مین اللہ تعالی عز و جل کے دیدار جنت مین ملنے کے بیان مین ہو کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنت عدن یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر ردائے کبریائی ہوگی جنت عدن مین۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہین کہ اہل جنت عدن کی آنکھون پر جلال و عظمت آلہی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ (اے بنور اللہ تعالی) الی ربہا ناظرۃ۔ قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے۔ پس یہ مخصوص بروز قیامت ہو اور قولہ لا تدرکہ الابصار۔ عام ہو جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونون مین تعارض نہین ہو تا کہ تاویل کی طرف

Marfat.com

اضطرار ہو اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہین وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصۂ موسیٰ مین ذکر کرکے رد کر دیجائے گی بلکہ وہان کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہو اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وصلحاء اُمت کے متواتر بیشمار ہین جنسے متواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر سیوطی رح نے بدور السافرہ مین ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہو اور یہان تفسیر مین اس حدیث صحیح بخاری ومسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت مین اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسے تم چودہوین رات مین چاند کو دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھو گے بدون حجاب و شک کے اللھم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے باستدلال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق ف ــــ فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات پہچنوائی اور حدوث کی علت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات وصفات کا واحد وفرد ہونا اور تمام شرک وضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات مین عبودیت لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ۔ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہو اور کسی مخلوق پر بھروسہ مت کرو کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمین ہو سب اسکی عظمت وجلال کے حضور مین خضوع مین پڑے ہین یعنی اسکی تقدیر وحکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہین ہو سب ہی اسکے قبضۂ قدرت مین ہین کوئی کسی کو نفع نہین دیسکتا اور کوئی ضرر نہین دیسکتا وہی ہوتا ہو جو اسکا ارادہ ومشیت ازلی مقدر ہوا ہو۔ یہی فرمایا وھو علی کل شیٔ وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاد پہلے بندون کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہین سمجھے قہر مین زیادہ اندھیرے مین ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات صرف سے پہچنوایا اسمین بھی کافرون پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنون پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک کو مکاشفہ فرمایا کہ منکرو کافر تو جہنم مین دھنس گئے اور اہل عرفان وتوحید اسمین فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الہ الا ھو۔ تو انبیاء علیہم السلام و بزرگون کی معرفت کا مقام ہو اور قولہ خالق کل شیٔ یہ عوام کی معرفت ہو۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا بایں طور کہ حدوث ومخلوقات کی آنکھین اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہین اور اسکی ذات وصفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی مین آنکھ اُٹھانے سے مجبور ومعذور ہین اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہو۔ کما قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہین اور ہر بندۂ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا جب اسکے جلال سے بینائی حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حوادث کو کیا مجال ہو کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی وہستی مین باقی رہین بلکہ از خود فانی ہوکر اسکے جلال و نور سے آنکھین پاکر اسکو چودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور او تعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان وخلوص و توحید اسکو آخرت مین دیکھین گے بایں طور کہ او تعالیٰ عز وجل آنکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالیٰ عز وجل کو دیکھین گے اور یہ نہین کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حوادث کو اسکی ذات عظمت وکبریائی مین ہستی کی تاب وطاقت نہین ہو۔ ہان او تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم قدرت سے محیط ہو اُن کے وجود وعدم کو جانتا ہو قولہ وھو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہو کہ عشق کے ساتھ قلوب

اسکی وجہ ذوالجلال کی طرف کھینچتے ہین اور بجود وعاجز ہوتے ہین اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریائے محبت مین غرق ہوگئین اور اسرار فنا ہوئے اور عقلین اسکی علوم مین مضمحل اور عاجز ہوئین شیخ ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار او تعالیٰ قلوب سے بھی محجوب ہے جیسا کہ ابصار سے محجوب ہے۔ اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل ویسی آنکھین دونون برابر ہین۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہین کہ ابصار کو اسکی جناب مین خود رسائی ہو حسینؒ نے کہا کہ لطیف از کنہ پھر کہان اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہے کہ یاد فرمایا بندہ کو وہر خلے مین جبکہ آسمان مبنی اور زمین گستردہ تھی قبل خلقت وقت واظہار دوجہان کے مع تمام موجودات کے پس یہ معنی لطیف کے ہین۔ قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبدہ فی الامو الخالیۃ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت واظہار الکونین وما فیہما فہذا معنی لطیف انتہی بانی نسخۃ والمترجم لم یحصل حق تحصیلہ۔ قاسمؒ نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہان ممکن ہے۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہین پاتی اور وہ ہر شے کو علم سے محیط ہے۔ ابوسعید خدریؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے قولہ لاتدرکہ الابصار کی تفسیر مین کہا کہ اگر بالفرض تمام جن وانسان وملائکہ جب سے پیدا ہوئے اور اسوقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف باندھین تو کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہین کر سکتے ہین۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور عطیۃ الکوفی ضعیف ہین اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین مین سے کسی نے اسکو روایت نہین کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہین ہوئی پس غریب ہے واللہ اعلم۔ جنیدؒ نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلاء ومحنت مین تجھے ولی کیا اور آگ مین ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت مین تجھے داخل فرما دیگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم یہ قول وجنیدؒ کا قول دونون اوفق بسیاق ومعنی لغوی ہین۔ فافہم۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا

تمکو پہونچ چکین سوجھ کی باتین تمھارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ

اور مین نہین تم پر نگہبان اور یون پھیر پھیر سمجھاتے ہین ہم آیتین اور تا کہین کہ تو پڑھا ہے اور

لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھ والون کے

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکون ومنکرون سے اے محمد صلعم۔ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ بصائر جمع بصیرہ بمعنی نور قلب ہے اور مراد یہان حجت وبرہان واضح ہے۔ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ۔ اے فمن ابصرہا وآمن فانما ابصر لنفسہ لان العز

Marfat.com

بالجنۃ والنجاۃ من النار لہ ۔ یعنی جس نے ان حجتون کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اُسنے اپنے نفس کیواسطے فائدہ اُٹھایا اس سے اللہ تعالٰی کی درگاہ کو کوئی فائدہ نہین کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور احتمال ہے کہ ابصر بمعنی بصیرت مین داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح مین داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل کی تو اپنی ہی ذات کیواسطے حاصل کی۔ کمافی قولہ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی بینۃ ۔ یعنی اوتعالٰی عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرکے ان کے لئے بصائر قدرت وآیات قائم کردئیے ہین تاکہ ہلاک ہونیوالا اُن سے اندھا ہو کر نہ مانے اور ہلاک ہو کر دوزخ مین جادے اور زندہ ہونیوالا ابصارت حاصل کر کے جنت مین دائمی زندگی پاوے ۔ اسی طرح یہان فرمایا فمن ابصر فلنفسہ ۔ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْہَا وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان ابصائر مین داخل ہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ دائمی عذاب دوزخ مین رہیگا اور مین تم پر حفیظ نہین ہون یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کیواسطے تھے جب آپنے رسالت الٰہی کو تمام وکمال پہونچا دیا تو اگر کوئی کافر رہے اور نہ مانے آپ سے اسکی بازپرس نہین ہے وکذٰلک لے کما بینا ما ذکر کذٰلک نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ نبین الآیات لیعتبروا۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہین تاکہ عبرت وپند حاصل کرین تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ عطف ہے لیعتبروا مقدر پر۔ قال المفسراے ذاکرت اہل الکتاب وفی قرأۃ درست اے قرأۃ وتعلمت کتب الماضین وجنت بہذا منہا یعنی دارست بمعنی ذاکرت ہے یعنی تونے اہل کتاب سے ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کر لیا ہے اور ایک قرأت مین درست ہے یعنی تو نے پڑھی اور سیکھی ہین اگلون کی کتابین اور یہ باتین ان کتابون سے لایا ہے اور ابن عامر کی قرأۃ مین درست بسکون تا رفوقانیہ ہے از دروس یعنی یہ باتین گذشتہ اور مٹی ہوئی ہین ۔ قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیقولوا دارست اے ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم ۔ یعنی تاکہ کہین مشرکین وکافرین کہ باہم ذکر کیا تونے اے محمد اگلی کتابون والون یہود ونصارٰی کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور اُن سے تو نے یہ سیکھا ہے ۔ یہی ابن عباس ومجاہد وسعید بن جبیر وغیرہ نے تفسیر کی اور طبرانی رحمہ نے من طریق عمرو بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تو نے تلاوت کی مخاصمہ کیا مجادلہ کیا ۔ قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالٰی وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک ن افتراہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاؤ ظلما وزورا ۔ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون کو وسوسہ نفس ہے وہ ایسا ہی سمجھتے ہین کیونکہ بالکل صریح وہم وغلط تھا جو مشرکون نے باندھا تھا جب دیکھا کہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہین ۔ اور اب اُن کی صدق نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ درپردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہین حالانکہ یہ کیا بُرا اور بیہودہ وہم تھا کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر اُن سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جدید اخبار غیب وہ مذکور ہین جو خود اہل کتاب کو نہین معلوم تھے پس یہ کافرون کی جہالت وحق سے عداوت کی وجہ سے تھا ۔ نعوذ باللہ منہ ۔ قال الحافظ تمیمی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تونے پڑھا اور سیکھ لیا ۔ کذا قال مجاہد والسدی والضحاک وابن زید وغیرہ واحد اور حسن بصری رح نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تا یعنی پرانا ہو گیا اور محو ہو گیا ۔ قال المترجم اس زمانہ مین بھی بہت سے ملحد زندیق نیچر پیدا ہوئے جو اللہ تعالٰی کی توحید وطریقہ عبادات کو پرانی روشنی کہتے ہین اور اپنے لئے

Marfat.com

ئی روشنی ثابت کرتے ہین اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہین واللہ اعلم - ذکر الحافظ ابن الزبیر رح سنے
فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہین اور لفظ تو درست ہر اور بسکون آخر قراۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر اور قتادہ رح نے درست
بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا - رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد وَلِنُبَيِّنَهُ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ - یعنی بصائر خود ہدایت ہین لیکن انجام کار یہ ہر کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ
ہوگی - قال ابن عباس قوم داناسے مراد وہ لوگ ہین جن کو ہدایت دی ہر اس آیت مین دلیل ہر کہ تصریف آیات ایک قوم
کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہر - ف - فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر - اوتعالی نے اپنے بندون پر منت
واحسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہین اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہر کہ اللہ تعالی قرآن مین اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہر - ان بصائر سے
اللہ تعالی نے عارفین کی آنکھین روشن کین اوران مین انوار صفات ہین اور صفات از سبحات ذات ہین پس جسمین استعداد
اکرم جناب باری تعالی ہر اُسنے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہین ہر وہ آیات وبصائر وقرآن سے
اندھا ہے لہذا قال ومن عمی فعلیہا - وبال اسی پر ہر - خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت
اس شخص کو جسکو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہر کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو - قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون -
اللہ تعالی نے کافرون ومشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق ولطائف کو بندگان مومنین کے دلون مین کشادہ فرمایا
کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہر - یہ احسان الہی ہر کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے
دوائر سے انوار غیوب کو دراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ
ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الہی رکھتے اور خطاب الہی کو سمجھتے ہین اور یقین وایمان لاتے ہین اور یہ قرآن مجید ایسے
لوگون کو نافع نہین جو خطاب سے مراد نہین سمجھتے ہین - ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالی لقوم یعلمون - ایسی قوم کے لئے جو حقیقت
بیان کو جانتے ہین یعنی اوتعالی عزوجل کی قدرت وقوت موہوسے وقوف لیتے ہین اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہین کسی غلبہ
خواہش سے پیش قدمی نہین کرتے اور کسی کاہلی وسستی سے پچھڑتے نہین ہین - پس یہی مومنین کاملین ہین -

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
تو چل اُسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اور جانے دے شریک والون کو
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝
اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نکرتے اور تجکو ہم نے نہین کیا اُنکا نگہبان اور تجھ پر نہین اُنکا حوالہ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ - ہمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی اُمت کو حکم دیا کہ وحی الہی پر جو بالکل حق
وصحیح ہر عمل کرین - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - پس جو امر الہی ہے وہی حکم وحق ہے باقی سب باطل ہر اور کافرون مشرکون کی طرف
مشغول نہون - کما قال وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ - مشرکون کی طرف التفات نہ کر اور اُنکی باطل باتون پر لحاظ نہ کر کیونکہ
حکمت الہی مین قابل قہر ہین - پس کیونکر ان صریح وظاہر آیات وبصائر کو دیکھین گے اور بدون ہدایت الہی کیونکر

Marfat.com

بینائی پاوینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ الٰہی میں راست وصحیح وحکم حکمت سے یہ لوگ قابل
ہدایت نہیں پس اوتعالیٰ کی مشیت میں یہ نہیں ہو کہ شرک نہ کریں لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے
صریح آیت پر ایمان کیون نہیں لاتے اور کیون شرک میں خوار ہوتے ہیں۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ اور تو
تو رقیب نہیں کیا گیا کہ اُن کے اعمال کا نگہبان ہو اور اُن کے جرمون کی تجھ سے بازپرس ہو۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ
اور تو اُنکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہیں کہ جسمین ان کی بہودی ہو خواہ مخواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر
فقط رسالت پہونچانا واجب ہو اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوین ان کے حق مین بہتر ہو نہ لیوین خود خراب خوار
ہون واضح ہو کہ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہو پس نسخ جاری
ہوگا مترجم کہتا ہے کہ نسخ یہی ہو کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہوگا لہذا یہ توجیہ مہمل ہو بلکہ یون کہنا چاہیے
کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہیں کہ ان کو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال
کی طرف ہو بدین معنی کہ رسالت حقہ ان مین تاثیر نہیں کرتی اور کیون نہیں کرتی ہو پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہیں ہو اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر
ابلاغ کے ہو حکم علی شرعی دوامی نہیں ہو پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہیں ہو۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہو کما قال السدیؒ
والاول اظہر واللہ اعلم۔ وفی قولہ ولو شاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہو کہ شرک مشرکون کا وکفر کافرون کا اوتعالیٰ کی مشیت پر ہو اگر اسکی
مشیت مین ہوتا تو سب ہدایت پر ہوجاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہو سب او تعالیٰ کے
احکام قضاو قدر کے تحت مین مسخر ومحکوم ہو ف۔ فی العرائس قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم وایمان کے
واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر اُن کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت ولطائف محبت
وحقائق انبساط مقامات وحالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار
کے مطالعہ اور ایسی واردات کی برداشت کی طاقت نہیں ہو کیونکہ تائید نبوت ورسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین
خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت والوہیت کو بقولہ لا الٰہ الا ہو۔ اسی نے تجھ پر
وصف ونعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہو اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی وظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ
مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہیں ہو۔ وقولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے واسطے وحی مین مقامات
متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان ودنوۤ الٰہی ہو یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ
ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ مین یہ وحی مخفی مذکور ہو۔ دوم وحی خاص جو آپؐ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص
ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ۔ مین مذکور ہو۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک
من ربک الآیۃ۔ مین مذکور ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلاواسطہ ہو اور رسالت وانزال امر ظاہر بواسطہ ہو اسی واسطے
فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپکے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک۔
پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہو کہ ان کو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ حق کی اطاعت
کرو اور ماسوائے اسکے جو کچھ وساوس وخیالات ہین سب چھوڑدو اور اسکی اتباع کرو جو تمہارے دلمین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

لہ دنو بمعنی نزدیکی ۱۲

Marfat.com

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک و استفت قلبک و ان افتاک المفتون مترجم کہتا ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر بیشک کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کرلے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ

اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہنے بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھ اسی طرح

زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُنکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتاویگا جو کچھ کرتے تھے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہے اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے ۔ وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں ہیں ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے کہ اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی مشرکوں کے معبودوں کو برا کہوگے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ کا علم و معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودوں کو سخت زبانی کیساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اُٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو برا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس مشرکوں نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودوں کو برا کہو ورنہ ہم تمہارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کردو کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کے حق میں بدزبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بدزبانی کرینگے۔ ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مسلم وغیرہ میں حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اسکی ماں کو گالی دیگا۔ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکوں کے نزدیک ہم نے ان کے کاموں کو مزین کردیا ایسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ اُمت اُسکو اچھا سمجھکر بجالاتی تھی اسمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہوسکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اللہ تعالیٰ کی طرف اُن کا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اسمیں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا۔ اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ اسکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جزا سزا ملیگی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ کذلک زینا لکل امۃ عملہم۔ اللہ تعالیٰ نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قیل و قال میں مبتلا کردیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنیوالا حق تعالیٰ کا نہیں ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کرکے اسی کی مراد پر

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہو اسکی آنکھ سے پردہ دور کر دیا کہ وہ ان چیزون کی کچھ قدر و منزلت نہین دیکھتا بلکہ احسان الٰہی
جو ازل مین اسپر ہوا ہے اسکے شکریہ کے ادا ہونے نہونے سے شرم مین عرق ہو بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہین صرف احسان پر نظر رکھتا ہو جو
لوگ باطل و بیہودہ ہین وہ اپنے بداعمال کو اچھا سمجھتے ہین - زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمین زیادہ رغبت کرین - واسطیؒ
نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کر دیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گر گئے اور کوئی نہین بچا سوائے
ان بندون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا
تو مین نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا
اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشانی پہونچے البتہ اُسکو مانین
الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ
تو کہہ نشانیان تو اللہ کے پاس ہین اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوین گے تو یہ مانین گے
اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ
اور ہم اُلٹ دینگے اُن کے دل اور آنکھین جیسے منکر ہوئے ہین پہلی بار اور چھوڑ رکھین گے اُن کو
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ۱۳ ع ۱۴
اپنے جوش مین بہکتے -

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اے غایۃ اجتہادہم فی الایمان - یعنی مشرکون نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی نہایت اپنی
کوشش سے قسم مین یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمین کھائین اس بات پر کہ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
بِهَا - اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کر کے مانگتے ہین تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف - یہ اپنے آپ کو قادر
سمجھکر غرور کیا - قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ تو ان مشرکون سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہین -
وہ تعالیٰ مختار ہو جا ہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار مین نہین - مین تو فقط ڈر سنانیوالا ہون -
وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف بکسران لیا اور معنی یہ بیان کئے ماشعرکم -
اے ما یدریکم بایمانہم اذا جاءت - کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت انکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات
کو نہین جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لایومنون - اور علم الٰہی مین یہ بات سابق ہو چکی ہو کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہین لاوینگے -
قال المترجم اس تفسیر پر مایشعرکم کا خطاب مومنون کو ہے اور بعضے مسلمانون نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ
مشرکون نے مومن ہو جانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم
ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی رواں ہوتا اور عیسیٰ مردون کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا
پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کرین پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا
ہو جاوے آپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کر دوگے تو کہنے لگے کہ ہاں اللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہوجاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ انپر
عذاب نازل کریگا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ
جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیرؒ اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت
بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لایومنون بتاء خطاب یعنی لا تومنون پڑھا گیا ہے اور ما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو قرار دیا گیا قال الحافظ
ابن کثیر رحمہ اللہ وما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو کیا گیا اور یہی مجاہدؒ کا قول ہے گویا مشرکون سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم
ان قسموں میں سچے ہو بنابریں قراءۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آویں
بسبب اسکے کہ علم الٰہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہوچکا ہے اور بعض نے لا تومنون بتاء خطاب پڑھا پس استیناف بھی ہوسکتا ہے
اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنوں کو ہے یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ وبنابریں
جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنابریں کہ وہ یشعرکم کا معمول ہے اور درصورت معمول
ہونے کے قولہ لایومنون میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ وحرام
علی القریۃ التی اہلکناہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرلیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں یعنی
یہ کہ حرام ہے کہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلادیا کہ آیت مقترحہ آنے پر
یہ لوگ ایمان لے آوینگے تاکہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی
بن کعب کی قراءۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے نثر و نظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب
الی السوق انک تشتری شیئا یعنی لعلک تشتری شیئا۔ بازار جا شاید تو کچھ خرید لے۔ اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید
میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس و غیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف
بلیغ ہے اے انہا اذا جاءت لایؤمنون او یومنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاوینگے یا لاوینگے پس
ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف لعذر میں تامل ہے اسواسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات
آنے پر وہ ایمان لاویں یا نہ لاویں پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہے کہ امران دو حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار
ہے تو مقتضائے مقام بدون لا تھا کیونکہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئیں گے اللھم الا ان یقال ان نفی الشعور عما ہو
خلاف المقصود ابلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے
ہو۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ نحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے
ہیں۔ وَاَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یومنون۔ اور انکی بینائیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان
نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ۔ بما انزل الیک من الآیات۔ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو
تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن
سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کردیئے گئے اور مجاہدؒ نے کہا کہ قولہ ونقلب افئدتہم
وابصارہم یعنی ان کے وایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کردینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے جیسے کہ

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان وان کے ایمان کے درمیان مین حیلولت کر دی کذا قال عکرمۃ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم یعنی جو معجزہ بلیغ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے وسمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو تقدیر الٰہی عزوجل سے ان کے خبیث نفس مین شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہین پہونچتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو دیئے جاوین تو بھی وہی پردہ حائل ہوگا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھین و دل جانب رحمت سے پھیرے جاتے ہین۔ وَنَذَرُهُمْ نذرہم۔ فِي طُغْيَانِهِمْ ضلالہم اور ہم ان کو چھوڑتے ہین ان کی گمراہی مین ف جو انھون نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہے يَعْمَهُونَ۔ یترددون متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی مین متحیر پھرتے ہین ف۔ یہی قول ابو العالیہ وربیع بن انس وقتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ انکو نور معرفت نہین پہونچا تو اپنی تاریکی نفس مین بھٹکتے پھرتے ہین اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات مین سے ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتہم وابصارہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے۔ دلون کا پھیرنا اور بینائیون کا لوٹ دینا اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلون و بینائیون کو پھیرتے ولوٹتے ہین اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث صحیحہ مین کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین سب قلوب ہین وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین وغیرہ) اور بعض احادیث مین ہے کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ مین اس مثال کی ہے جیسے میدان مین ایک پتا یا پر پڑا ہوتا ہے کہ ہواؤن کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہین یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الٰہی عزوجل ہے اسی طرف دل پھر جاتے ہین۔ (الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلون کا یہ حال ہے تو جہان کسی دل کو حق کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت وکبریائی مین متوجہ کر کے محبت و شوق ومعرفت سے اپنے معجزات وآیات وصفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ وہ آیات معجزات مین انوار قدرت وعظائم عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات صحیح ہو جاتے ہین یعنی طاعات صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ مین اس کی نیت صالح وخلوص وحیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے ہین یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہین اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہین جسمین شک ونفاق وبدنیتی وغیرہ کا میل کچیل نہین رہتا ہے برخلاف اسکے جہان کہین قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہو کر ٹاپتی پھرتی ہے اور آیات قدرت مین اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہین ہوتے ہین اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلون کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب مین توبہ کرتے ہوئے خشوع وخضوع سے متوجہ ہین اور جن دلون سے اعراض فرمایا وہی گمراہی مین خوار ہین (عس) مُترجم کہتا ہے کہ یہان بعضے گمراہ جو اپنے تردد مین متحیر ہین اپنی رعونت نفس مین بڑبڑا دین گے کہ پھر جب گمراہون کے دل ہی پھیر دیئے گئے تو ہم محض بھیڑا اور بالکل گناہ سے پاک ہین ہم کو جہنم مین رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان دو مقام لکھون جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہون کی جہالت عیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ مین

ان گمراہون کے اس سوال ناپاک مین بحث کردن۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہین کہ مالک کو اپنی ملکیت مین ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہی یہ تو اپنے نفس کی پسند بن گئی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان مین نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بخیطا بتلا دین اور جناب باری تعالیٰ کی شان مین ظلم کہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق مین تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ مین لاوے یا بہشت مین لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس رعونت سے مستحق جانتے ہین حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کردے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم مین پیدا کرے کیونکہ جب ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود مین نہین ہی تو استحقاق کہان سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل نے تمام انعام محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہی اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہی تاکہ کافرون و بدکارون پر حجت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہون نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہی تحقیق یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل مین قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کما فی قولہ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الآیۃ مین مفصل بیان ہی اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم اور سب نے اقرار کیا کما فی قولہ قالوا بلیٰ الآیۃ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا مین ظہور ہوا تو عہد مذکور بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھا تو مخلوقات کو کسی حالت مین یہ گنجائش نہین ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کاملہ ہو نچائی کہ بعد اسکے کافرون کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا مین انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیون کو اس دنیا مین امتحان کیا اور ان کو دو باتون مین منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھون نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم ہی پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونون باتون مین مکلف کیا پس مومنون نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چند روزہ ہی اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہان ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیرخواہ و عادل جانتے ہین وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تبہ کار فاسق فاجر جانتے ہین وہ کبھی دنیا مین مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق مین سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونون خاک ہین علاوہ ازین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا مین درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہین کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا بر خلاف ان کے کافرون نے دنیا کو شیطانی اتباع میں لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبرون کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے۔

Marfat.com

حتی کہ ہزارہا سال عمر پاوین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالی نے ان کے دلون مین دنیا کی محبت سمائی جو محض نجس ہے اور زر عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کردی پس بدن کے سوائے ان مین کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالی نے اُن کے دماغ مین حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لایعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور ان کو اسقدر مہلت دی گئی مگر اُنھون نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعالی نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و اختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت مین ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

سّاتوان جُزو تمام ہوا بعدہٗ آٹھوان شروع ہوتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

١٢٧٤ھ / ١٨٥٨ء — ١٣٣٧ھ / ١٩١٩ء

پارہ ○ ٧

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

٣٢۔ اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

Marfat.com